یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔

منجانب۔

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان

اشاعت سوم سنہ ۱۹۸۴ء

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلَبَیْتِیْ

شیعانِ آلِ محمد خصوصًا واعظین ومبلّغین کے لئے نادر ونایاب تحفہ

فروری سنہ ۱۹۹۵

اَلْمُجَلَّدُ التَّاسِعُ مِنْ تَفْسِیْرِ (۹)

اَنْوَارُ النَّجَفِ فِیْ اَسْرَارِ الْمُصْحَفِ (۹)

مصنفہ

حجۃ الاسلام والمسلمین آیۃ اللہ علامہ حسین بخش جاڑا مجتہد العصر

بانی :- جامعہ علمیہ باب النجف جاڑا ضلع ڈیرہ اسماعیل خان

ناشر مکتبہ انوار النجف دریا خان ضلع بھکر رجسٹریشن ۶۴ء

سجاد ناظم پرنٹنگ پریس منشی محلہ بھوانہ بازار فیصل آباد فون ۶۱۹۰۷۲ ہدیہ غیر مجلد قیمت ۱۱۰/ روپے

فہرست

دعوتِ حق

از نتیجۂ فکر لسان الواعظین مولانا محمد بخش خان صاحب جھکانہ کوٹلہ قائم شاہ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان

دیکھئے قرآن کی تفسیر انوار النجف ۔۔۔ ہے جلا ایمان کی تفسیر انوار النجف

کر دیا بس دَورِ حاضر کے تقاضوں کو تمام ۔۔۔ ہے لکھی اس شان کی تفسیر انوار النجف

دیکھنا ہو حق و باطل میں اگر فرق صحیح ۔۔۔ دیکھ لو فرقان کی تفسیر انوار النجف

بالیقین کہتا ہوں میں ہے اہلِ عرفان کیلئے ۔۔۔ رحمتِ یزدان کی تفسیر انوار النجف

آلِ احمد کے محبّو ہے مکمّل داستان ۔۔۔ آل کے فرمان کی تفسیر انوار النجف

دینِ حق کی معرفت کے واسطے ہے بہترین ۔۔۔ راہ بر انسان کی تفسیر انوار النجف

اہلِ دانش کے لئے اس دَورِ پُر آشوب میں ۔۔۔ ہے عطا رحمان کی تفسیر انوار النجف

مکتبہ باب النجف کی یہ مقدّس پیش کش ۔۔۔ ہے نرالے شان کی تفسیر انوار النجف

یا الٰہی جلد کامل ہو کتاب لاجواب ۔۔۔ بہترین عنوان کی تفسیر انوار النجف

شہ نجف کے فیض کی سائی ہے یہ زندہ مثال

ہے سندِ عرفان کی تفسیر انوار النجف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ

پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد الحرام سے

اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ

مسجد اقصیٰ تک جس کے ارد گرد کو ہم نے مبارک کیا تاکہ اسے دکھائیں اپنی کچھ نشانیاں تحقیق

هُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ۝۱ وَ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ وَ جَعَلۡنٰہُ هُدًی

وہ سننے والا جاننے والا ہے اور ہم نے دی موسیٰ کو کتاب اور اس کو بنایا باعث ہدایت

لِّبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اَلَّا تَتَّخِذُوۡا مِنۡ دُوۡنِیۡ وَکِیۡلًا ؕ ۝۲

بنی اسرائیل کے لئے کہ نہ بناؤ میرے سوا کسی کو جائے اعتماد

ذُرِّیَّۃَ مَنۡ حَمَلۡنَا مَعَ نُوۡحٍ ؕ اِنَّہٗ کَانَ عَبۡدًا شَکُوۡرًا ۝۳

یعنی اولاد ان کی جن کو ہم نے اٹھایا ساتھ نوحؑ کے تحقیق وہ شکر گزار بندہ تھا

رکوع نمبر ۱ - سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ - یہ کلمہ تسبیح و تقدیس پروردگار ہے۔ اور مقام تعجب پر بالعموم زبان سے جاری کیا جاتا ہے اس مقام پر چونکہ حضرت رسالت مآبؐ کا مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک اور وہاں سے آسمانوں کی سیر کرنے کے بعد مقام قاب قوسین تک جانا تعجب ناک تھا اس لئے اس کو سبحان کے لفظ سے شروع کیا گیا۔ اور شیخ ابوالحسن شعرانی محشی تفسیر مجمع البیان نے ذکر کیا ہے کہ معراج کے اقوال میں سے صحیح قول یہ ہے کہ حضورؐ عالم بیداری میں بنفس نفیس اسی جسم عنصری کے ساتھ معراج پر تشریف لے گئے تھے اور نیند کی حالت میں خواب کے ذریعے سے معراج کرنے کا قول بالکل باطل ہے کیونکہ اس قسم کا معراج تو ہر شخص کر سکتا ہے اور خواب کا معراج جب عام انسانوں کے لئے باعث تعجب نہیں تو جناب رسالت مآبؐ کے لئے وہ باعث تعجب کیسے ہو سکتا ہے اور آیت مجیدہ میں سبحان کا کلمہ تعجب اس بات کی دلیل ہے کہ معراج حقیقی تھا نہ کہ واقعہ خواب اسی طرح حضرت عائشہ سے جو منقول ہے کہ معراج روحانی تھا چنانچہ آپ فرماتی ہیں کہ اس رات حضورؐ کا جسم اپنے بستر سے غائب نہیں ہوا تھا یہ قول بھی باطل ہے کیونکہ قول مشہور کے مطابق حضورؐ مکہ مکرمہ سے ہی معراج پر تشریف لے گئے تھے اور اس زمانہ میں

جناب عائشہ حضورؐ کے عقد میں داخل نہیں ہوئی تھیں معراج کا مفصل بیان گزر چکا ہے۔ ج ۵

مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۔ بروایت مجمع البیان اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ اس رات آپ حضرت علی کی ہمشیرہ ام ہانی کے گھر میں آرام فرماتھے جو ہبیرہ بن ابو وہب مخزومی کی زوجہ تھیں اور پورے مکہ کے شہر پر مسجد الحرام کا اطلاق ہو سکتا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ آپ مسجد الحرام میں ہی محو استراحت تھے۔

اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی ۔ مفسرین نے اس سے بیت المقدس مراد لیا ہے اور اس کو اقصیٰ اس لئے کہا گیا ہے کہ اس کا مسجد الحرام سے فاصلہ بہت زیادہ تھا اور بیت المقدس تک کی سیر آپ کے معراج کی انتہا نہیں ہے بلکہ زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ اس آیت مجیدہ میں صرف بیت المقدس تک جانا ثابت ہے اور احادیث متواترہ کی رُو سے وہاں سے قاب قوسین تک جانا ثابت ہے اور چونکہ زمین کی سیر میں بیت المقدس آپ کی آخری منزل تھی چنانچہ پہلے مدینہ میں آکر دو رکعت نماز ادا فرمائی، پھر مسجد کوفہ میں دو رکعت پڑھی اور آخر میں بیت المقدس میں پہنچے پس اس کو سفر ارضی کا انتہا قرار دیا گیا اور آسمانی سفر اس کے بعد شروع ہوا جس کی آیت میں نفی نہیں ہے۔

تفسیر صافی میں بروایت قمی منقول ہے ایک دن حضرت امام محمد باقر علیہ السلام مسجد الحرام میں تشریف فرما تھے آپ نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی پھر کعبہ کی طرف دیکھ کر فرمایا سبحن الذی ۱ ؏ اور تین دفعہ یہ آیت پڑھی پھر اسماعیل جعفی سے پوچھا کہ عراقی لوگ اس کی کیا تفسیر کرتے ہیں (اس سے غالباً کوفی امام مراد ہے) اس نے عرض کی کہ وہ مسجد الحرام سے بیت المقدس تک جانا بیان کرتے ہیں آپ نے فرمایا وہ غلط کہتے ہیں پس آسمان کی طرف ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہاں سے وہاں تک آپ تشریف لے گئے تھے اور درمیان میں سب حرم ہے۔

بروایت عیاشی امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ تمام مساجد میں افضل کون کونسی ہیں تو آپ نے مسجد الحرام اور مسجد الرسول کا نام لیا۔ لوگوں نے مسجد اقصیٰ کا نام لیا تو آپ نے فرمایا وہ آسمان میں ہے اور رسولؐ پاک وہاں شب معراج تشریف لے گئے تھے کسی نے عرض کی کہ لوگ تو بیت المقدس کے متعلق کہتے ہیں آپ نے فرمایا اس سے تو مسجد کوفہ بھی افضل ہے۔

مذکورہ بالا دونو روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تفسیر اہل بیت میں مسجد اقصیٰ سے مراد بیت المعمور ہے جو ملائکہ کیلئے مقام حج وجائے طواف ہے یا اس سے مراد عرش پروردگار ہے جو ملاء اعلیٰ میں تقدیس وتمجید پروردگار کا محل اور فرشتوں کی جائے پناہ ہے اور لغوی لحاظ سے بھی یہی معنی درست بنتا ہے کیونکہ اقصیٰ افعل التفضیل کا صیغہ ہے جس کا معنی ہے سب سے دور اور امکانی حدود کے لحاظ سے سب سے دور اسی کو کہا جا سکتا ہے نہ کہ بیت المقدس کو۔ اور جب کسی لفظ کو اپنے حقیقی معنی پر محمول کیا جا سکتا ہو اور قرائن وآثار بھی اس کی تائید میں ہوں تو بلا وجہ و بلا قرینہ تکلف کر کے اس سے مجازی معنی مراد لینا اور قرائن مخالفہ کو نظر انداز کرنا محض سینہ زوری ہی ہے پس بفرمان اہل بیت مسجد اقصیٰ سے وہ جگہ مراد ہے جہاں شب معراج آپ تشریف لے گئے تھے اور احادیث متواترہ بھی اس کی موید ہیں بے شک بیت المقدس میں آپ تشریف لے گئے

لیکن وہ راستہ میں ایک پڑاؤ تھا جس طرح مسجد کوفہ نہ کہ منتہائے سفر۔

بَارَكْنَا حَوْلَهُ ۔ جو لوگ مسجد اقصیٰ سے بیت المقدس مراد لیتے ہیں ان کے نزدیک برکت سے مراد گرد و نواح میں سرسبزی آبادی شادابی، خوش حالی اور باغات و اشجار کی رونق اور میوہ جات کی فراوانی ہے کیونکہ وہاں کے لوگ ان اشیاء ضروریہ کے لئے بیرونی ممالک کے محتاج نہیں ہیں نیز اس اعتبار سے بھی وہ مبارک ہے کہ نبیوں کی عبادت گاہ اور ملائکہ کی فرودگاہ بھی ہے پس تقدیس و تسبیح کی رونقوں سے بہرہ ور اور شرک و کفر کی نجاستوں سے بالاتر ہے گویا دینی و دنیاوی ہر قسم کی برکت کا وہ محل ہے اور اگر مسجد اقصیٰ سے تفسیر اہل بیت کے ماتحت آسمانی مقام سجدہ مراد لیا جائے تو اس کا مبارک ہونا تو معلوم ہی ہے۔

لِنُرِيَهُ ۔ یعنی مقصد معراج یہ تھا کہ حضور کو آیات الٰہیہ دکھائی جائیں چنانچہ آپ نے اس سلسلہ میں بہت کچھ دیکھا۔ آسمان دیکھے مختلف حالات میں عبادت گزار فرشتے دیکھے انبیاء دیکھے جنت و نار دیکھی دریا ہائے نور دیکھے حجاب ہائے قدرت دیکھے اور ان آیات میں سے یہ بھی ایک آیت ہے کہ مختصر وقت میں بہت کچھ دیکھا اور جہاں آسمانوں پر انبیاء سے ملاقاتیں اور ان کو نماز پڑھانا آیات خداوندی میں سے ہے وہاں اپنے اوصیائے طاہرین علیہم السلام کو اشباح نوریہ کے لباس میں بحالت عبادت دیکھنا بھی آیات خداوندی میں سے ہے اور حضرت علی علیہ السلام کا فرمان مَا لِلّٰهِ اٰيَةٌ هِيَ اَكْبَرُ مِنِّيْ (علی ما حکی عن الاقی) یعنی اللہ کی کوئی آیت مجھ سے بڑی نہیں ہے تو جہاں دوسری بڑی بڑی آیات دیکھیں وہاں حضرت علیؑ کو بھی دیکھا اور جس معنی میں دوسری آیات دیکھیں اسی معنی میں حضرت علیؑ کو بھی دیکھا تو جس طرح شب معراج دوسرے انبیاؑ کو دیکھنا ان کیلئے معراج کو ثابت نہیں کرتا اسی طرح آپ کا حضرت علیؑ کو دیکھنا بھی حضرت علیؑ کے معراج کو ثابت نہیں کرتا نیز ذات پروردگار کا حضرت علیؑ کے لہجہ میں کلام کرنا بھی انہی آیات میں سے ہے جو مقصود معراج تھیں۔ نیز شب معراج میں آپ نے جنت کے دروازہ پر یہ بھی لکھا ہوا دیکھا۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَعَلِيٌّ اَخُوْ رَسُوْلِ اللّٰهِ جس کا مکان کے دروازہ پر نام تحریر ہو وہ اس کا مالک سمجھا جاتا ہے معلوم ہوا کہ جنت کا مالک علیؑ ہے پس جنت میں وہی جاسکے گا جو علیؑ کو اپنا پیشوا سمجھتا ہو اور حضورؐ کا ارشاد فریقین نے نقل کیا ہے۔ کہ علیؑ جنت و نار کا قسیم ہے حضرت علی علیہ السلام کو شریک معراج قرار دیکر مسلمات مذہب کو ٹھکرانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ کیونکہ حضرت علیؑ کی یہ فضیلت کیا کم ہے کہ قصد معراج میں حضرت علیؑ کی وصایت و خلافت محب و محبوب کے باہمی مکالمہ کا اہم موضوع تھا نیز گفتگو کا لہجہ بھی یہی تجویز ہوا، اور پھر پردے ہٹا کر حضرت علیؑ کو وہاں دکھانا قدرت پروردگار سے کیا بعید ہے؟ نیز اگر حضرت علیؑ کا معراج دیکھنا ہے تو کعبہ میں دوش پیغمبر پر سواری معراج نہیں، تو اور کیا ہے؟ حضرت رسالت مآبؐ نے زمین مکہ سے بلند ہو کر فضائے آسمانی کو چیرتے ہوئے عرش عظیم پر جا قدم رکھا اور حضرت علیؑ نے زمین بیت اللہ سے بلند ہو کر فضائے کعبہ کو چیرتے ہوئے دوش پیغمبر بلکہ مہر نبوت پر جا قدم رکھا اگر جبریل نے شب معراج یہ کہا تھا کہ حضورؐ نے وہاں قدم رکھا ہے جہاں آج تک کوئی نبی یا ولی یا ملک نہ پہنچ سکا تو کہنا پڑتا ہے کہ علیؑ نے بروز فتح مکہ وہاں قدم رکھا جہاں کسی کا قدم نہ پہنچ سکا۔

28-05-2001

وَقَضَيْنَآ إِلَىٰ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ فِى ٱلْكِتَٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِى ٱلْأَرْضِ

اور ہم نے آگاہ کردیا بنی اسرائیل کو تورات میں کہ تم فساد کروگے زمین میں دو دفعہ اور

مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا ۞ فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ أُولَىٰهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ

سرکشی کرو گے سخت پس جب آیا ان دو میں سے پہلے وعدے کا وقت تو ہم نے

عِبَادًا لَّنَآ أُولِى بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا۟ خِلَٰلَ ٱلدِّيَارِ ۚ وَكَانَ

بھیجا تم پر اپنے طاقتور بندوں کو پس وہ شہروں کے اندر گھس گئے اور یہ وعدہ

تنبیہ: حضرت موسیٰ کی معراج طور پر تھی اور حضور کی معراج عرش پر ہوئی لیکن خداوند کریم نے ہر مومن کیلئے نماز کو مقام معراج قرار دے دیا اور حضور نے اس کا اعلان عام فرما دیا کہ الصَّلٰوةُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِ یعنی نماز مومن کے لئے معراج ہے۔

وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى - معراج کے ذکر کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر حضرت رسالت مآب کی تسلی کے لئے ہے کہ آپ سے پہلے حضرت موسیٰ کو بھی ہم نے معجزات عطا کئے تھے پس جس طرح لوگوں نے ان کو جھٹلایا اگر آپ کو بھی جھٹلا دیں تو غم زدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

وَقَضَيْنَا - یہ قضا سے ہے اور اس کا معنی ہے حتمی فیصلہ کرنا اور اسی لئے قاضی کو قاضی کہا جاتا ہے اس کے علاوہ چند معانی میں مستعمل ہوتا ہے۔ (۱) پیدا کرنا جیسے **فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ** یعنی پیدا کیا ان کو سات آسمان (۲) واجب کرنا **وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ** اور تیرے رب نے واجب کی ہے یہ بات کہ نہ عبادت کرو مگر اس کی (۳) خبر دینا اور اس آیت میں یہی معنی مراد ہے یعنی ہم نے بنی اسرائیل کو خبردار کردیا اور تورات میں یہ بات واضح کر دی کہ ان کی اولادیں دو دفعہ فساد کریں گی اور سرکشی کا مظاہرہ کریں گی یعنی انبیاء کو قتل کریں گے اور خونریزی کریں گے مفسرین میں اختلاف ہے کہ دو دفعہ کے فسادات کونسے ہیں ایک قول یہ ہے کہ پہلا فساد حضرت ذکریا کا قتل ہے اور دوسرا فساد حضرت یحییٰ کا قتل ہے پس پہلی دفعہ کے فساد کے بعد ان پر ایران کا ایک بادشاہ سابور ذوالاکتاف مسلط ہوا اور دوسری دفعہ کے فساد کے بعد ان پر بابل سے بخت نصر حملہ آور ہوا، اور ان کو تباہ و برباد کیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ پہلا فساد حضرت شعیا کا قتل اور دوسرا فساد حضرت یحییٰ کا قتل ہے اور پہلی دفعہ ان پر بخت نصر مسلط ہوا اور دوسری دفعہ بابل کا ایک بادشاہ تھا اور بعض کہتے ہیں کہ پہلی دفعہ ان پر جالوت مسلط ہوا تھا جو حضرت داؤد کے ہاتھوں قتل ہوا اور دوسری دفعہ بخت نصر ان پر مسلط ہوا، واقعہ کی تفصیل عنقریب بیان ہوگی۔

بَعَثْنَا - پہلی دفعہ کے فساد کے بعد خدا نے ان پر طاقتور لوگوں کو مسلط کردیا اور خداوند کریم کافروں کو کافروں کے ذریعے بھی سزا دیا کرتا ہے جس طرح بخت نصر کے ذریعے سے بنی اسرائیل کو سزا دی۔ **فَجَاسُوْا** - یہ جوس سے ہے اور اس کا معنی ہے تلاش کرنا یعنی انہوں نے شہروں میں پھر پھر کر تلاش کیا کہ مبادا کوئی ان کی گرفت

وَعۡدًا مَّفۡعُوۡلًا ﴿۵﴾ ثُمَّ رَدَدۡنَا لَكُمُ الۡكَرَّةَ عَلَيۡهِمۡ وَاَمۡدَدۡنٰكُمۡ بِاَمۡوَالٍ

ہونے والا تھا پھر ہم نے پلٹا دی تمہاری نوبت ان پہ اور تمہاری ہم نے مدد کی مال و اولاد

وَّبَنِيۡنَ وَجَعَلۡنٰكُمۡ اَكۡثَرَ نَفِيۡرًا ﴿۶﴾ اِنۡ اَحۡسَنۡتُمۡ اَحۡسَنۡتُمۡ لِاَنۡفُسِكُمۡ

کے ساتھ اور تمہاری تعداد کو ہم نے بڑھادیا اگر تم نیکی کرو گے تو یہ نیکی تم اپنے نفسوں پر کرو گے

وَاِنۡ اَسَاۡتُمۡ فَلَهَا ؕ فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ الۡاٰخِرَةِ لِيَسُوۡٓءٗا وُجُوۡهَكُمۡ وَلِيَدۡ

اور اگر برائی کرو گے تو وہ بھی اپنے لئے پس جب آیا دوسرے وعدہ کا وقت تاکہ بگاڑے تمہارے چہروں کو اور تاکہ

خُلُوا الۡمَسۡجِدَ كَمَا دَخَلُوۡهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوۡا مَا عَلَوۡا تَتۡبِيۡرًا ﴿۷﴾

وہ داخل ہوں شہر میں جس طرح داخل ہوئے تھے پہلی مرتبہ اور تاکہ تباہ کر دیں جس پر بھی وہ غالب آجائیں اچھی طرح

عَسٰى رَبُّكُمۡ اَنۡ يَّرۡحَمَكُمۡ ۚ وَاِنۡ عُدۡتُّمۡ عُدۡنَا ۘ وَجَعَلۡنَا جَهَنَّمَ لِلۡكٰفِرِيۡنَ حَصِيۡرًا ﴿۸﴾

شاید تمہارا رب تم پر رحم کرے اور اگر تم پھر پلٹو گے تو ہم بھی پلٹیں گے اور ہم نے کیا ہے دوزخ کو کافروں کے لئے قید خانہ

سے بچ گیا ہو نیز جوس اور حوس مترادف استعمال ہوتے ہیں۔

ثُمَّ رَدَدۡنَا تفسیر صافی میں ہے بخت نصر کے چلے جانے کے بعد خدا نے بہمن بن اسفندیار کو بھیجا پس اس نے بنی اسرائیل کے قیدیوں کو بخت نصر سے آزاد کرا کے واپس کیا اور حکومت دانیال کے حوالے کی پس خدا نے ان کو مال و اولاد بھی کثرت سے عطا فرمائی کہ وہ پہلے کی طرح خوش حال ہو گئے۔

اِنۡ اَحۡسَنۡتُمۡ ان کو تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر تم اچھے کام کرو گے تو اس کا فائدہ تمہیں ہوگا اور اگر برائی کرو گے تو اس کا انجام بھی تم ہی کو بھگتنا پڑے گا۔

فَاِذَا جَآءَ یعنی جب دوسری دفعہ انہوں نے سرکشی کی اور ظلم و عدوان کو اختیار کیا۔

لِيَسُوۡٓءٗا یہاں شرط کی جزا محذوف ہے یعنی ہم نے تم پر دشمن مسلط کر دیا تاکہ تمہارے چہروں کو بری طرح رسوا کریں یا یہ کہ تمہارے سرداروں اور رئیسوں کو تباہ کریں۔

وَلِيَدۡخُلُوا اس سے معلوم ہوا کہ ہر دو دفعہ دشمن نے بیت المقدس کو خراب کیا تھا۔

وَلِيُتَبِّرُوۡا تتبیر اور تدمیر دونو مترادف لفظ ہیں اور ان کا معنی ہے ہلاک و برباد کرنا۔ تتبیر کا مجرد تبار اور تدمیر کا مجرد دمار ہے اور اسی مناسبت سے لوہے یا سونے کے ٹکڑے کو تبر کہا جاتا ہے۔

وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا - یعنی دو دفعہ کی گرفت کے بعد توبہ کر کے ثابت قدم رہے تو خدا کے رحم و کرم کے حقدار ہوں گے لیکن اگر پھر سرکش بنے تو خدا کی گرفت دُور نہیں چنانچہ انہوں نے حضرت رسالتمآبؐ کے خلاف بھی سازشوں کے جال بچھائے جس کی پاداش میں گرفتار عذاب ہوئے اور جو فوری گرفت سے بچ گئے وہ ہمیشہ ذلیل و خوار رہے۔

تذکرہ - سورۂ مزمل میں خداوند کریم نے اُمتِ پیغمبر کو اُمت موسیٰ سے تشبیہہ دی ہے بنا بریں بنی اسرائیل کے فسادات کی طرح اُمتِ اسلامیہ میں بھی فسادات رونما ہوئے چنانچہ کافی و عیاشی سے منقول ہے امام جعفر صادق علیہ السلام نے پہلے فساد سے مراد حضرت امیرالمومنین کا قتل لیا ہے اور دوسرے فساد سے مراد حضرت امام حسن علیہ السلام کے خلاف بغاوت ہے اور بڑی سرکشی سے مراد امام حسین علیہ السلام کا قتل ہے اور خداوند کریم نے حضرت قائم علیہ السلام کے خروج کا وعدہ فرمایا ہے کہ ان کے ہاتھوں دشمنانِ آلِ محمد کو اپنے کئے کی دنیا میں سزا ملے گی۔

بنی اسرائیل کے فسادات

منقول ہے کہ جب بنی اسرائیل کی بدکاریاں حد سے بڑھ گئیں احکامِ خدا کی مخالفت قتل و غارت گری ظلم و تعدی اور بدعات کی طرف میلان اُن کا شیوہ بن گیا اصلاح کرنے والوں سے تبلیغ کی جرأت سلب کر لی گئی اگر کسی نبی نے زبان کھولی تو حکومتِ وقت کی جانب سے سزائے موت اس کا انجام ہوا پس بعض قتل ہوئے اور بعض کو زمین دوز قید خانوں میں عمر قید کی سزا دی گئی اور بعض ایک وقت کی انتظار کے لئے روپوش رہے بہرکیف ایک وقت تک حکمتِ پروردگار کے ماتحت ان کی رسّی دراز رہی پس خدا نے اُن کی جانب ایک نبی بھیجا جس کا نام شعیاؑ تھا اور یہ حضرت زکریا کے زمانہ سے پہلے تھے اور انہوں نے حضرت عیسیٰ اور حضرت رسالتمآبؐ کی آمد کی پیشین گوئی کی تھی اس زمانہ میں بنی اسرائیل کا بادشاہ ایک صالح نوجوان تھا جو حضرت شعیا کے وعظ و نصیحت سے متاثر تھا اچانک بادشاہ بیمار ہو گیا تو سخارب نامی ایک بادشاہ نے چھ لاکھ فوج کے ساتھ بیت المقدس پر حملہ کر دیا پس شعیا پیغمبر نے دعا مانگی تو خدا نے بنی اسرائیل کے بادشاہ کو شفا عطا فرمائی اور سخارب کی فوج میں دبا پڑ گئی چنانچہ وہ سب کے سب لقمۂ اجل ہو گئے صرف سخارب اور اس کے چار ساتھی بچ کر بھاگے جن کو گرفتار کر لیا گیا اور بحکمِ پروردگار ان کو رہا کیا گیا تاکہ واپس جا کر اپنی قوم کو اپنی سرگزشت سنائیں اس واقعہ کے پورے سات برس بعد سخارب اپنی موت آپ مر گیا۔ اور اس کا پوتا بخت نصر اس کے تخت کا وارث ہوا، اس کی حکومت کے سترہ برس بعد بنی اسرائیل کا بادشاہ مر گیا اور بنی اسرائیل میں تخت و تاج کے معاملہ میں اختلاف و انتشار پھیل گیا اور خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ حضرت شعیا نے ہر چند وعظ و نصیحت کی لیکن وہ نہ مانے اور بالآخر اس کے قتل کے درپے ہو گئے چنانچہ وہ ان کے ڈر سے روپوش ہو گئے۔ بنی اسرائیل کو کسی طرح اُن کا سُراغ مل گیا وہ ایک درخت کے تنے میں چھپے ہوئے تھے پس انہوں نے اس کو آرے سے کاٹ دیا اور وہ شہید ہو گئے اس کے بعد خداوند کریم نے حضرت ہارون کی اولاد سے حضرت ارمیا کو مبعوث فرمایا لیکن ان کی سرکشیوں اور دھاندلیوں کو دیکھ کر انہیں بھی روپوش ہونا پڑا چنانچہ بخت نصر نے اپنے لاؤ لشکر سمیت بیت المقدس کا رُخ کیا۔

ایک روایت میں ہے کہ یہ زانیہ عورت کا بیٹا تھا اور حرامزادہ تھا، اور سخارب کے بعد تخت بابل کا مالک ہوا۔ اس نے بیت المقدس کو خراب کیا اور تورات کو جلا دیا حتیٰ کہ مسجد میں مُردے پھینک دیئے اور ستر یا بہتر ہزار انسانوں کا قتل عام کیا ان کے اموال واملاک لوٹ لیئے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو ستر ہزار کی تعداد میں قید کرکے اپنے ہمراہ بابل لایا پس یہ لوگ ایک سو برس تک مجوسیوں کے غلام رہے اور یہ پہلی دفعہ کا عذاب تھا، اس کے بعد خداوند کریم نے اپنے رحم وکرم سے ان کو چھٹکارا دیا۔ چنانچہ بحکم خدا ایران کا ایک نیک دل بادشاہ کورش نامی اُٹھا جس نے بنی اسرائیل کو حکومتِ بابل کے استبدادی شکنجہ سے آزاد کرا کے واپس بیت المقدس پہنچایا اور مسجد کی از سر نو تعمیر کرائی پس اس بادشاہ کے سائے میں وہ ایک سو برس تک نہایت آباد وشاد گناہوں سے کنارہ کش اور اطاعتِ خدا میں سرشار رہے۔ خداوند کریم نے ان کے مال ورزق میں برکت دی نعمتِ اولاد سے ان کو بہرہ ور کیا پس خوب پھلے پھولے اور پھیلے چنانچہ ان کی تعداد میں معتد بہ اضافہ ہوگیا، لیکن جب نعمتِ خداوندی کے ماتحت بخت یاور ہوا اور رحمتِ پروردگار نے ان کی دستگیری کی تو شیطان نے پھر ان کو کفرانِ نعمت کے راستہ پر لگا لیا پس وہ آہستہ آہستہ راہِ حق کو چھوڑنے اور حدود شرعیہ کو توڑنے لگ گئے بدعات نے سر اٹھا لیا اور ظلم و تعدی بے راہ روی دبے انصافی اور حرام کاری وفحاشی نے ان میں رواج پا لیا پس تورات کے احکام کو انہوں نے پس پشت ڈال دیا گیا اور ہدایت کرنے والوں کا گلا گھونٹ دیا گیا۔ چنانچہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا قتل بھی ان کی سرکشی اور بدمستی کا شاخسانہ تھا۔ منقول ہے کہ بنی اسرائیل کا بدکار وعیاش بادشاہ اپنی عورت کی لڑکی کے ساتھ شادی رچانا چاہتا تھا تو حضرت یحییٰ نے اس کو اس فعل بد سے منع فرمایا جب بیگم کو پتہ چلا کہ میری لڑکی کے حرم سرا میں داخل ہونے سے حضرت یحییٰ مانع ہے تو اس نے بادشاہ کو آپ کے قتل کا مشورہ دیا چنانچہ وہ قتل کر دیئے گئے اور یہ دوسری دفعہ کا فساد ہے

بہر کیف خدا نے روم کے بادشاہ کو ان پر مسلط کیا جس کا نام انطیاخوس مذکور ہے چنانچہ اس نے شہر کو تباہ کیا، مسجد کو ویران کیا اور ان کے ایک لاکھ اسی ہزار مردوں کو تہہ تیغ کیا اور اس کے بعد مسجد خرابہ بنی رہی یہاں تک کہ خلافتِ ثانیہ کے دور میں اس کو از سر نو تعمیر کیا گیا۔ بعضوں نے حضرت یحییٰ کے قتل کے بعد بنی اسرائیل کی تباہ کاری بخت نصر کے ہاتھوں ذکر کی ہے اور یہ واقعہ ہم نے تفسیر کی تیسری جلد ص ۱۲۶ پر ذکر کیا ہے اور منقول ہے کہ پہلے اور دوسرے فساد کے درمیان یا بیت المقدس کی پہلی اور دوسری تباہی کے درمیان دو سو دس برس کا فاصلہ تھا اور خلافت ثانیہ کے بعد سے بیت المقدس ہمیشہ مسلمانوں کے قبضہ میں رہا لیکن گزشتہ ۱۹۶۷ء کی عربوں اور اسرائیلیوں کی جنگ میں جہاں عربوں کے اور کافی علاقے اسرائیلیوں کے پاس چلے گئے۔ وہاں بیت المقدس بھی ان کے قبضہ میں آگیا اور اب اس کو بین الاقوامی شہر بنانے کی تجویز زیر غور ہے۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ

تحقیق یہ قرآن ہدایت کرتا ہے اس (راہ) کی جو بہت سیدھا ہے اور خوشخبری دیتا ہے مومنوں کو جو

الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ﴿۹﴾ وَّاَنَّ الَّذِيْنَ

نیک اعمال بجا لاتے ہیں کہ ان کے لئے بڑا اجر ہے اور تحقیق جو لوگ

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۰﴾ ع

نہیں ایمان لاتے قیامت پر ان کے لئے ہم نے تیار کیا ہے دردناک عذاب

ولائے علیؑ

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ - یعنی قرآن مجید کی دعوت انتہائی سیدھے راستے کی طرف ہے چنانچہ عالم میں جسقدر مذاہب وملل ہیں ۔ سب میں طائر عقل کی پرواز پر پہرہ بٹھایا جاتا ہے پس وہ اپنے مذہبی اصول عقائد میں تقلید اکابر کے پابند ہیں ۔ وہاں اپنے عقائد میں کسی کو کیوں کہنے کی مجال نہیں ۔ لیکن دعوت اسلامیہ میں طائر عقل کو ہر ممکن کوشش سے پرواز کی دعوت عامہ دی گئی ہے بلکہ قرآن نے متعدد مقامات پر اصحابِ عقول کو بار بار للکارا ہے اور ببانگ دہل اعلان کیا ہے کہ جس راستے کی اسلام دعوت دیتا ہے ۔ یہی تمام راستوں سے زیادہ مضبوط اور سیدھا راستہ ہے چنانچہ توحید پروردگار جو دعوت اسلامیہ کی اصل اصیل ہے ۔ قرآن نے اس کو بار بار دہرا کر اربابِ عقل و دانش کو غور و فکر کے لئے جھنجھوڑا ، اور اور ناقابل تردید نفسیاتی و آفاقی براہین وادلہ پیش کر کے انصاف کو فیصل مقرر فرمایا اور دعوتِ اسلامیہ کے علمبردار حضرت پیغمبرؐ نے پھر ایسے اچھوتے اندازِ بیان سے اپنے مشن کی صداقت وحقانیت کو واضح فرمایا کہ کسی ذی ہوش کے لئے مجال انکار نہ رہی اور جن لوگوں نے از راہ تعنت و عناد حضورؐ کو جھٹلایا وہ بھی آپ کی تعلیمات میں قدغن کرنے کی جرأت نہ کر سکے اور حضرت رسالتمآبؐ نے جہاں توحید کا پرچم بلند فرمایا اور ساتھ ساتھ اپنی نبوت کے عقیدہ کی وضاحت فرمائی وہاں اپنے بعد کے لئے حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کو اپنی ساری امت کا پیشوا و امام نامزد فرمایا چنانچہ ہم نے اس مسئلہ کو تمام مسائل اعتقادیہ کے ساتھ اپنی کتاب لمعۃ الانوار میں مدلل و مبرہن واضح کیا ہے ۔ پس قرآن مجید نے جہاں مسئلہ توحید میں سیدھے راہ کی ہدایت فرمائی وہاں مسئلہ نبوت میں بھی اس نے سیدھا راستہ پیش کیا ہے اب اگر تعیین خلافت کے بھنور میں پھنسے ہوئے مسلمانوں کو قرآن سیدھا راستہ نہ بتائے تو اس کا اقوم کی ہدایت کا دعویٰ بے معنی ہوگا ۔ اور حقائق تاریخ و حدیث اس امر کی شاہد ہیں کہ حضرت علیؑ ہی رسولؐ کے بعد امت کا حقیقی پیشرو ہو سکتا ہے کیونکہ امتِ اسلامیہ میں نہ کوئی علیؑ کی طرح قرآن کے اسرار و رموز کو جان سکتا ہے اور نہ فرمان رسالت کی علم و عمل میں مطابقت پیش کر سکتا ہے اور صرف علی ہی ہے جو قرآن و رسولؐ کے فرامین کا عالم و عامل ہے پس وہی امت کا رہبر کامل ہے اور اس کی امامت نبوت کی طرح حدود عالمین کو شامل ہے اور تفسیر اہلبیت میں ہے کہ اس آیت میں اقوم سے مراد ولایت علیؑ ہے

علیؑ - اس مسئلہ کو مدلل اور مبرہن طور پر ہم نے اپنی نو تصنیف کتاب " اسلامی سیاست" میں بیان کیا ہے ۔

اور یہ واضح رہے کہ اصول میں سے ہر ایک کا بیان اپنا اپنا مناسب مقام رکھتا ہے پس جب شرک کا زور تھا اور بت پرستی کا چرچا تھا تو حضرت رسالتمآبؐ کی تبلیغ میں زیادہ زور مسئلہ توحید پر تھا اور عنوان بیان یہی ہوا کرتا تھا قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا یعنی کلمہ توحید پڑھو اور جہنم کی آگ سے آزادی کا پروانہ حاصل کرو۔ بنابریں مکہ میں مسئلہ توحید اور عبادت پروردگار ہی بیان پیغمبرؐ کا اہم موضوع ہوا کرتا تھا اور اسی زمانہ میں قرآن مجید کی اترنے والی آیات میں زیادہ تر اسی قسم کا بیان تھا جس طرح کہ مکی آیات میں غور کرنے سے پتہ چلتا ہے پس جب دعوت توحید کسی حد تک ذہن و دماغ میں اتر چکی اور اسلام کی پہلی اصل دلوں میں گھر چکی تو مسئلہ رسالت موضوع بیان بن گیا۔ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ اور یہود و نصاریٰ کے ساتھ بحث ومباحثہ زیادہ تر اسی مسئلہ کے ماتحت رہا اور مدنی آیات کے مطالعہ سے خوب معلوم ہوتا ہے کہ ان میں توحید کے ساتھ ساتھ مسئلہ نبوت کو کافی اہمیت دی گئی ہے اور جب یہ عقیدہ بھی مسلمانوں میں راسخ ہوگیا تو حضورؐ نے مسئلہ امامت کی طرف عنان توجہ مبذول فرمائی اور ہر مجمع میں حضرت علیؑ کا مقام واضح کیا، چنانچہ حدیث سفینہ حدیث ثقلین، حدیث مواخات، حدیث طیر، حدیث کساء وغیرہ جو تواتر سے ثابت ہیں اسی سلسلہ کی اہم کڑیاں ہیں اور پھر حجۃ الوداع سے واپسی پر بمقام خم غدیر میں تو صاف اعلان فرمادیا کہ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اور ایک لاکھ بیس ہزار حاجیوں کی موجودگی میں علی کو اپنے بعد امت کا سربراہ بنایا۔ چنانچہ تمام صحابہ نے حضرت علی کو اس عہدہ پر مبارکباد بھی پیش کی۔ پس اسی نظریہ اور طریقہ کے ماتحت منکرین توحید کی کثرت مسئلہ توحید کو اہم کردیتی ہے اور منکرین نبوت کی کثرت مسئلہ نبوت کے بیان کو اہم بنادیتی ہے اسی طرح منکرین ولایت کی کثرت اس امر کی مقتضی ہے کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے فضائل ومناقب کو عام کیا جائے تاکہ گم گشتگان راہ ولایت صراط مستقیم کو تلاش کرسکیں اور یہی وجہ ہے کہ شیعی منابر فضائل مرتضوی کے لئے مخصوص کردیئے گئے اور آل محمدؐ کے فضائل میں ان کے مصائب کے بیان کو بھی بہت بڑا دخل ہے بلکہ درحقیقت مصائب اہل بیت ان کے فضائل کا نکھار و نچوڑ ہیں اور انہی کے ذریعے سے ان کے مناقب کو صحیح طور پر پرکھا جاسکتا ہے پس شیعی مجالس انہی مقاصد کیلئے وقف کردی گئیں تاکہ ناواقف لوگ ان کے مقام کو سمجھ کر ان سے تمسک کریں اور ان سے ولا رکھنے والے ان کے فضائل ومناقب سن سمجھ کر ان کے نقوش قدم کو اپنے لئے مشعل راہ قرار دیں لیکن نہایت افسوس کا مقام ہے کہ ان مجالس کو روح حقیقت سے الگ کردیا گیا اور دور حاضر میں تو یہ مجالس ایک اکھاڑا کی شکل اختیار کرگئیں شیعہ کہلوانے والے آل محمدؐ کے نام سے آشنا ہیں اور ان کے کام سے ناآشنا ان کے فضائل پر خوش ہوتے ہیں لیکن ان کی سیرت کو اپنانے سے گریز کرتے ہیں۔ ان کو نیکوں سے محبت ہے نیکی سے نہیں بُروں سے نفرت ہے برائی سے نہیں اسی طرح حسینؑ سے محبت ہے حسینیت سے نہیں اور یزید سے نفرت ہے لیکن یزیدیت سے نفرت نہیں ہے حالانکہ درحقیقت یہ مجالس ومحافل ناموس اسلام کی بقاء کی خاطر معرض وجود میں آئیں چنانچہ آیت ۸۰ کی تفسیر کے ذیل میں بروایت ابن بابویہ تفسیر برہان میں امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے۔ مَنْ تَذَكَّرَ مُصَابَنَا فَبَكٰى اَوْ اَبْكٰى لَمْ تَبْكِ عَيْنُهٗ يَوْمَ تَبْكِي الْعُيُوْنُ وَمَنْ جَلَسَ مَجْلِسًا يُحْيٰى فِيْهِ اَمْرُنَا لَمْ يَمُتْ قَلْبُهٗ يَوْمَ يَمُوْتُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ۔ ترجمہ: جو ہماری مصیبت کو یاد کرے پس

خود روئے یا کسی کو رلائے تو اس کی آنکھ اس دن نہ روئے گی جس دن عام آنکھیں رونے والی ہوں گی اور جو شخص ایسی مجلس میں بیٹھے جس میں ہماری شریعت کو زندہ کیا جارہا ہو تو اس کا دل اس دن مردہ نہ ہوگا جس دن عام دلوں پر مردنی چھائی ہوگی اور یقیناً ایسے لوگ، آئمہ کی ناراضگی کا محل ہوں گے جو زبان سے اہل بیت کی سیرت کی تعریف کریں اور عمل سے اسکی مخالفت و دشمنی کا کردار ادا کریں

آج کل کی مسموم فضا میں تو آل محمدؐ کی ذاکری دولت کمانے کا فن بن چکی ہے اور گلوکار لوگ اس میں زیادہ مقبولیت حاصل کرتے چلے جارہے ہیں اور جس گانے کو شریعتِ مقدسہ نے حرام کہا تھا اس کو فضائل اہل بیت کی آڑ میں ذاکری کا نام دیا جاتا ہے فلم کاری اور گلوکاری کے پرستاروں کو سیرت اہل بیت کے ذریعے سے راہ حق پر لانے کی بجائے سیرت اہل بیت کے علمبرداروں نے ذاکری کے فلمیانے کا پروگرام مرتب کر لیا ہے پس ذاکری نے فلم کا روپ دھار لیا اور گلوکاری مجلس کا مال بن کر رہ گئی اور جو بھی اس طرز عمل کے خلاف زبان کھولے اس کو دشمن عزاداری بلکہ وہابی کے بدترین القاب سے یاد کیا جاتا ہے اور گلوکار طبقہ کو ایسے علماء سوء کی تائید بھی حاصل ہے جو وادیٔ علم کی خود رو پیداوار کی حیثیت رکھتے ہیں وہ میدان علم میں تو وقار پیدا نہیں کر سکتے لہٰذا میدان تقریر میں علمائے اعلام کے خلاف زبان درازی کے ذریعے سے اپنا علمی رُعب قائم کرنا چاہتے ہیں بنا بریں فضائل آل محمدؐ کے بہانے سے انہوں نے دامن توحید پروردگار میں ہاتھ ڈالنے کی بھی افسوسناک جسارت کی چنانچہ وہ آل محمدؐ کو خالق و رازق و محی و ممیت کہہ کر عوام کے جذبات سے کھیلتے ہوئے ایک طرف تو ان کے ایمان کا ستیاناس کرتے ہیں اور دوسری طرف ان کے حلوے مانڈے کھا کر ان کے مال کے راہزن ہیں اسی لئے وہ حق گو علماء کو وہابی کہہ کے گانے والوں کی حمایت حاصل کرتے ہیں اور ان کو دین سے بے بہرہ کرتے ہوئے علماء پر کیچڑ اُچھالنے کی جرأت دلاتے ہیں پس علماء اسلام اب ایک زبردست آزمائش کے مقام پر کھڑے ہیں کیونکہ اغیار کو ولاء کا درس دینے کی بجائے شیعان آل محمدؐ کو ان بھیڑیا صفت غدار مولویوں اور درندہ قسم کے بدلگام پادریوں کی مشرکانہ تعلیم سے بچانا ضروری ہے اور گانے والے لوگ اس قدر خطرناک نہیں جتنا کہ علماء سوء خطرناک ہیں بلکہ گانے والوں کو علماء کے خلاف زبان کھولنے کی جرأت ہی نہ ہوتی اگر یہ ان کی تائید نہ کرتے۔ پس حق بیان کرنے والے علماء کا فریضہ ہے کہ مسئلہ توحید کو نظر انداز نہ کریں اور سادہ لوح شیعوں کے اذہان میں مقام توحید مقام نبوّت اور مقام ولایت کو اس طرح راسخ کریں کہ مشرکانہ بیان ان کے ایمان کی ناؤ کو نہ ڈبو سکے اور وہ ان فن کار مولویوں کے ہتھکنڈوں سے متاثر نہ ہو سکیں اور اس وقت ولائے آل محمدؐ کا علماء حقہ سے اہم تقاضا یہی ہے اور دَور حاضر میں مقام توحید کی وضاحت یقیناً جہاد اکبر ہے پس لوگوں کی دشنام طرازیوں اور بدزبانیوں سے گھبرانے کی بجائے سیرت محمدؐ و آل محمدؐ پر چلتے ہوئے پرچم اسلام کو بلند کرنا اور بلند رکھنا ہر باضمیر مسلمان کا فریضہ ہے اور علماء پر یہ فریضہ اپنی علمی حیثیت کے ماتحت دوسرے فرائض سے اہم ہے

اَجۡرًا کَبِیۡرًا۔ ثواب کو اجر سے تعبیر کرنا اس کا فضل و امتنان ہے کیونکہ اجر وہ ہے جو کسی مزدوری کے بدلہ میں بطور صلہ کے ملے اور انسان جس قدر عبادت کرے وہ پروردگار کے سابق احسانات کا شکر نہیں ہو سکتی، چہ جائیکہ کسی اجر کا استحقاق حاصل کرے۔ اس مقام پر مقصد یہ ہے کہ جس طرح مزدوری کرنے والا اُجرت کا حقدار ہوتا ہے اور مالک پر اس اُجرت کا ادا کرنا واجب ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ نے جس طرح ابتداءً اپنے فضل و کرم سے انسان کو زیور وجود سے آراستہ فرمایا اسی طرح اس نے نیک عمل کرنے والوں کے لئے اپنے فضل و کرم سے

وَيَدْعُ الْإِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ وَكَانَ الْإِنْسَانُ عَجُولًا ﴿۱۱﴾ وَ

اور مانگتا ہے انسان شر مثل مانگنے خیر کے اور انسان جلد باز ہے اور

جَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَا اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَا اٰيَةَ النَّهَارِ

ہم نے بنایا رات اور دن کو دو نشانیاں پس محو کیا ہم نے رات کی نشانی کو اور بنایا ہم نے دن کی نشانی کو

مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ

روشن تاکہ تلاش کرو رزق اپنے پروردگار سے اور تاکہ جانو آسمانوں کی تعداد اور حساب کو

وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ﴿۱۲﴾

اور ہر شئے کو ہم نے خوب واضح کر دیا ہے

آخرت میں جنّت کا گھر تیار فرمایا اور اس کو جنّت دینا اپنی ذات پر واجب قرار دیا جس طرح کسی مزدور کی اُجرت مالک پر واجب ہوا کرتی ہے یہ وجوب اس معنی میں نہیں کہ اُسے کسی باز پرس کا خطرہ ہے بلکہ یہ وجوب اس کا لُطف و احسان ہے۔

کبیر کا لفظ بھی قابل غور ہے کیونکہ جیسا منہ ویسی بات۔ پس جس کو اللہ کبیر کہے کیا مجال ہے کہ انسان اس کا تصور بھی کر سکے اسی لئے تو وارد ہے کہ ادنیٰ جنتی کو بھی جو مکان جنّت عطا ہو گا وہ اس دنیا اور اس کی نعمات سے بڑا ہو گا اور جب پست ترین جنّت کا یہ حال ہے تو اعلیٰ مراتب کی کیا کیفیت ہو گی، چنانچہ ایک روایت مشہور ہے کہ ایک دفعہ ایک فرشتے نے سیر جنّت کی خواہش کی تو خدا نے اس کو اجازت دے دی۔ پس ستر ہزار سال پرواز کرتا رہا آخر کار تھک گیا پھر دوبارہ حسب خواہش طاقت ملی اور اتنی مقدار پرواز کی پھر سہ بار پرواز کر کے ایک دیوار پر سیر کی حسرت لے کر بیٹھ گیا تو ایک عورت نکلی اور ازراہ تعجب فرشتے سے طول پرواز کی وجہ دریافت کی اس نے سیر جنّت کی خواہش کو دہرایا تو اس نیک بخت نے جواب دیا کہ ابھی تک تو تو نے میرے گھر کا احاطہ نہیں کیا باقی جنت کو کب دیکھے گا اور میں تو حضرت علیؑ کے شیعوں میں سے ایک کنیز ہوں۔ بالعظمۃ للّٰہ۔

رکوع نمبر ۲

وَيَدْعُ الْإِنْسَانُ۔ قاعدہ عربی کے لحاظ سے یَدْعُوْ ہونا چاہیے تھا لیکن تمام قرآنوں میں یَدْعُ لکھا گیا ہے اور یہ فرق فقط تحریری ہے ورنہ پڑھنے میں کوئی فرق نہیں پڑتا اور آیت مجیدہ کے معنی میں تین قول ہیں (۱) انسان غیظ و غضب کے عالم میں اپنے لئے برائی کی دُعا اس طرح کرتا ہے جس طرح حواس کی سلامتی کی صورت میں اچھائی کی دُعا کیا کرتا ہے اور یہ انسان کی جلد بازی کا ہی نتیجہ ہے پس اگر خدا اس کیلئے دعائے شر کو قبول کرتا تو وہ ہلاک ہو جاتا، لیکن خدا اپنے فضل و کرم سے اس کو مستجاب نہیں فرماتا (۲) یعنی انسان نفع کی خواہش کے لئے بعض اوقات ایسی چیز طلب کرتا ہے جو اس کے لئے نقصان دہ ہوا کرتی ہے (۳) انسان طلب حرام کے لئے اس طرح دعا کرتا ہے جس طرح طلب مباح کے لئے مانگتا ہے اور یہ اس

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ؕ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا

اور ہر انسان ہم نے طوق ڈال دیا اس کے عمل کا اس کی گردن میں اور ہم نکالیں گے اس کے لئے بروز قیامت کتاب

يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ﴿۱۳﴾ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ

کہ اس کو کھلا ہوا پائے گا (اس کو حکم ہوگا) کہ اپنی کتاب کو پڑھ خود تیرا نفس آج تجھ سے حساب لینے کے لئے کافی ہے۔

حَسِيْبًا ﴿۱۴﴾ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا

جو ہدایت پائے گا تو اس کے نفس کو فائدہ ہوگا اور جو گمراہ ہوگا تو اس کا ضرر اسی کو

يَضِلُّ عَلَيْهَا ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى

ہی ہوگا اور نہ اٹھائے گا کوئی اٹھانے والا بوجھ دوسرے کا اور ہم کسی کو عذاب نہیں کرتے یہاں تک کہ ہم

کی فطری جلد بازی کے نتائج میں سے ہے، ورنہ اگر حلیم الطبع ہو کر سوچنے کی تکلیف کرتا تو ایسا غلط اقدام نہ کرتا اور مروی ہے کہ انہوں نے اٹھنے کا ارادہ کیا پس گر پڑے پس ان کی اولاد میں یہی جلد بازی ان کی فطرت بن گئی۔

وَجَعَلْنَا۔ یعنی دن رات قدرتِ پروردگار اور اس کی حکمت کی دو نشانیاں ہیں مثلاً دن کو کمانا اور رات کو آرام کرنا۔ پھر ان میں کمی و بیشی نیزان کا ایک دوسرے کی جگہ تبدیل ہونا وجود خالق اور اس کی توحید کی ناقابل تردید دلیلیں ہیں۔

فَمَحَوْنَا۔ اس کے معنی میں تین قول ہیں۔ (۱) آیۃ اللیل سے مراد چاند اور آیۃ النہار سے مراد سورج ہے یعنی چاند کو ہم نے تاریک بنایا تاکہ دن کے تھکے ماندے لوگ آرام کر سکیں اور سورج کو روشن بنایا تاکہ آرام کے بعد تر و تازہ ہو کر کام کاج میں مشغول ہو کر آبادیٔ زمین اور اس کی چہل پہل میں حصہ لیں اور رزق حلال کمائیں اور تفسیر صافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ چاند کی سطح پر کلمہ توحید و کلمہ نبوت اور علی کا امیر المومنین ہونا تحریر ہے اور یہ وہ سیاہی ہے جو ہمیں نظر آتی ہے

(۲) آیۃ اللیل سے مراد اندھیرا اور آیۃ النہار سے مراد روشنی ہے اور معنی یہ ہے کہ رات کے اندھیرے کو ہم دن کی روشنی سے محو کرتے ہیں اور دن کی روشنی کو رات کے اندھیرے سے محو کرتے ہیں پس محو کو ایک کے ساتھ ذکر کر کے دوسری نشانی میں بھی مراد لے لیا ہے

(۳) آیۃ اللیل اور آیۃ النہار میں اضافت بیانیہ ہے پس آیۃ اللیل کا معنی ہے رات جو قدرت پروردگار کی نشانی ہے آیۃ النہار سے مراد دن جو قدرتِ خداوندی کی نشانی ہے۔ پس رات کو محو کیا گیا کہ اس میں کوئی شے نظر نہیں آتی جس طرح محو شدہ تحریر نظر نہیں آسکتی اور دن کو مبصر بنایا گیا کہ اس میں ہر شی نظر آسکتی ہے۔

وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ۔ اس کی تفسیر کے لئے جلد ۴ صفحہ ۱۴۷ تا صفحہ ۱۵۲ ملاحظہ فرمائیں۔ (پہلا ایڈیشن)

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ اس کا لغوی معنی تو یہ ہے کہ ہم نے لازم کر دیا اس کا طائر اس کی گردن میں اور طائر سے مراد

نَبۡعَثَ رَسُوۡلًا ﴿۱۵﴾ وَاِذَاۤ اَرَدۡنَاۤ اَنۡ نُّهۡلِكَ قَرۡيَةً اَمَرۡنَا مُتۡرَفِيۡهَا

بھیجیں رسول اور جب ہم چاہیں کسی بستی کو ہلاک کرنا تو ہم حکم دیتے ہیں بڑے بڑوں کو (اطاعت کا)

فَفَسَقُوۡا فِيۡهَا فَحَقَّ عَلَيۡهَا الۡقَوۡلُ فَدَمَّرۡنٰهَا تَدۡمِيۡرًا ﴿۱۶﴾ وَكَمۡ اَهۡلَكۡنَا مِنَ

پس وہ نافرمانی کرتے ہیں تو ثابت ہوجاتی ہے ان پر بات پس ہلاک کرتے ہیں اُن کو اچھی طرح اور کس قدر ہلاک کیں ہم نے امتیں

الۡقُرُوۡنِ مِنۡۢ بَعۡدِ نُوۡحٍ‌ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوۡبِ عِبَادِهٖ خَبِيۡرًاۢ بَصِيۡرًا ﴿۱۷﴾

نوح کے بعد؟ اور تیرا پروردگار اپنے بندوں کے گناہوں پر دانا و بینا ہونے کے لئے کافی ہے۔

عمل ہے اور گردن میں لازم کرنا طوق ڈالنے سے کنایہ کیا گیا ہے اسی بناء پر ہم نے مرادی ترجمہ کیا ہے اور قرآن مجید میں دوسرے مقام پر بھی طائر سے مراد عمل لیا گیا ہے۔ جیسے طَائِرُكُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ اور طَائِرُكُمۡ مَعَكُمۡ۔

اِقۡرَاۡ كِتٰبَكَ۔ یعنی قیامت کے دن ہر شخص کو اپنا اعمال نامہ دیا جائے گا اور ارشاد ہوگا کہ خود پڑھو اور تم اپنے نفس کا خود ہی حساب لے لو۔ تفسیر مجمع البیان میں بروایت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ انسان کو اپنے تمام اعمال یاد آجائیں گے جس طرح کہ اس نے ابھی کئے ہوں اسی لئے تو کہے گا کہ ہائے یہ کیسی کتاب ہے کہ میرا کوئی چھوٹا یا بڑا عمل ایسا نہیں جو اس میں درج نہ ہو۔

وَمَا كُنَّا۔ آیت مجیدہ میں صاف اعلان ہے کہ جب تک خداوند کریم کی طرف سے رسول کے ذریعے اتمام حجت نہ ہوجائے کسی قوم پر عذاب نہیں آتا اور یہ عین لطف و کرم ہے اور رسول کے جانشین اور قائم مقام بھی رسول کے حکم میں ہیں۔ پس جن لوگوں کے پاس رسول آیا یا اس کا قائم مقام امام آیا یا امام کے نمائندے وقت کے علماء کے ذریعے سے ان تک پیغام حق پہنچ گیا تو اتمام حجت ہوگئی چنانچہ آجکل علماء وقت ہی اتمام حجت کا فریضہ ادا کر رہے ہیں لہٰذا جن لوگوں تک رسولؐ کا پیغام علماء کے ذریعے سے پہنچ جائے گا ان کا بروز محشر عذر مسموع نہ ہوگا۔ ہاں جن لوگوں تک یہ پیغام نہ پہنچ سکے گا وہ معذور سمجھے جائیں گے البتہ حجیت عقل کے ماتحت جہاں تک لوگ قابل گرفت ہوں گے ممکن ہے کہ ان سے باز پرس ہو۔

وَاِذَاۤ اَرَدۡنَا۔ اس میں شک نہیں کہ جس طرح جرم سے پہلے سزا نہیں دی جاسکتی اسی طرح جرم سے پہلے سزا کا ارادہ بھی نہیں کیا جاسکتا اور آیت میں ہلاک ہونے والی قوم کی معصیت سے ارادۂ عذاب پہلے ظاہر ہوتا ہے حالانکہ یہ کسی صورت میں مستحسن نہیں پس آیت مجیدہ کی مفسرین نے چند توجیہات کی ہیں (۱) جب ہم کسی بستی والوں کو اتمام حجت کے بعد معذب کرنا چاہیں تو اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ہم وہاں کے امراء و رؤسا کو اطاعت دین کا حکم بھیجتے ہیں پس وہ اسکی نافرمانی کرکے فسق کے مرتکب ہوتے ہیں تو ان پر کلمۂ عذاب ثابت ہوجاتا ہے پس ان کو گرفتار عذاب کر لیتے ہیں حکم شرعی اگرچہ بڑوں اور

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ

جو چاہے دنیا کا فائدہ تو ہم اس کو دنیا میں دے دیتے ہیں جو ہم چاہیں جس کے لئے چاہیں پھر

جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلٰهَا مَذْمُومًا مَّدْحُورًا ﴿۱۸﴾ وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ

کرتے ہیں اس کا انجام جہنم کہ اس میں ذلیل و خوار ہو کر جلے گا اور جو چاہے آخرت کو

وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُورًا ﴿۱۹﴾ كُلًّا نُّمِدُّ

اور اس کے لئے کوشش کرے درحالیکہ مومن بھی ہو تو ایسے لوگوں کی کوشش بشکریہ قبول ہوگی

هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ ۚ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا ﴿۲۰﴾

ہر ایک کو ہم مدد دیتے ہیں ان کو اور اُن کو بھی تیرے رب کی مہربانی سے اور تیرے رب کی مہربانی ممنوع نہیں۔

اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۚ وَلَلْآخِرَةُ أَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّأَكْبَرُ تَفْضِيلًا ﴿۲۱﴾

(کافروں سے) دیکھو کس طرح ہم نے بعض کو بعض پر زیادتی دیدی اور آخرت کے درجات بڑے ہیں اور ان میں ایک کی دوسرے پر زیادتی بھی بہت کچھ ہے

چھوٹوں سب کے لئے یکساں ہوتا ہے لیکن چونکہ چھوٹا طبقہ بالعموم بڑوں کے اشاروں پر چلتا ہے بنابریں اتمام حجت کا مورد بڑے بڑوں کو قرار دیا گیا اور اس توجیہ سے اس آیت کا معنی گذشتہ آیت کے معنی کی تفصیل بن جائے گا کہ وہاں ارشاد ہے ہم کسی پر عذاب نہیں بھیجتے جب تک کہ رسول نہ بھیجیں (۲) اَمَرْنَا ترکیب نحوی کے لحاظ سے قَرْيَةً کی صفت ہے اور معنی یہ ہوگا کہ جب ہم کسی ایسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کریں جس کو ہم نے اطاعتِ دین کا حکم دے کر اتمامِ حجت پہلے کر دی ہو اور انہوں نے ارتکاب مخالفت کر کے راہِ فسق اختیار کرتے ہوئے عذاب کا استحقاق پیدا کر لیا ہو اور ہم نے ان کو تباہ کر ڈالا ہو اس بنا پر اِذَا شرطیہ کا جواب محذوف ہوگا کیونکہ کلام میں اس پر دلالت موجود ہے (۳) عبارت میں تقدیم و تاخیر ہے۔ جس طرح آیت وضو میں ہے کہ جب نماز کے لئے کھڑے ہو تو وضو کر لیا کرو حالانکہ وضو کا حکم قیام سے پہلے ہوتا ہے (۴) مجاز ہے اور مقصد یہ ہے کہ جب کسی قوم کے عذاب کے ایام قریب ہوتے ہیں تو ان کے بڑے بڑوں میں فسق و فجور عام ہو جاتا ہے اور چھوٹے بھی ان کے ساتھ شریک جرم ہو جاتے ہیں پس عذاب خداوندی ان کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے جسطرح کہا جاتا ہے کہ جب کسی کے مرنے کا ارادہ ہو تو وہ کھانے پینے میں بداحتیاط ہو کر بیماری کو اپنی جانب کھینچ لاتا ہے اور آخر کار زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔

فَدَمَّرْنَا۔ دمار، تبار اور ہلاک مترادف لفظ ہیں۔

اَلْقُرُوْنَ ۔ قرن کی جمع ہے اس کی تحدید ۱۲۰ برس یا ۱۰۰ برس یا ۸۰ برس یا ۴۰ برس باختلاف آراء کی گئی ہے اور اس مقام پر

نسلاً بعد نسل گذشتہ اقوام مراد لی گئی ہیں۔

مَنْ كَانَ ۔ یعنی دنیا کے طالبوں کو دنیاوی منفعت عطا ہوتی ہے اور وہ بھی مشیت پروردگار کے ماتحت جس کے لئے جسقدر وہ چاہے زیادہ یا کم جلدی یا دیر سے حسب مصلحت عطا فرماتا ہے۔

مَدْحُوْرًا ۔ یہ دحر سے ہے اور اس کا معنی ہے دور ہونا۔

كُلًّا نُمِدُّ ۔ یعنی خواہ کوئی کافر و فاسق ہو یا مومن صالح ہو دنیاوی عطا میں ان کو اور اُن کو دینے میں ہم فرق نہیں کرتے۔ پس مومن کو چاہیئے کہ اللہ سے آخرت طلب کرے کیونکہ اس صورت میں اس کو آخرت بھی مل جائے گی اور دنیاوی منفعت سے بھی محروم نہ رہے گا لیکن کافر کے لئے تو آخرت میں کچھ نہیں ہے۔ ویسے مومن کے لئے دنیا میں طلب حلال ممنوع نہیں ہے۔ بلکہ اسی میں بھی وہ نفع آخرت کا پہلو رکھ سکتا ہے مثلاً یہ کہے اے اللہ مجھے رزق حلال عطا فرما تاکہ بے فکر ہو کر تیری عبادت کرسکوں پس اس کو دنیا و آخرت دونوں کی بھلائی نصیب ہوگی۔

اُنْظُرْ ۔ یعنی دنیاوی اعتبار سے لوگوں کو ایک جیسا نہیں بنایا گیا کوئی بیمار کوئی تندرست کوئی طاقتور کوئی کمزور کوئی آقا اور کوئی غلام ہے۔ لیکن اس کے بعد درجات آخرت میں جو فرق ہوگا وہ اس سے کہیں بڑھ کر ہے وہاں مومنوں کو اپنے عقائد و اعمال کے لحاظ سے درجات جنت میں ایک کو دوسرے سے فضیلت ملے گی اور کفار و مشرکین و منافقین کو اپنے عقائد فاسدہ اور اعمال کاسدہ کے تفاوت سے درکاتِ جہنم میں عذاب کا حصہ ملے گا۔

لَا تَجْعَلْ ۔ خطاب جناب سرورِ کائنات کو ہے اور مراد ساری اُمت ہے۔

رکوع نمبر ۳ حقوق والدین

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۔ آیت مجیدہ میں ہے کہ ماں باپ دونو یا اُن میں سے ایک بڑھاپے کے عالم میں ہوں تو اُن کے ساتھ احسان کا برتاؤ ضروری ہے ویسے تو زندگی کے ہر دور میں اولاد پر والدین کی خدمت و اطاعت واجب ہے لیکن بڑھاپے کا زمانہ چونکہ خاص توجہ چاہتا ہے اس لئے اس زمانہ میں والدین کی خدمت کا خاص طور پر حکم صادر فرمایا۔

فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ ۔ تفسیر مجمع البیان میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اگر اُف سے مختصر کوئی لفظ ہوتا تو والدین کی نافرمانی سے بچنے کے لئے خدا اس سے بھی منع فرماتا اور دوسری روایت میں ہے کہ کم از کم لفظ جو انسان کو والدین کا عاق بنا دیتا ہے ۔ وہ اُف ہے الخ ایک حدیث میں ہے کہ جو والدین کا عاق ہو وہ جس قدر بھی اعمال کرے جنت میں داخل نہ ہوگا۔

اور والدین کا حق ہے کہ اگر وہ بوڑھے ہو جائیں حتیٰ کہ حاجات ضروریہ کے لئے بھی نہ جا سکیں یا اپنے بستر پر ان کا پیشاب یا پاخانہ نکل جائے تو ان سے نفرت نہ کرے بلکہ اُن سے غلاظت کو اس طرح پاک کرے جس طرح وہ اس کے بچپنے میں کیا کرتے تھے عام طور پر کسی بات سے تنگ دل ہونے والا آدمی اُف کا کلمہ زبان پر جاری کیا کرتا ہے خداوند کریم نے والدین کی

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿۲۲﴾ وَقَضٰی

نہ بناؤ اللہ کے ساتھ معبود ورنہ ذلیل و رسوا رہو گے اور فیصلہ کیا

رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ

تیرے رب نے کہ نہ عبادت کرو مگر صرف اسی کی اور والدین کے ساتھ نیکی کرو اگر پہنچیں تیرے سامنے

الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَ

بڑھاپے کو ایک یا دونو تو اُن کو اُف تک نہ کہو اور ان کو نہ جھڑکو اور

قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ

اُن سے شائستہ بات کرو اور جھکاؤ ان کے لئے بازو

خدمت میں اولاد کو اُف تک کہنے کی بھی اجازت نہیں دی اور مجمع البیان میں ایک ضرب المثل نقل کی گئی ہے کہ والدین کے اطاعت گزار کو کہا جاتا ہے اَبَرُّ مِنَ النَّسْرِ یعنی وہ گدھ سے بھی زیادہ فرمانبردار ہے کہتے ہیں کہ جب بوڑھی ہو جائے تو اس کے بچے آکر اس کو دانہ بھراتے ہیں جس طرح پرندے اپنے بچوں کو بھرایا کرتے ہیں۔

تفسیر برہان میں بروایت کلینی امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ احسان یہ ہے کہ اُن کی اچھی خدمت کی جائے اور اشیائے ضروریہ طلب کرنے سے پہلے ان کو مہیا کر دی جائیں۔ آگے چل کر آپ نے فرمایا اگر ان کی طویل خدمت میں تھکان بھی آجائے تو منہ سے اُف نہ نکلے اگر وہ مارنے لگ جائیں تو اُن کے سامنے آواز بلند نہ کی جائے اور اُن کے حق میں اچھی بات منہ سے نکالے مثلاً یہ کہ خدا تمہیں بخشے اور یہ قول کریم ہے ماں باپ کی طرف شوخی سے گھور کر نہ دیکھا جائے بلکہ نیچی نظر سے انکساری کے ساتھ اُن کی طرف نگاہ اٹھائے اپنی آواز کو اُن کی آواز سے بلند نہ کرے اور اپنے ہاتھ ان کے ہاتھ سے اونچا نہ کرے اور نہ آگے بڑھ کر چلے۔

قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا۔ یعنی والدین کی زندگی میں اور ان کی وفات کے بعد اُن کے لئے یہ دعا کرنی چاہیئے جبکہ وہ مومن ہوں اور حدیث نبوی میں ہے بنی سلمہ میں سے ایک شخص نے حضرت رسالت مآبؐ سے دریافت کیا کہ والدین کے مرنے کے بعد کونسی نیکی ہے جو میں اُن کے لئے بجالاؤں تو آپ نے فرمایا اُن کے لئے دُعا کرو اور اللہ سے بخشش طلب کرو اس کے بعد اُن کے وعدوں کو پورا کرو، اُن کے دوستوں کی عزت کرو اور ان کے قریبیوں کے ساتھ صلہ رحمی کرو اسی بناء پر والدین کی قضا نمازیں و دیگر واجبات اولاد پر واجب ہیں جو تفصیل سے کتب فقہ میں مذکور ہیں، نیز نماز ہدیہ والدین اولاد کے لئے مستحب ہے

الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِي صَغِيرًا ﴿٢٤﴾

نرمی کے از راہ شفقت اور دعا مانگو اے رب تو ان پر رحم کر جس طرح انہوں نے بچپنے سے میری پرورش فرمائی

رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ إِن تَكُونُوا صٰلِحِينَ فَإِنَّهُ كَانَ لِلْأَوَّابِينَ

تمہارا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے اگر تم نیک ہو گے تو وہ توبہ کرنے والوں کو بخشنے

جس کا طریقہ کتب اعمال میں موجود ہے۔

تفسیر صافی میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے ایک شخص نے اولاد پہ والد کے حقوق کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا اس کا حق یہ ہے کہ اس کو نام سے نہ بلائے اُس کے آگے نہ چلے اس سے پہلے نہ بیٹھے اور اس کو گالیاں دلوانے کا سبب نہ بنے اور مروی ہے کہ حذیفہ نے ایک جنگ میں حضورؐ سے اپنے باپ کے قتل کی اجازت طلب کی تھی جو مشرکین کی فوج میں تھا تو آپ نے فرمایا کہ تم ایسا نہ کرو یہ کام کوئی دوسرا کرلے گا اور مہمان ہمسایہ اور والدین اگرچہ کافر ہوں۔ اُن کی عزت کرنے کا حکم ہے۔

ایک روایت میں میں نے کہیں دیکھا ہے کہ ماں کا ایام حمل میں بستر خواب پر پوری احتیاط سے کروٹ بدلنے کا عوض نہیں ہو سکتا اگرچہ اولاد ساری زندگی اس کی خدمت و اطاعت میں گذار دے اور کافی میں ہے حضورؐ نے ایک نوجوان کو فرمایا کہ تیری ضعیفہ ماں کا محبت بھری نگاہوں سے تیری طرف دیکھنا اور خوش ہونا تیرے لئے میرے ساتھ کئے ہوئے کئی جہادوں سے افضل ہے۔

رَبُّكُمْ أَعْلَمُ ۔ یعنی اپنے دل میں اگر کوئی شخص والدین کا احترام رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو خداوند کریم قلبی حالات کو خوب جانتا ہے اور مروی ہے کہ بعض اولاد والدین کی زندگی میں اطاعت گزار ہو گی لیکن ان کے مرنے کے بعد ان کے لئے کار خیر نہ بجالائے گی پس وہ عاق محشور ہو گی اور بعض ان کی زندگی میں عاق ہو گی لیکن ان کے مرنے کے بعد ان کے حقوق و واجبات ادا کرے گی اور ان کے لئے کار خیر بجالائے گی وہ بروز محشر والدین کی اطاعت گزار محشور ہو گی۔

لِلْأَوَّابِينَ ۔ اس کا معنی توابین ہے اور تفسیر برہان میں ابن بابویہ سے مروی ہے کہ جناب بتول معظمہ چار رکعت نماز پڑھتی تھیں ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد پچاس مرتبہ سورہ توحید پڑھا کرتی تھیں اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا یہ اوابین کی نماز ہے۔

حدیث فدک

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى ۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے جب قافلہ اسیران اہل بیت کو عبید اللہ بن زیاد نے کوفہ سے شام کی طرف روانہ کیا تو ایک شامی مرد سے امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنا تعارف اس طرح کرایا کہ کیا تو نے قرآن پڑھا ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں! آپ نے فرمایا کیا تو نے یہ آیت پڑھی ہے وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ تو وہ کہنے لگا کیا آپ لوگ وہی ذوالقربیٰ ہیں جن کو حق دینے کا خدا نے حکم دیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا ہاں

غَفُوْرًا ﴿٢٥﴾ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ

والا ہے اور دو قرابت دار کو اپنا حق اور مسکین مسافر کو اور نہ حد سے زیادہ

تَبْذِيْرًا ﴿٢٦﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ

خرچ کرو تحقیق حد سے زیادہ خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔ اور شیطان اپنے

لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿٢٧﴾ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاۗءَ رَحْمَةٍ مِّنْ

رب کا منکر ہے اور اگر تو ان سے منہ پھیرلے اپنے رب کی رحمت کو چاہتے

رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿٢٨﴾ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً

ہوئے جس کی تم کو اُمید ہے تو کہہ ان کو بات آسان (عمدہ) اور نہ کرو اپنے ہاتھ کو بند

اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿٢٩﴾

طرف اپنی گردن کے اور نہ پھیلاؤ پورا پھیلانا کہ بیٹھ جاؤ غیر ممدوح اور حسرت کی حالت میں

ہم وہی ہیں۔ کتب مقاتل میں یہ روایت مذکور ہے۔

تفسیر برہان میں بروایت کلینی منقول ہے کہ جب مہدی خلیفۂ عباسی نے لوگوں کو اپنے حقوق واپس دلوائے تو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا اے امیر ہمارے حقوق واپس کیوں نہیں دلوائے جاتے؟ مہدی نے پوچھا وہ کیسے؟ تو آپ نے فرمایا جب خدا نے حضرت رسالتمآبؐ کو فدک اور اس کے گرد ونواح پر فتح ونصرت عطا فرمائی تو یہ زمین بغیر لڑائی وجہاد کے چونکہ ہاتھ آئی (لہٰذا اس میں مسلمانوں کا حصہ نہیں تھا) اور خُدا نے اپنے رسولؐ پر آیت بھیجی۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ۔ اور جبرئیل یہ حکم لایا کہ حضرت فاطمہ کو فدک دے دو پس آپ نے بی بی کو بلایا اور فدک ان کے حوالے کیا۔ اس کے بعد جب تک جناب رسالتمآبؐ زندہ رہے بی بی کی جانب سے کار دار وہاں متعین ہوتے تھے جب ابوبکر کے ہاتھ میں خلافت پہنچی تو اس نے بی بی کے کارداروں کو نکال دیا پس بی بی نے جب اپنا دعویٰ پیش کیا تو اس نے گواہ طلب کئے چنانچہ حضرت علی علیہ السلام اور ام ایمن نے گواہی دی۔ پس اُس نے بی بی کو واپس کر دیا اور تحریری دستاویز بی بی کے حوالہ کی چنانچہ آپ اسے لے کر واپس پلٹیں تو راستہ میں عمر مل گیا اس نے پوچھا کیا بات ہے تو بی بی نے سارا ماجرا بیان کر دیا۔ پس اس نے وہ دستاویز لے کر پھاڑ ڈالی۔ الحدیث

بروایت ابن بابویہ امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ

تو حضورؐ نے فاطمہؑ کو بلایا اور فرمایا اے بیٹی فدک وہ جگہ ہے جس پر مسلمانوں نے گھوڑے نہیں دوڑائے پس وہ صرف میرے لئے مخصوص ہے اور میں بحکم پروردگار تیرے حوالے کرتا ہوں پس اس کو اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے قبول کرو، عیاشی کی روایت میں ہے کہ آپ نے فاطمہؑ اور حسن اور حسین علیہم السلام کو طلب کیا اور فرمایا کہ فدک کا علاقہ بحکم پروردگار میں تم کو عطا کرتا ہوں

تفسیر مجمع البیان اور صافی میں بروایت ابوسعید خدری بھی منقول ہے کہ جب یہ آیت اتری تو حضورؐ نے جناب فاطمہؑ کو فدک عطا فرمایا۔ غرضیکہ روایات سنی و شیعہ میں بتواتر موجود ہے کہ آیت مجیدہ میں ذا القربیٰ سے مراد حضرت فاطمہؑ ہیں پس اس صورت میں مسکین اور مسافر سے مراد آل رسولؐ کے مساکین و مسافرین بھی لئے جا سکتے ہیں اور عام بھی مراد ہو سکتے ہیں پس ان کے حقوق سے مراد زکوٰۃ و صدقات وغیرہ ہوں گے۔

وَلَا تُبَذِّرْ۔ صافی میں بروایت عیاشی امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے ہر وہ پیسہ جو خدا کی نافرمانی میں خرچ کیا جائے وہ تبذیر یعنی فضول خرچی ہے اور جو پیسہ اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے وہ میانہ روی شمار ہوتا ہے اور ایک روایت میں ولائے علی سے روگردانی کو تبذیر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کی اصل بذر ہے جس کا معنی ہے بیج اور بیج کو کھیت میں منتشر کیا جاتا ہے پس اسی مناسبت سے فضول خرچی کو تبذیر کہا گیا ہے کہ اس میں پیسے کو منتشر کیا جاتا ہے۔

وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ۔ یعنی جب صاحبانِ حقوق سوال کرنے آئیں اور آپ کے پاس ان کے دینے کو کچھ نہ ہو پس ازراہ شرم وحیا اللہ کی طرف سے وسعتِ رزق کی خواہش کرتے ہوئے ان سے منہ پھیر لیں تو ایسی حالت میں ان کو جھڑکنے کی بجائے نرم وعمدہ لہجہ میں ان سے بات کر کے ان کو واپس پلٹائیں اور حضورؐ کا یہ دستور تھا کہ جب ایسی حالت میں آپ کے پاس سائل آتے تھے تو آپ نہایت خندہ پیشانی اور خوش بیانی سے ان کے حق میں وسعتِ رزق کی دعا فرماتے تھے جس سے وہ سائل آپ کی معذرت سمجھ کر واپس ہو جاتے تھے۔

تفسیر قمی سے منقول ہے کہ یہ حصہ اطاعتِ والدین سے متعلق ہے یعنی اگر تنگی رزق کی صورت میں تم عیالداری میں پھنس جاؤ یا بیمار ہو جاؤ اور والدین کی صحیح خدمت کے بجا لانے سے معذور ہو جاؤ تو والدین سے معذرت نرم لہجہ اور خوش بیانی سے کرو۔ اور قطعاً ان سے سخت کلامی اور تند لہجہ کو استعمال میں نہ لاؤ۔

لغوی لحاظ سے اعراض کا معنی ہے منہ پھیرنا اور یہ تین صورتوں میں ہوتا ہے (۱) ناراضگی سے (۲) مصروفیت کی وجہ سے (۳) کسی کو ذلیل کرنے کے لئے اس مقام پر دوسرا معنی مراد ہے۔

بخل اور اسراف سے منع

وَلَا تَجْعَلْ۔ اپنے ہاتھوں کو گردن سے باندھنا بخل سے کنایہ کیا گیا ہے یعنی بالکل بخیل نہ بن جاؤ اور ہاتھوں کو پورا پھیلانا سب کچھ دے دینے سے کنایہ ہے یعنی ایسا بھی نہ کرو کہ جو کچھ اپنے پاس موجود ہو سب ایک سائل کو دے دو۔ ورنہ جب دوسرے سائل اور مستحق لوگ آئیں گے تو تمہیں پریشانی اور پشیمانی لاحق ہو گی۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے ایک عورت نے اپنے لڑکے کو جناب رسالتمآبؐ کی خدمت

إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ﴿٣٠﴾

تحقیق تیرا رب وسیع کرتا ہے رزق جس کے لئے چاہے اور تنگ بھی تحقیق وہ اپنے بندوں پر دانا بینا ہے

لباس مانگنے کے لئے روانہ کیا اور یہ سمجھا دیا کہ اگر حضورؐ عذر کریں کہ میرے پاس موجود نہیں ہے تو اُن سے اپنی ذاتی قمیص مانگ لینا چنانچہ اس لڑکے نے ایسا ہی کیا اور حضورؐ نے اپنی قمیص اتار کر دے دی اور چونکہ آپ کے پاس پہننے کو دوسری قمیص موجود نہ تھی اس لئے نماز کے لئے مسجد میں نہ آسکے اور کفار نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ آپ نیند یا لہو ولعب کی وجہ سے نماز سے غافل ہو گئے ہیں۔ پس یہ آیت اتری۔

تفسیر صافی میں کافی سے منقول ہے کہ ایک دفعہ حضورؐ کے پاس کچھ سونا آگیا تو آپ نے یہ پسند نہ فرمایا کہ صبح تک یہ سونا میرے پاس بطور بچت کے موجود رہ جائے پس رات میں مستحقین پر تقسیم فرمادیا جب صبح کو سائلین پہنچے تو آپ نے معذوری ظاہر کی۔ پس یہ آیت اتری۔

مَلُومًا مَّحْسُورًا ۔ ملوم لوم سے ہے یعنی جب سائل خالی ہاتھ دروازہ سے واپس جائیں گے تو ملامت کریں گے۔ اور محسور حسر سے ہے یعنی ظاہر کرنا جس طرح کہا جاتا ہے ۔ حَسَرَ عَنْ ذِرَاعِهِ کہ اس نے اپنے بازو کو کھولا اور یہاں تہی دست ہونا مراد ہے اور تھک کر عاجز ہو جانے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے ۔ جیسے خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ

إِنَّ رَبَّكَ ۔ حدیث قدسی میں ہے إِنَّ مِنْ عِبَادِي مَنْ لَا يُصْلِحُهُ إِلَّا الْفَقْرُ وَلَوْ أَغْنَيْتُهُ لَأَفْسَدَهُ ذَالِكَ وَإِنَّ مِنْ عِبَادِي مَنْ لَا يُصْلِحُهُ إِلَّا الْغِنَى وَلَوْ أَفْقَرْتُهُ لَأَفْسَدَهُ ذَالِكَ وَقَالَ إِنِّي لَأَعْلَمُ بِمَصَالِحِ عِبَادِي (صافی) تحقیق میرے بندوں سے بعض کے لئے فقر وفاقہ مناسب ہے اگر ان کو دولتمند کر دوں تو وہ بگڑ جائیں گے اور میرے بعض بندوں کے لئے دولتمندی مناسب ہوتی ہے اگر ان کو فقر وفاقہ دوں تو وہ بگڑ جائیں گے اور میں اپنے بندوں کی مصلحتیں خود بہتر جانتا ہوں اور حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نہج البلاغہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ خدا نے کسی کو وسیع رزق دے کر خوشحال بنایا اور کسی کو تنگیٔ رزق اور بدحالی میں مبتلا فرمایا اور یہ سب اس کا عدل ہے پس خوشحالی اور بدحالی دونو امتحان کے لئے ہیں تاکہ غنی کا شکر اور فقیر کا صبر معلوم ہو (صافی)

رکوع نمبر ۴

وَلَا تَقْتُلُوا ۔ بعض عرب فقر وفاقہ کے خوف سے اپنی نوزائیدہ لڑکیوں کو زندہ زمین میں دفن کر دیا کرتے تھے پس خدا نے ان کے رزق کی ضمانت دے کر ان کو اس فعل شنیع سے منع فرمایا ہے۔ املاق کا معنی فقر وفاقہ بیان کیا گیا ہے۔ دورِ حاضر میں اولاد کم پیدا کرنے کی تحریک عربوں کے جاہلی دستور کا اعادہ ہے۔ جو توحید سے برسرپیکار ہونے کے مترادف ہے۔ آیت مجیدہ میں خدا نے پیدا ہونے والے تمام افراد کی کفالت اپنے ذمہ لے لی ہے زمین پر بسنے والے انسان ہر دور میں چونکہ زمین پر اجارہ داری اپنا مخصوص حق سمجھتے رہے ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ پوری زمین کی ملکیت ہمارا اپنا پیدائشی حق ہے پس اس خیال کے آتے ہی وہ زمین پر دوسروں کی آمد کو روکنے کی فکر میں

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ

اور نہ قتل کرو اپنی اولاد (بیٹیوں) کو غربت کے ڈر سے ہم ان کو اور تم کو رزق دیں گے تحقیق ان کا

اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴿٣١﴾ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ

قتل بڑا گناہ ہے اور قریب نہ جاؤ زنا کے تحقیق وہ بے حیائی

لگ جاتے ہیں تاکہ زمین سے حاصل ہونے والے رزق میں ہمارے ساتھ کم عدم سے آنے والا کوئی فرد شریک نہ ہو سکے اگر زمین پر انسانی آبادی اور زمین سے حاصل شدہ رزق کا تناسب لگایا جائے تو ہر سال کی پیداوار سے زمین و آسمان سے آنے والی آفات و بلیات کا مقابلہ کرنے کے بعد بھی جس قدر غلہ صحیح و سالم انسانوں کے گھروں میں پہنچ جاتا ہے وہ اس سال کی موجودہ آبادی کی ضرورتوں سے کئی گنا زیادہ ہوتا ہے اور بخل کا ہاتھ اگرچہ اس کے پھیلاؤ کو کم کرنے کے لئے اپنی پوری طاقت کو استعمال کرتا ہے لیکن پھر بھی ہر ذی روح اس سے استفادہ حسبِ حیثیت کر لینے میں پوری طرح کامیاب رہتا ہے اور اگر بخل کی وبا یا اس کا دباؤ انسانی دماغوں سے کسی قدر کم ہو جائے تو ناممکن ہے کہ کوئی انسان غربت و افلاس کے افسوسناک و عبرت ناک ایام زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو۔

غربت زدہ اور افلاس خوردہ انسانوں کی حالتِ زار کا علاج انضباطِ تولید سے نہیں ہو سکتا اور نہ اس بارہ میں نسل کشی مفید ہو سکتی ہے بلکہ اسبابِ معیشت پر بڑے بڑوں کی اجارہ داری کا خاتمہ اور بخل کشی ہی اس کا واحد علاج ہے جہاں ایک طرف عملی طور پر سرمایہ داری کو فروغ حاصل ہو وہاں قولی طور پر زیادہ غلہ اگاؤ کی تحریک یا اولاد کم پیدا کرنے کی سکیم قطعاً اچھے نتائج نہیں پیدا کر سکتی بلکہ نتیجہ یہی رہے گا کہ غریبوں کے بچے کم پیدا ہوں یا زیادہ وہ بدحال ہی رہیں گے الا ماشاء اللہ، اور امیروں کے بچے خواہ درجنوں جنم لیں وہ خوشحال ہی رہیں گے الا ماشاء اللہ۔ پس اربابِ بست و کشاد اور صاحبانِ دانش و فکر نئی نسل کی آمد سے پرخاش رکھنے کے بجائے اپنے اندر بلند حوصلگی کو جگہ دے کر ذخیرہ اندوزی کی لعنت کو دور کرنے کی کوشش کریں تاکہ ہر دنیا پر قدم رکھنے والا انسان اپنی ضروریاتِ زندگی سے نفع مند ہو سکے اور حضرت رسالتمآبؐ نے امتِ مسلمہ کو انسانی آبادی کے بڑھانے کی تعلیم دی ہے اور ہر مسلمان کو تکثیرِ نسل کی دعوت دی ہے اور فرمایا کہ تمہاری کثرت بروزِ محشر میرے لئے باعثِ فخر ہوگی اور خداوندِ کریم بھی آیتِ مجیدہ میں انسانی نسل کی بقاء کی خاطر قتلِ اولاد کو منع فرماتے ہوئے رزق کی ذمہ داری کا وعدہ فرما رہا ہے خِطْاً كَبِيْرًا۔ بعضوں نے خَطَأً پڑھا ہے اور خطاء وہ غلطی ہے جو عمداً نہ کی جائے نیز اخطأ اور خطأ دونوں ایک معنی میں مستعمل ہوتے ہیں جس طرح ارشاد ہے لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا بہرکیف خطا سے مواخذہ مرفوع ہے اور یہ ان نو چیزوں میں سے ہے جن سے مواخذہ کی برطرفی کی شبِ معراج حضورؐ نے درخواست کی تھی جو منظور ہوئی۔ تفسیر ہذا کی جلد ۲ صہ ۱۸۶ پر ملاحظہ ہو اور خِطْاً کا معنی ہے عمداً غلطی کرنا خَطِئَ يَخْطَأُ خِطْأً فَهُوَ خَاطِئٌ اور بعض اوقات خَطَأً کا معنی عمدی غلطی بھی ہوتا ہے

وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ

اور بُرا طریقہ ہے اور نہ قتل کرو کسی نفس کو جو اللہ نے حرام کیا مگر ساتھ حق کے

وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا

اور جو ظلم سے قتل کیا جائے تو دیا ہے ہم نے اس کے ولی کو حق قصاص پس وُہ

پس وہ خطأ کا مرادف ہو جائے گا جس طرح مَثَل اور مِثْل یا شَبَہ اور شِبْہ۔

لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا۔ عقلی طور پر زنا کی قباحت محتاج بیان نہیں ہے اس سے نسل انسانی میں نسبوں کی بقا مخدوش ہو جاتی ہے نیز وراثت صلہ رحمی اور اکثر حقوقِ انسانی پامال ہو جاتے ہیں دورِ حاضر کی معکوس ترقی کے بدترین نتائج میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ سمند شہوت کو بے لگام کر کے عورتوں اور مردوں کے آزادانہ اختلاط کے خواب دیکھے جا رہے ہیں بلکہ بعض ملکوں میں تو یہ وبا عام ہو چکی ہے جس نے تمام مہذّب ممالک کے غیور انسانوں کے لئے آزمائش کی ایک نئی طرح ڈال دی ہے۔ اسلامی تہذیب سے بیگانہ مسلمانوں کے بچّے ابتدائے بچپن سے نوجوانی کے پرکیف دور تک غیر اسلامی افکار و انظار سے متاثر ہو کر غیر اسلامی تہذیب و تمدن کے گندے اور نجس تالابوں میں مدتوں غوطہ زنی کرنے کے بعد جب اصلی اسلامی معاشرے کا جائزہ لیتے ہیں تو ان کے ماتھے پر شکن پڑ جاتے ہیں اور وہ اسلامی تعلیمات سے اعلانیہ باغی ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے انسانیت کو جس شیشے میں دیکھا تھا وہ اسے اسی طرح ہی دیکھنا چاہتے ہیں وہ یہ نہیں برداشت کر سکتے کہ انسانی شہوت کو شرم و حیا عفت و عصمت اور غیرت و حمیت کی مضبوط لگام سے قابو میں رکھا جائے اور ناموسِ شرف اور بھلائے نسب کی لاج رکھی جائے وہ انسان کو آج سے ہزاروں سال قبل کے انسانوں کی طرح حیوانی زندگی کے تاریک گڑھے میں دھکیلنے کے لئے مصر ہیں بہرکیف اسلام نے اس بارے میں جو تہذیب و تمدن پیش فرمایا ہے وہ اوجِ رفعت تک پہنچانے کے لئے بہترین طرز زندگی ہے اور قرآن مردوں اور عورتوں کے آزادانہ غیر شرعی اختلاط کو فاحشہ یعنی بے حیائی اور بُرا راستہ بتا رہا ہے۔ تفسیر مجمع البیان میں حضرت امیر المومنین علیہ السّلام سے مروی ہے رجناب رسالتمآبؐ نے فرمایا کہ زانی کے لئے دنیا میں تین سزائیں ہیں (۱) چہرے کی بے رونقی (۲) تنگی رزق (۳) عمر کی کمی اور آخرت میں تین سزائیں ہیں۔ (۱) غضب خداوندی (۲) حساب کی تنگی (۳) ہمیشہ کے لئے جہنم۔ تفسیر صافی میں مروی ہے جب زنا عام ہو گا تو زمین پر زلزلے زیادہ آئیں گے۔

وَلَا تَقْتُلُوا۔ آیت مجیدہ میں نفس محترمہ کا قتل حرام قرار دیا گیا ہے خواہ نر ہو یا مادہ اور بڑا ہو یا چھوٹا اور شکم مادر میں بچے کا اسقاط بھی قتل نفس شمار ہو گا۔ جب اس میں رُوح داخل ہو چکی ہو۔

اِلَّا بِالْحَقِّ۔ یہ حکمِ سابق سے استثناء ہے یعنی حق کے ساتھ کسی کو قتل کیا جا سکتا ہے اور یہ حق کئی وجوہ سے پیدا ہوتا ہے (۱) وہ بلا جرم کسی کا قاتل ہو پس اس کو مقتول کا وارث قتل کر سکتا ہے (۲) کافر حربی (۳) مرتد ہو جانا (۴) زنائے محصن۔

يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴿۳۳﴾ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ

قتل میں زیادتی نہ کرے کیونکہ اس کی حمایت کی گئی ہے اور نہ قریب جاؤ یتیم کے مال کے

اِلَّا بِالَّتِيْ هِىَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۠ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ

مگر اچھے طریقے سے یہاں تک کہ وہ جوانی کو پہنچ جائے اور پورا کرو عہد کو تحقیق

الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۴﴾ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا

عہد کے متعلق سوال کیا جائے گا اور پورا کرو ناپ کو جب ناپو اور تولو

(۵) لواطہ (۶) راہزنی (۷) اگر کسی کو اپنی منکوحہ سے زنا کرتے ہوئے دیکھے تو شرعاً وہ اس کو قتل کر سکتا ہے وغیرہ

سُلْطٰنًا ۔ یعنی ولی مقتول کو دیت لینے یا قصاص لینے یا معاف کرنے کا حق دیا گیا ہے۔

فَلَا يُسْرِفْ ۔ اس کی تفسیر دو طرح کی جا سکتی ہے۔

(۱) اس کا فاعل قاتل ہو یعنی وہ قتل کرنے میں اسراف نہ کرے یعنی قتل کا فعل جو خود اپنے مقام پر اسراف ہے اس کا ارتکاب نہ کرے ۔ کیونکہ ہم نے مقتول کے ولی کو حقِ قصاص دیا ہوا ہے جس طرح فرمایا وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ ۔ اور یہ اس طرح ہے جس طرح یتیم کے مال کھانے سے منع کرتے ہوئے فرمایا لَا تَاْكُلُوْهَا اِسْرَافًا اس کا یہ مطلب نہیں کہ بیشک میانہ روی سے کھاتے رہو بلکہ مقصد یہ ہے کہ یتیم کا مال کھانا جو بجائے خود اسراف ہے اس سے بچو (۲) لایسرف کا فاعل مقتول کا ولی ہے کہ وہ قاتل کو قتل کرنے میں اسراف نہ کرے یعنی ایک کے بدلہ میں صرف ایک کو قتل کرے اگر قاتل کئی آدمی ہوں تو اُن میں سے صرف ایک کو قتل کرے اور باقی مقتول کی دیت کا اپنا اپنا حصہ ادا کریں گے جو قصاص میں قتل ہونے والے کے ورثا کو ملے گا اور اگر مقتول عورت ہو اور قاتل مرد ہو تو قصاص میں قاتل کو قتل کر کے نصف دیت اس کو ادا کی جائے گی ۔ بہر صورت بدلہ لینے کی صورت میں زیادتی ممنوع ہے اسی طرح قاتل کا مثلہ کرنا یعنی اس کا ناک کان وغیرہ کاٹنا بھی شرعاً ممنوع ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوْا ۔ ویسے تو کسی بھی دوسرے انسان کا مال ناجائز طریقہ پر کھانے سے اسلام روکتا ہے لیکن یتیم کے مال سے بالخصوص ممانعت کی گئی ہے بلکہ اس کے مال کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ اس کی وضاحت تفسیر ہذا کی جلد ۴ صفحہ ۱۰۵ اور صفحہ ۱۲۱ پر ہو چکی ہے اور احسن طریقہ سے اس کے مال میں سے کچھ کھانے کی اجازت ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی انسان یتیم کے مال کی حفاظت و نگہداشت میں اپنا قیمتی وقت صرف کرے تو وہ اس سے اپنا حقِ خدمت وصول کر سکتا ہے اور جوانی کے بعد یتیمی کے احکام ختم ہو جاتے ہیں پس ولی کو چاہیئے کہ جب یتیم جوان ہو جائے تو اس کو اس کا اپنا مال سنبھال کر دے دے اور

بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝۳۵ وَلَا

ساتھ ٹھیک ترازو کے یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے خوب ہے اور نہ

تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ

پیچھے چلو اس کے جس کا تم کو علم نہیں تحقیق کان آنکھ اور دل ہر ایک سے اُن میں سے

اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْــــُٔــوْلًا ۝۳۶ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ

سوال کیا جائے گا اور نہ چلو زمین میں (تکبر سے) اتراتے ہوئے کہ تم نہ

شرعاً لڑکے کے جوان ہونے کی نشانیاں یہ ہیں:- (۱) ۱۵ سال (۲) زیر ناف بالوں کا اُگنا (۳) احتلام ہونا اور عورتوں کے جوان ہونے کی علامتیں یہ ہیں۔ (۱) نو سال (۲) حیض یعنی ان علامتوں میں سے کوئی ایک علامت ظاہر ہو جائے تو اس کو بالغ سمجھا جائے گا لیکن یتیم کو مال دینے میں جوانی کے علاوہ اس کے عاقل و رشید ہونے کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے چنانچہ ارشاد فرمایا کہ لَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ اَمْوَالَكُمُ الخ یعنی بیوقوفوں کو مال سنبھال کر نہ دو تفسیر کی جلد ۴ صـ۱۸۱ پر تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۔ ہر عہد کی وفا لازم ہے خواہ کسی عام انسان سے ہو یا خدا و رسول سے ہو پس جمیع اوامر و نواہی کے متعلق بازپرس اس لئے بھی ہو گی کہ یہ خدا و رسولؐ کی جانب سے بندے کے ساتھ عہد و پیمان ہو چکا ہے اور مسلمان کا کلمہ توحید و رسالت و ولایت اسی عہد کی تجدید ہوا کرتی ہے۔

بِالْقِسْطَاسِ ۔ اور مروی ہے کہ قسطاس وہ ترازو ہے جس کے وسط میں وزن کے صحیح پرکھنے کے لئے ایک سوئی لگی ہوتی ہے

حجیت خبر واحد

وَلَا تَقْفُ ۔ یہ قفو سے ہے اور اس کا معنی ہے پیچھے چلنا اور قفا گدی کو کہتے ہیں۔ یعنی کسی کی پیٹھ کے پیچھے ایسی بات مت کرو جس کا تم کو علم نہ ہو۔ پس اس میں غیبت بہتان گالی گلوچ بدگمانی اور جھوٹی گواہی وغیرہ شامل ہیں۔ آیت مجیدہ کو خبر واحد کی حجیت کی نفی میں پیش کیا جاتا ہے کہ چونکہ خبر واحد مفید علم نہیں ہوا کرتی پس آیت مجیدہ کی رُو سے اس پر عمل کرنا ممنوع ہے لیکن علمائے اصولیین نے اس کی رد میں متعدد دلیلیں پیش کی ہیں مثلاً یہ کہ آیت مجیدہ میں علم کا معنی اعتقاد راجح ہے جو ظن کو شامل ہے پس وہ ظن جو شرعی طریقہ سے حاصل ہو اس کی اتباع سے آیت کو منافات نہیں ہے البتہ غیر شرعی طریقہ سے حاصل ہونے والا ظن آیت کی رُو سے یقیناً قابل عمل نہیں ہے اور اگر مطلق ظن پر عمل کرنے سے روک دیا جائے تو شریعت کے اکثر احکام سے روگردانی لازم آئے گی کیونکہ بہت کم احکام ایسے ہیں جو علمی طور پر ہم تک پہنچ سکے ہیں اور اکثر کی بنا ظن معتبر شرعی پر ہے نیز سلفاً عن خلف تمام علمائے اعلام مقام استدلال میں خبر واحد کو پیش کرتے چلے آئے ہیں اور کسی دور میں اس کی حجیت سے انکار نہیں کیا گیا پس یہ قرائن

تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ﴿۳۷﴾ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ

چیر لوگے زمین کو اور نہ برابری کر سکوگے پہاڑوں کی طول میں ان سب باتوں کی برائی تیرے

رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ﴿۳۸﴾ ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ وَلَا

رب کو ناپسند ہے یہ اس سے ہے جو تیری طرف تیرے رب نے وحی کی حکمت سے اور نہ

تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۳۹﴾ اَفَاَصْفٰىكُمْ

ٹھہراؤ اللہ کے ساتھ اور معبود ورنہ ڈالے جاؤ گے جہنم میں غیر ممدوح بعید از رحمت کیا تم کو

رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾ ع

رب نے چن لیا لڑکوں کے ساتھ اور تجویز کر لیا اپنے لئے فرشتوں کو بیٹیاں تحقیق تم ایک بڑی بات کہتے ہو (افترا کی)

صاف بتلاتے ہیں کہ آیت جدیدہ خبر واحد کی حجیت کی نفی نہیں کرتی بلکہ ہر ظن غیر معتبر کی اتباع سے روکتی ہے اور خبر واحد ظن معتبر کا فائدہ دیتی ہے جو علم کا فرد ہے اس سلسلہ میں تفصیلی بحث کتب اصول میں ملاحظہ فرمائیں۔

اعضا کی گواہی

جس چیز کا علم نہ ہو اس کا بیان کرنا افترا یا بہتان کہلاتا ہے علم حاصل کرنے کے معتبر اور اہم ذرائع تین ہیں کان آنکھ اور دل، کان کے ذریعے مسموعات کا علم آنکھ کے ذریعے، مبصرات کا علم اور دل کے ذریعے معقولات کا علم حاصل ہوتا ہے ان کے علاوہ قوتِ شامہ قوتِ لامسہ اور قوتِ ذائقہ بھی ہیں جن کے ذریعے سے مشمومات ملموسات اور مذوقات کا علم حاصل ہو سکتا ہے لیکن وہ بہت شاذ ہیں اور ان کا دائرہ عمل بہت محدود ہے۔ اور ان کے مقابلہ میں کان آنکھ اور دل کے مدرکات بہت زیادہ ہیں اور ان کا دائرہ عمل نہایت وسیع ہے اس لئے ان کا ذکر کیا گیا ہے اور مقصد یہ ہے کہ علم حاصل کرنے کے لئے جو ذرائع معین ہیں ان سے علم حاصل کرنے کے بعد اثر و نتیجہ مرتب کرنا چاہیئے پس جس کا تعلق سماع سے ہے وہ سماعت کے بعد بیان کیا جائے یا اس پر اثر مرتب کیا جائے اسی طرح جس کا تعلق آنکھ ناک زبان ہاتھ اور دل سے ہے وہ دیکھ کر سونگھ کر چکھ کر ہاتھ لگا کر یا دلیل قائم کر کے بیان کیا جائے یا اس پر نتیجہ مترتب کیا جائے ورنہ اپنے مناسب طریقہ سے حاصل کئے بغیر صرف سنی سنائی یا عامہ افواہ کو قبول کرتے ہوئے یا قرائن ظاہریہ سے اندازہ کرتے ہوئے ایک نظریہ قائم کر کے اس کو کسی بیان یا عمل کے لئے بنیاد قرار دینا غلط اور حرام ہے اور اگر جھوٹے طریقے سے علم کا دعویٰ کرے گا تو بروز محشر علم مسموعات میں کان سے گواہی لی جائے گی، مبصرات میں آنکھ کو گواہ بنایا جائیگا اور غلط عقائد میں دل سے گواہی لی جائے گی اسی طرح ناک زبان اور ہاتھ پاؤں اپنے اپنے مدرکات کے سب علم میں گواہی دینگے نیز بداعمالیوں کے متعلق بھی جب فرشتے اعمال نامہ پیش کریں گے اور انسان اپنے کئے ہوئے بعض اعمال سے انکار

کرے گا تو ہر گناہ کے متعلق اُن کے مناسب اعضا سے گواہی لی جائے گی۔ چنانچہ تفسیر برہان میں کافی و تہذیب وغیرہ سے منقول ہے کہ ایک شخص حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ ہمارے پڑوس میں گانے والی عورتیں ہیں جو طبلہ سارنگی کے ساتھ گاتی ہیں۔ بعض اوقات میں طہارت خانہ میں جاکر زیادہ دیر تک سننے کے لئے بیٹھا رہتا ہوں، آپ نے فرمایا ایسا مت کیا کرو اس نے عرض کی حضورؑ! میں اتفاقیہ طور پر طہارت خانہ میں جاکر سننے بیٹھ جاتا ہوں۔ ورنہ عمداً تو اس غرض سے نہیں جاتا۔ آپ نے فرمایا کیا تو نے قرآن مجید کی یہ آیت نہیں پڑھی۔ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ الخ یعنی کان آنکھ اور دل سے پوچھا جائے گا۔ وہ شخص کہتا ہے مجھے ایسا لگا کہ اس سے پہلے میں نے یہ آیت کسی عربی یا عجمی سے سُنی ہی نہیں کہنے لگا یقیناً میں ایسا نہ کروں گا اور میں اپنے سابق فعل سے توبہ کرتا ہوں آپ نے فرمایا اُٹھ کھڑا ہو پس غسل کر اور نماز توبہ پڑھ کہ تو نے ایک بڑا گناہ کیا ہے اگر تو اسی حالت میں مرجاتا تو نہ معلوم تیری کسقدر بُری طرح حالت ہوتی۔ پس اللہ سے معافی مانگ اور ہر ناپسندیدہ امر سے توبہ کر خدا قبیح کو ناپسند کرتا ہے اور قبیح کاموں کو ان کے اہل کے لئے چھوڑ دو کیونکہ ہر کام کے لئے اہل ہوا کرتے ہیں۔

عبرت و نصیحت

آئمہ معصومین علیہم السلام نے راگ و رنگ کو جس قدر مبغوض نگاہوں سے دیکھا مقام عبرت ہے کہ ان کے ماننے والوں نے اتنا ہی اس کو اپنا محبوب مشغلہ قرار دیا ہمارے ملک میں گانے کو جو فروغ حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں باقی قومیں گانے کو صرف دنیاوی عیش سمجھ کر اپناتی ہیں لہذا ان کا مہذب معاشرہ اس فعل سے گریز کرتا ہے لیکن قوم شیعہ کے بعض ناخداترس لوگ گانے کو مذہب کی آڑ میں فروغ دینے کے درپے ہیں۔ فضائل و مصائب آلِ محمدؐ کے بہانے سے موسیقاری کی ترویج نہایت گھٹیا حرکت ہے۔ لیکن اس وبا کا علاج بہت مشکل ہے کیونکہ جو کان راگ و رنگ سے مانوس ہیں ان کو اس لذت کے ساتھ جب ثواب کا طمع بھی دلایا جائے تو وہ کیوں راگ سے نفرت کرے؟ اور یہی وجہ ہے کہ اکثر موسیقار و گلوکار اپنے فن کو شیعان آلِ محمدؐ کی جیب تراشی کا آلہ بنا کر لہو و لعب کی اسٹیج کو چھوڑ کر ذکر حسینؑ کے اسٹیج پر آدھمکے ہیں۔ وہ مذہب کی دعوت پر ذاکر نہیں ہوئے بلکہ موسیقاری میں ذاکری کو جذب کرنے کے لئے مذہب کے کندھوں پر سوار ہوئے ہیں۔ گویا دین ان پر نہیں بلکہ وہ دین پر سوار ہیں اُن کی لگام دین کے ہاتھ میں نہیں بلکہ دین کی لگام ان کے ہاتھ میں ہے وہ دین کی منشاء کو سامنے رکھ کر اپنی خواہش کی قربانی کے لئے تیار نہیں بلکہ دین سے تقاضا کرتے ہیں کہ ہماری خواہشات کو وہ اپنا جزو سمجھے اُن کو ہزار سمجھایا جائے کہ آلِ محمدؐ نے گانا حرام کیا ہے اور دین میں گلوکاری کی بالکل کوئی گنجائش نہیں تو سمجھانے والے کو دین کا دشمن قرار دیا جاتا ہے بے شک علمائے اعلام اس طرز عمل کے دشمن ہیں جس میں گانا، گلوکاری اور راگ و رنگ کو جزو مذہب سمجھا جائے نیز آلِ محمدؐ کو عملی طور پر ظلم وستم کا نشانہ بنایا جائے اور حدود مذاہب کو روندتے ہوئے اپنی خواہشات کی تکمیل کیلئے ذکرِ آلِ محمدؐ کو آڑ بنایا جائے۔ خداوند کریم تمام مومنین کو حق بات کے سُننے سمجھنے اور ماننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اس میں شک نہیں کہ مذہب شیعہ ذاکری کی دعوت دیتا ہے لیکن جو ذاکری مذہب کی دعوت پر اپنائی جائے اس میں حدود مذہب اور شعائر ملت کی پاسداری اور نگہداشت ذاکر کا پہلا فریضہ ہوتا ہے پس ذاکر کے لئے ضروری ہے کہ پہلے وہ آل محمدؐ کا تابعدار ہو پھر ذاکر بر آل محمدؐ نے جس انداز کو غلط اور ناجائز قرار دیا ہو اس کو غلط سمجھے اور اس سے پرہیز کرے منبر حسینی پر ایسی شان سے آئے کہ ہر دیکھنے سننے والا اس کی شکل و شمائل سے متاثر ہو کر دامن اہل بیت سے لپٹنے کی کوشش کرے ایسا نہ ہو کہ اس کے عادات و اطوار مذہب سے نفرت کا موجب بنیں۔

اسی طرح مومنین پر ضروری ہے کہ اپنے کانوں کو راگ و رنگ کے سننے سے محفوظ رکھیں وہ اس بات سے دھوکا نہ کھائیں کہ یہ آل محمدؐ کا ذکر ہو رہا ہے کیونکہ شریعت میں گانا حرام ہے خواہ کوئی قرآن کی آیات کو گا کر پڑھے یا آل محمدؐ کے فضائل و مصائب کو گانے کی شکل دے دے اور جس طرح یہ سماع حرام ہے اسی طرح اس سماع کی شوق میں روپیہ پیسہ خرچ کرنا بھی حرام ہے تفسیر برہان میں کافی سے منقول ہے امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک حدیث میں فرمایا کہ کانوں پر فرض ہے ہر اس آواز کے سننے سے پرہیز کریں جو اللہ نے حرام کیا ہے اور بروایت عیاشی آپ نے فرمایا کہ بنی آدم کے تمام اعضأ پر خدا کے فرائض مقرر کئے گئے ہیں اور ہر عضو کا فریضہ دوسرے عضو کے فریضے سے الگ ہے مثلاً آنکھیں دیکھنے کے لئے اور کان سننے کے لئے ہیں تو اس نے آنکھوں پر یہ فرض کیا ہے کہ حرام کی طرف نہ دیکھیں اور اس طرف سے بند رہیں جس طرف نگاہ کرنے سے اللہ نے اُس کو روکا ہے آگے چل کر فرمایا کہ اللہ نے پاؤں پر فرض کیا ہے کہ ایسی شے کی طرف چل کر نہ جائیں جس میں اللہ کی نافرمانی ہو اور یہ کہ اس طرف جائیں جس طرف جانے کے لئے اللہ نے حکم دیا ہو، چنانچہ ارشاد قدرت ہے۔ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۱ ۴ یعنی زمین پر ازراہِ تکبر نہ چلو کیونکہ تم اگر اکڑ کر چلو گے تو بلندی میں پہاڑوں کی برابری نہ کر سکو گے اور اگر زور سے زمین پر پاؤں مارو گے تو زمین کو پھاڑ نہ سکو گے لہذا انسانیت کا میانہ راستہ اختیار کرو تو بہتر ہوگا دوسرے مقام پر ارشاد ہے وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ یعنی اپنی رفتار میں میانہ روی اختیار کرو۔

تفسیر مجمع البیان میں تفسیر علی بن ابراہیم سے منقول ہے امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت رسالتمآبؐ نے فرمایا لَا يَزُوْلُ قَدَمُ عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ حَتّٰى يَسْئَلَهُ عَنْ اَرْبَعِ خِصَالٍ عُمْرِكَ فِيْمَا اَفْنَيْتَهُ وَجَسَدِكَ فِيْمَا اَبْلَيْتَهُ وَمَالِكَ مِنْ اَيْنَ كَسَبْتَهُ وَاَيْنَ وَضَعْتَهُ وَعَنْ حُبِّنَا اَهْلَ الْبَيْتِ

یعنی قیامت کے دن کوئی شخص اپنی جگہ سے حرکت نہ کریگا۔ اللہ کے سامنے جب تک اس سے چار چیزوں کے متعلق پوچھ نہ لیا جائیگا (۱) عمر کے متعلق پوچھا جائیگا کہ اس کو کہاں ختم کیا (۲) جسم کے متعلق سوال ہوگا کہ اس کو کس کام میں کہنہ کیا (۳) اور مال کے بارے میں سوال ہوگا کہ کہاں سے کمایا تھا اور کہاں خرچ کیا تھا (۴) اور ہم اہلبیت کی محبت کے متعلق پوچھا جائے گا۔

تفسیر صافی میں بروایت علل حضرت سجاد علیہ السلام سے منقول ہے کہ تمہارے لئے جائز نہیں کہ جو چاہو بولو کیونکہ اللہ فرماتا ہے ایسی چیز کے پیچھے نہ جاؤ جس کا تم کو علم نہ ہو اور جناب رسالتمآبؐ نے فرمایا خدا اس بندے پر رحم کرے جو بولے تو

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا ؕ وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿۴۱﴾

اور تحقیق ہم پھیر پھیر کر بیان کو لاتے ہیں اس قرآن میں تاکہ وہ نصیحت پکڑیں اور وہ زیادہ دور بھاگتے ہیں

قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِي الْعَرْشِ

کہہ دو اگر اس کے ساتھ اور خدا ہوتے جس طرح وہ کہتے ہیں تو تلاش کرتے مالک عرش کی طرف

سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴿۴۳﴾ تُسَبِّحُ

کوئی راستہ وہ منزہ اور بلند ہے اس سے جو وہ کہتے ہیں بہت بلند اسی کی تنزیہہ

لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ

بیان کرتے ہیں ساتوں آسمان اور زمین اور جو ان میں ہے اور کوئی شی نہیں مگر یہ کہ

اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ

اس کی تسبیح کرتی ہے ساتھ اس کی حمد کے لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو تحقیق وہ صاحب

اچھی بات کہے پس اس کا نفع پائے ورنہ چپ رہے اور محفوظ رہے اور تمہارے لئے جائز نہیں کہ جو چاہو سنو کیونکہ خدا فرماتا ہے کان، آنکھ اور دل سب سے پوچھا جائے گا۔

بروایت مصباح الشریعۃ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جو شخص فرائض مستحبات، اور حقوق واجبہ ادا کرکے سو جائے اس کی نیند قابل حمد ہے اور میں ان چیزوں کی بجا آوری کے بعد اس زمانہ والوں کے لئے نیند سے زیادہ بچانے والی کوئی چیز نہیں سمجھتا کیونکہ لوگوں نے دین کی رعایت چھوڑ دی اور اپنے احوال کی نگہداشت سے غافل ہو گئے اور الٹے ہاتھ چل پڑے ایسے حالات میں بندہ اگر کوشش کرکے خود نہ بولے گا تو سننے سے کیسے بچ سکے گا مگر یہ کہ اس سے رکاوٹ کا کوئی خاص سبب پیدا ہو اور نیند انہی اسباب میں سے ہے پھر آپ نے یہی آیت پڑھی - اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ الخ -

رکوع نمبر ۵

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا - یعنی قرآن مجید میں اثبات باری اور توحید پروردگار کے دلائل کو بار بار الگ الگ انداز سے بیان کیا جاتا ہے تاکہ ان کے اذہان قبول کرلیں لیکن پھر بھی وہ فائدہ نہیں اٹھاتے بلکہ دور بھاگتے ہیں

قُلْ لَّوْ - دلیل توحید بیان فرماتا ہے کہ اگر اللہ کے علاوہ کوئی اور خدا ہوتے تو اپنی خدائی میں وہ شریک برداشت نہ کرتے لہذا وہ لڑائی جھگڑا کرتے پس اگر وہ کمزور ہیں۔ تو خدا کی شان کمزور ہونا نہیں ہے اور اگر زبردست ہیں تو انہیں میدان میں آجانا چاہیئے جبکہ ایک خدا بار بار ان کو للکار رہا ہے پس اس تحدی اور چیلنج کے باوجود کسی کا مقابلہ پر نہ آنا اس امر کی دلیل ہے

حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾ وَ اِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَ بَيْنَ

حلم و مغفرت ہے ۔ اور جب تم قرآن کو پڑھو تو ہم حائل کر دیتے ہیں تیرے اور ان لوگوں

الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴿۴۵﴾ وَّ جَعَلْنَا عَلٰى

کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ایک پردہ مخفی چڑھا دیئے ہم نے

قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَ اِذَا ذَكَرْتَ

ان کے دلوں پر غلاف کہ سمجھیں اس کو اور ان کے کانوں پر پردے اور جب تم ذکر کرو

رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا

اپنے رب کا قرآن میں تنہا تو پلٹ جاتے ہیں پیچھے کی طرف بھاگتے ہوئے ہم جانتے ہیں جس لئے

يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖۤ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ وَ اِذْ هُمْ نَجْوٰۤى اِذْ يَقُوْلُ

وہ سنتے ہیں جب سننے آتے ہیں تیری طرف ، اور جب آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں

کہ کوئی دوسرا خدا موجود نہیں ہے ۔

اِنْ مِّنْ شَيْءٍ ۔ یعنی کائنات کا ذرہ ذرہ اور موجوداتِ عالم کا فرد فرد اپنے خالق بے مثال کی تسبیح و تقدیس میں اپنی زبان فطری اور لہجۂ ملکوتی سے سرشار ہے گویا مخلوقاتِ عالم کی اس کی کبریائی کے سامنے بے بسی ہی ان کی تسبیح و تقدیس تکوینی ہے

تفسیر صافی میں ہے مخلوق کا نقص خالق کے کمال کی دلیل ہے اور مخلوق کی کثرت خالق کی وحدانیت کی برہان ہے ۔ (گویا یوں مخلوق کی تسبیح ٹھہری ہے)

سواری کے حقوق تفسیر برہان میں بروایت کلینی امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ سوار پر سواری کے چھ حقوق ہیں (۱) اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بھار نہ ڈالے (۲) اس کی پیٹھ کو اپنی مجلس نہ بنائے یعنی سوار ہو کر اپنے کام کو روانہ ہو جائے نہ کہ باتوں میں مشغول ہو کر اس پر خواہ مخواہ بوجھ ڈالے رہے (۳) اترتے ہی اس کو چارہ یا دانہ ڈالے (۴) اس کے منہ پر داغ نہ لگائے (۵) اس کے منہ پہ نہ مارے کیونکہ وہ اللہ کی تسبیح کرتا ہے (۶) جب پانی کے پاس سے گزرے تو اس کو پانی پینے کی مہلت دے ۔ بروایت عیاشی آپ نے فرمایا کہ خشکی و تری میں کوئی پرندہ یا وحشی جانور اپنی تسبیح کو ضائع کرنے سے ہی شکاری کے ہاتھ لگتا ہے ۔

حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ۔ یہاں مستور یا تو ساتر کے معنی میں ہے اور یا اس کا مقصد یہ ہے کہ جب آپ قرآن پڑھتے تھے تو

الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۴۷﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ

جب ظالم کہتے ہیں کہ تم نہیں پیروی کرتے مگر جادو کئے ہوئے کی دیکھ کس طرح بیان کرتے ہیں

الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۴۸﴾ وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا

تیرے لئے مثالیں پس وہ گمراہ ہیں پس راہ راست پر آنے کی جرأت نہیں رکھتے اور کہتے ہیں جب ہم ہو جائیں گے ہڈیاں

وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۴۹﴾ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ

اور خاکستر تو کیا اٹھائے جائیں گے نئے سرے سے ؟ کہہ دو کہ ہو جاؤ پتھر یا

حَدِيْدًا ﴿۵۰﴾ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا

لوہا یا کوئی اور مخلوق جو تمہارے دلوں میں بڑی معلوم ہوتی ہے تو کہنے لگتے ہیں کہ ہم کو کون پلٹائے گا؟

قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ

کہہ دو وہی جس نے پہلی دفعہ ایجاد کیا ہلاتے ہیں تیری طرف اپنے سروں کو اور کہتے ہیں کہ

مَتٰى هُوَ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴿۵۱﴾ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ

وہ کب ہو گی تو کہہ دو شاید وہ قریب ہے جس دن تم کو بلائے گا تو قبول کرو گے اس کی

کفار قریش مثلاً ابوجہل، ابوسفیان اور ام جمیل زوجہ ابولہب وغیرہ ایذا رسانی کے لئے آپ کے پاس آجاتے تھے پس اُن کے اور حضور کے درمیان قدرتِ پروردگار سے ایسا حجاب حائل ہو جاتا تھا جو اُن کو نظر نہ آسکتا تھا یعنی نہ وہ رسولِ خدا کو دیکھ سکتے تھے اور نہ اس حجاب کو دیکھ سکتے تھے جو درمیان میں حائل ہوا کرتا تھا اور حضورؐ ان کی ایذا رسانی سے محفوظ رہتے تھے۔

وَقْرًا۔ واؤ پر زبر ہو تو اس کا معنی ہے کان کا پردہ اور اگر وقر ہو یعنی واؤ کی زیر ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے بارِ شتر

وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ۔ صافی اور برہان میں تفسیر علی بن ابراہیم سے منقول ہے جب آپ تہجد میں قرآن پڑھتے تھے تو آپ کی حُسنِ قرأت سے متاثر ہو کر قریشی جمع ہو جاتے تھے پس آپ باآواز بلند بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے تھے تو بھاگ جاتے تھے۔

رَجُلًا مَّسْحُوْرًا۔ مسحور کا معنی فریب خوردہ یا جادو کیا ہوا ہے اور بعضوں نے مفعول کو بمعنی فاعل بھی قرار دیا ہے یعنی مسحور بمعنی ساحر جس طرح آیت گزشتہ میں مستور بمعنی ساتر کیا گیا ہے۔

رُفَاتًا۔ ہر وہ شے جو شکستہ ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائے اور فُعال کا وزن ریزہ ریزہ ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔ جیسے حُطام و رُقاق

بِحَمۡدِهٖ وَتَظُنُّوۡنَ اِنۡ لَّبِثۡتُمۡ اِلَّا قَلِيۡلًا ﴿۵۲﴾ وَقُلۡ لِّعِبَادِىۡ يَقُوۡلُوا

دعوت کو حمد کرتے ہوئے اور خیال کرو گے کہ ہم نہیں ٹھہرے تھے مگر تھوڑی مدّت اور کہہ دو میرے بندوں کو کہ بات وہ

الَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ‌ ؕ اِنَّ الشَّيۡطٰنَ يَنۡزَغُ بَيۡنَهُمۡ‌ ؕ اِنَّ الشَّيۡطٰنَ كَانَ

کریں جو اچھی ہو تحقیق شیطان بھڑکاتا ہے اُن کو تحقیق شیطان انسان

لِلۡاِنۡسَانِ عَدُوًّا مُّبِيۡنًا ﴿۵۳﴾ رَبُّكُمۡ اَعۡلَمُ بِكُمۡ‌ ؕ اِنۡ يَّشَاۡ يَرۡحَمۡكُمۡ اَوۡ

کا کھُلا دشمن ہے تمہارا پروردگار تمہیں خوب جانتا ہے اگر چاہے تو تم پر رحم کرے (اپنے فضل سے) یا

اِنۡ يَّشَاۡ يُعَذِّبۡكُمۡ‌ ؕ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ عَلَيۡهِمۡ وَكِيۡلًا ﴿۵۴﴾ وَرَبُّكَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ

اگر چاہے تو تم کو عذاب دے (اپنے عدل سے) اور نہیں بھیجا ہم نے تجھے ان پر نگران اور تیرا رب خوب جانتا ہے

فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ‌ ؕ وَلَـقَدۡ فَضَّلۡنَا بَعۡضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعۡضٍ وَّاٰتَيۡنَا

جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور تحقیق ہم نے فضیلت بخشی بعض نبیوں کو بعض پر اور ہم نے بخشی

اور تراب وغیرہ

ص۳۵

كُوۡنُوۡا حِجَارَةً - یہ تہدید شدید ہے کہ قیامت کا انکار کرنے والو، بے شک تم پتھر ہو جاؤ یا اس سے سخت لوہا بن جاؤ بلکہ اس سے بھی کوئی سخت تر چیز تمہاری سمجھ میں ہے تو اس کا روپ دھار لو۔ خداوند کریم ضرور تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا۔ اور اس کے سامنے تم کو ایک دن ضرور جواب دہ ہونا پڑے گا پس وہ لاجواب ہو کر پوچھتے ہیں اچھا کون ہمیں دوبارہ زندہ کریگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو پہلی دفعہ پیدا کرنے پر قادر ہے وہ دوبارہ بھی زندہ کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔

فَسَيُنۡغِضُوۡنَ - نغض کا معنی ہے اُوپر اور نیچے سر کو ہلانا یعنی وہ سُن کر اُوپر نیچے کو سر ہلاتے ہیں تسلیم کیلئے نہیں بلکہ تمسخر اور استہزاء کے طور پر پھر پوچھتے ہیں کہ کب دوبارہ زندہ کرے گا تو جواب یہ ہے کہ عنقریب ہے اس لئے کہ ہر آنے والی مدت قریب اور ہر جانے والی مدت بعید ہوا کرتی ہے۔ يَوۡمَ يَدۡعُوۡكُمۡ - یعنی خدا فرشتوں کے ذریعے سے بلائے گا فرشتے کہیں گے اَيَّتُهَا الۡعِظَامُ النَّخِرَةُ وَالۡجُلُوۡدُ الۡبَالِيَةُ عُوۡدِىۡ كَمَا كُنۡتِ - یعنی اے بوسیدہ ہڈیاں اور کہنہ چمڑے اپنی پہلی حالت کی طرف پلٹ جاؤ پس اس کی حمد کا اعتراف کرتے ہوئے اس کی دعوت کو لبیک کہیں گے لیکن اس دن ان کی حمد ان کیلئے نفع مند نہ ہوگی اور اُس دن اپنی دنیاوی زندگی کو یا برزخ کے وقفے کو بالکل قلیل سمجھیں گے - اور واقعی آخرت کے مقابلہ میں یہ سب قلیل ہے۔

رکوع نمبر ۶ قُلۡ لِّعِبَادِىۡ - دعوتِ عامہ ہے کہ انسان طالب حق ہو کر متضاد خیالات کا جائزہ لے اور ہر فرقہ کی دلیلوں

دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ

داؤد کو زبور کہہ دو کہ بلاؤ (مدد کے لئے) اُن کو جنہیں سمجھتے ہو اس کے علاوہ (مددگار) پس نہ تو وہ مالک ہیں

كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ﴿۵۶﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ

تم سے مصیبت دُور کرنے کے اور نہ حالت کے بدلنے کے وہ وہ لوگ ہیں جو بلاتے ہیں (طرف اللہ کے) چاہتے

اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ

ہیں اپنے رب کی طرف قرب کہ کون زیادہ قریب ہے اور امید کرتے ہیں رحمت کی اور ڈرتے ہیں

عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴿۵۷﴾ وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ

اس کے عذاب سے تحقیق تیرے رب کا عذاب ڈرنے کے قابل ہے اور کوئی بستی نہیں مگر یہ کہ ہم اس کو

مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ كَانَ

ہلاک کریں گے روز قیامت سے پہلے یا اس کو عذاب دیں گے عذاب سخت یہ فیصلہ

میں غور وخوض کرے پس جو اچھی ہو قبول کرے اور جو ناقص اور ردّی ہو اُسے بلا تامل رد کرے اور حق کو قبول کرنے میں نہ آباؤ اجداد کا مسلک اُسے روکے اور نہ اکثریت کے شور وغل سے متاثر ہو اور یہی اللہ کے بندوں کی شان ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ ۔ یہ حضورؐ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ اپنا کام کئے جائیں چاہے وہ قبول کریں یا رد کریں اس کی ذمہ داری آپ پر عائد نہیں ہوتی کیونکہ آپ ان کے چوکیدار نہیں ٹھہرائے گئے۔

فَضَّلْنَا ۔ صافی میں بروایت کافی حضرت امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ تمام نبیوں کے سردار اور اولوالعزم صرف پانچ ہیں حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفےٰؐ اور بروایت علل حضرت رسالتمآبؐ نے فرمایا کہ خدا نے تمام فرشتوں پر انبیاء کو فضیلت دی۔ اور تمام نبیوں پر مجھے فضیلت عطا فرمائی اے علیؑ میرے بعد فضیلت تیرے لئے اور آئمہ کے لئے ہے جو تیری اولاد سے ہوں گے اور ملائکہ ہمارے دوستوں کے خادم ہیں۔ الحدیث

زَبُوْرًا ۔ زبور ہر کتاب کو کہا جاتا ہے لیکن حضرت داؤدؑ کی کتاب پر یہ نام غلبہ حاصل کر چکا ہے جس طرح فرقان ہر آسمانی کتاب کو کہا جا سکتا ہے کیونکہ وہ حق اور باطل کے درمیان فرق کرتی ہے لیکن اب یہ نام قرآن کے لئے خاص ہو گیا ہے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ ۔ یعنی جن لوگوں کو خدا کا شریک ٹھہرایا جاتا ہے مثلاً حضرت عیسیٰؑ یا ملائکہ یا دورِ حاضر میں بعض جہلا کے نزدیک آلِ محمدؑ یہ تو سب کے سب توحید پروردگار کی دعوت دینے والے تھے اور اللہ کے قرب کے خواہشمند تھے یہاں وسیلہ

ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۵۸﴾ وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ

لوحِ محفوظ میں لکھا جا چکا ہے — اور ہمیں کوئی شے نہیں روکتی اس امر سے کہ بھیجیں نشانیاں مگر یہ

كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ۭ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ۭ وَمَا

کہ پہلی قومیں جھٹلا چکی ہیں — اور ہم نے قوم ثمود کو ناقہ نشانی دی تھی تو انہوں نے اسی پر ظلم کیا — اور ہم

نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ﴿۵۹﴾ وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ۭ

نہیں بھیجتے نشانیاں مگر ڈرانے کے لئے — اور جب کہا ہم نے تجھے کہ تحقیق تیرا رب محیط ہے لوگوں پر (پس اپنی

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ

تبلیغ کو جاری رکھو) اور نہیں کیا ہم نے وہ خواب جو تجھے دکھایا مگر آزمائش لوگوں کے لئے — اور شجرہ ملعونہ کو (جس کا ذکر

فِي الْقُرْاٰنِ ۭ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ﴿۶۰﴾ ع

قرآن میں ہے) کیا ہم نے آزمائش لوگوں کے لئے اور ہم ان کو ڈراتے ہیں پس وہ نہیں بڑھتے مگر بڑی سرکشی کی طرف

سے مراد قرب خداوندی ہے۔

وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ ۔ مقصد یہ ہے کہ قیامت سے پہلے ایک دفعہ تمام عالم فنا ہوگا اور سب انسان موت کا ذائقہ چکھیں گے نیک لوگ اپنی موت مریں گے اور کفار مشرکین اور فساق عذابِ خداوندی میں گرفتار ہو کر وادیٔ فنا میں جا پہنچیں گے اور کتاب سے مراد لوحِ محفوظ ہے۔

وَمَا مَنَعَنَا ۔ کفار قریش حضورؐ سے معجزات طلب کرتے تھے تو ارشادِ پروردگار ہوا کہ معجزہ طلب کرنے کے بعد انکار کرنے والا فوری عذاب میں گرفتار ہو جاتا ہے اور ہم نہیں چاہتے کہ تیری امت فوری عذاب میں گرفتار ہو اس لئے ہم ان کا منہ مانگا معجزہ نہیں ظاہر کرتے۔ چنانچہ امم سالقہ میں سے قوم ثمود کو ہم نے ان کے قول کے مطابق پتھر سے ناقہ پیدا کر دی اور جو صفت انہوں نے طلب کی اسی صفت کی وہ ناقہ تھی۔ لیکن وہ ظالم رہے اور انجام کار مبتلائے عذاب ہوئے۔ کہتے ہیں کفارِ قریش نے مطالبہ کیا تھا کہ خدا سے کہو ہمارے لئے کوہ صفا کو سونا بنا دے اور پانی کے چشمے ظاہر کر دے وغیرہ تو یہ ان کا جواب ہے

وَاِذْ قُلْنَا ۔ یہ حضورؐ کو تسلی دی گئی ہے کہ لوگ میرے قبضۂ قدرت میں ہیں اور میں سب پر محیط ہوں لہٰذا آپ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے پس آپ کا کام ہے سلسلۂ تبلیغ کو جاری رکھو اور کفار کی باتوں کی پرواہ نہ کرو۔

شجرۂ ملعونہ وَمَا جَعَلْنَا ۔ تفسیر مجمع البیان و دیگر تفاسیرِ اہلبیت میں ہے کہ حضورؐ نے عالمِ خواب میں دیکھا کہ بندر آپ کے

منبر پر سوار ہوتے ہیں اور پھر اترتے ہیں پس آپ رنجیدہ خاطر ہو کر بیدار ہوئے اور مروی ہے کہ اس کے بعد آپؐ
تا زیست آپ کبھی نہ ہنسے۔

وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ - اس کا عطف رؤیا پر ہے یعنی نہیں کیا ہم نے شجرہ ملعونہ کو قرآن میں مگر لوگوں کی آزمائش
کے لئے امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس کی تاویل بنی امیہ منقول ہے اور خدا نے اپنے
حبیب کو تخت خلافت پر ان کے تمکن کی اطلاع دی تھی کہ وہ آپ کی اولاد کو قتل کریں گے۔

تفسیر صافی میں علامہ کاشانی مرحوم فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مضمون سنی و شیعہ کتابوں میں تواتر سے منقول ہے
البتہ سنیوں میں اس قدر اختلاف پایا جاتا ہے کہ بعضوں نے ذکر کیا حضورؐ نے بنی امیہ کے بعض افراد کو اپنے منبر پر بندروں
کی طرح اچھلتے کودتے ہوئے دیکھا تو آپ نے اس کی تعبیر یہ فرمائی کہ ان کو اپنے اسلام کے بدلہ میں یہی دنیاوی عیش
نصیب ہوگا اور بعضوں نے یہ کہا ہے کہ آپ نے اپنے منبر پر بندروں کو اترتے چڑھتے دیکھا تو آپ غمزدہ ہوئے۔ اور
تفسیر قمی سے منقول ہے کہ حضورؐ نے خواب میں بندروں کو اپنے منبر پر سوار ہوتے دیکھا تو آپ کو یہ بات بری لگی اور سخت
غمزدہ ہوئے۔ پس جبرئیل یہ آیت لے کر اترا، اور شجرہ ملعونہ سے مراد بنی امیہ ہیں۔

نیز بروایت احتجاج امام حسن علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے ایک گفتگو میں مروان بن حکم سے فرمایا، اے
مروان میں تجھے یا تیرے باپ کو سب نہیں کرتا لیکن خدا نے تجھ پر، تیرے باپ پر، تیرے خاندان پر، تیری اولاد پر اور تیرے
باپ کی قیامت تک ہونے والی ساری النسل پر اپنے نبی کی زبانی لعنت کی ہے۔ خدا کی قسم مروان تو اور حاضرین میں سے
کوئی بھی رسولؐ کی زبانی ہونے والی اس لعنت کا انکار نہیں کر سکتا جو تیرے اوپر اور تجھ سے پہلے تیرے باپ پر نازل ہوئی
ہے۔ اے مروان! خدا نے جس قدر تجھے ڈرایا ہے اتنا ہی تیری سرکشی میں اضافہ ہوا ہے اور خدا نے سچ فرمایا ہے وَالشَّجَرَةَ
الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ وَنُخَوِّفُهُمْ فَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا طُغْيَانًا كَبِيرًا - اور اے مروان تو اور تیری اولاد وہ
شجرہ ملعونہ ہے جس کا قرآن میں ذکر موجود ہے۔ انتہیٰ۔ اور خدا گذشتہ امتوں کا تذکرہ کر کے امت محمدیہ کو گرفتاری عذاب سے
ڈراتا ہے لیکن ان لوگوں کی سرکشی میں اور زیادتی ہوتی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ کتاب کے حقیقی وارث و عامل جو اس کے ظاہر و باطن پر عمل کرتے ہیں وہ شجرہ طیبہ ہیں۔
جس کی اصل ثابت اور فرع آسمان سے باتیں کرتی ہیں اور ہر زمانہ میں باذن پروردگار وہ پھل دیتا ہے اور اس کے دشمن شجرہ
ملعونہ ہیں جو اپنے منہ سے اللہ کے نور کو بجھانے کے درپے ہوں گے لیکن اللہ اپنے نور کی خود حفاظت کرے گا۔ واقعی بنی امیہ نے
آل رسولؐ کو ختم کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن مٹانے والے مٹتے رہے اور جن کو مٹانے کی کوششیں کی گئیں وہ
روز افزوں پھلتے پھولتے رہے اور پھیلتے رہے۔ تفسیر مجمع البیان میں منقول ہے منہال بن عمرو کہتا ہے میں نے امام زین العابدین
علیہ السلام سے احوال پرسی کی تو آپ نے فرمایا ہماری حالت کیا پوچھتے ہو بس ایسی ہی ہے جیسی بنی اسرائیل کی فرعون کے

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ

اور جب ہم نے کہا فرشتوں کو سجدہ کرو آدم کا تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے کہنے لگا کیا میں

لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ﴿۶۱﴾ قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ۫ لَئِنْ

اس کا سجدہ کروں جس کو تونے مٹی سے پیدا کیا؟ کہنے لگا کیا تجھے پتہ ہے یہ جس کو تونے فضیلت دی ہے مجھ پر اگر تونے مجھے

اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۲﴾ قَالَ اذْهَبْ

مہلت دی روز قیامت تک تو میں کھینچ لوں گا اس کی اولاد کو سوائے قلیل کے فرمایا جا پس جو بھی

فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ﴿۶۳﴾ وَاسْتَفْزِزْ

تیری پیروی کرے گا ان سے تحقیق دوزخ تم سب کی جزا ہے مکمل جزا اور گمراہ کر

مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ

جن پر تیری دسترس ہو ان میں سے اپنی دعوت کے ساتھ اور چڑھائی کر ان پر اپنے سواروں اور پیادوں کے ساتھ

وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ

اور ان کے ساتھ شرکت کر مال و اولاد میں اور ان کو وعدہ دے اور نہیں وعدہ دیتا شیطان

دور میں تھی کہ وہ اُن کے بیٹوں کو ذبح کرتا تھا اور بیٹیوں کو زندہ رکھتا تھا اب حالت یہ ہے کہ رسولؐ کے بعد جو شخص تمام مخلوق سے افضل تھا اس پر برسر منبر لعنت کی جاتی ہے اور ہمارے محبّوں کی ہماری محبت کی وجہ سے حق تلفی کی جاتی ہے۔

رکوع نمبر ۷ ۔ ذکر سجدہ آدم

وَاِذْ قُلْنَا: اسکی وضاحت تفسیر ہذا کی جلد ۲ اور جلد ۶ پر ملاحظہ فرمائیں۔

لَاَحْتَنِكَنَّ: حنک سے ہے پس احتناک کا معنی ہے گردن میں رسّی ڈال کر کھینچنا یا اس کا معنی ہے جڑ سے اکھیڑنا یا تباہ کرنا اور ہر معنی مراد لیا جاسکتا ہے۔ ابلیس نے اس پیشین گوئی کی جرأت اس لئے کی کہ حضرت آدم پر وسوسہ کا جال ڈال کر اُس نے اندازہ کر لیا تھا یا اس لئے کہ خدا نے فرشتوں کو پہلے جتلا دیا تھا کہ جو مخلوق میں پیدا کروں گا وہ فساد کرے گی چنانچہ فرشتوں نے یہ سوال بھی کر دیا تھا کہ فسادی مخلوق کو کیوں زمین کی خلافت کے لئے پیدا کرتا ہے۔ پس اس سے ابلیس کو اولاد آدم کی سرشت کا اندازہ ہو گیا تھا۔

اِسْتَفْزِزْ ۔ اِسْتِفْزَاز کا معنی ہے کوشش کرنا، یعنی آواز دے دے کر پوری کوشش سے ان کو پھسلا اور کوئی کمی نہ کر یہاں

إِلَّا غُرُورًا ﴿٦٤﴾ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ ۚ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ وَكِيلًا ﴿٦٥﴾

مگر دھوکا تحقیق میرے بندوں پر تجھے غلبہ حاصل نہ ہوگا اور کافی ہے تیرا رب نگہبان

رَّبُّكُمُ الَّذِي يُزْجِي لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوا مِن فَضْلِهِ ۚ إِنَّهُ كَانَ

تمہارا رب وہ ہے جو چلاتا ہے تمہارے لئے کشتیاں دریا میں تاکہ تم تلاش کرو اس کا رزق تحقیق وہ تم

بِكُمْ رَحِيمًا ﴿٦٦﴾ وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَن تَدْعُونَ إِلَّا

پر مہربان ہے اور جب تم کو مس کرے تکلیف دریا میں تو تم ہر ایک کو بھول جاتے ہو جن کو بلاتے ہو سوائے

إِيَّاهُ ۖ فَلَمَّا نَجَّاكُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ ۚ وَكَانَ الْإِنسَانُ كَفُورًا ﴿٦٧﴾ أَفَأَمِنتُمْ

اس کے پس جب تمہیں نجات دے دے خشکی کی طرف تو پھر جاتے ہو اور انسان ہے بے شکرا کیا تم

أَن يَخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ أَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوا

بے خوف ہو کہ وہ تمہیں دھنسا دے خشکی میں یا بھیج دے تم پر پتھر پھر تم کسی کو اپنا مددگار

امر تہدید کے لئے ہے کہ بے شک تو انسان کو گمراہ کرنے کے لئے اپنے سواروں اور پیادوں کو لے کر آجا اور ان کے مالوں اور اولادوں میں بھی تو شرکت پیدا کرلے اور ان کو جھوٹے جھوٹے وعدوں کے جال میں پھنسانے کی کوشش کر پھر بھی جو میرے بندے ہوں گے کبھی تیرے دامِ تزویر میں نہ پھنسیں گے اور مروی ہے کہ حرام کمائی کے مال میں اور ہر حرام مجامعت کی اولاد میں شیطان کا حصہ ہوتا ہے اسی لئے مروی ہے کہ اپنی حلال عورت سے مجامعت کرتے وقت انسان بسم اللہ پڑھ لے ورنہ اولاد میں شیطان شریک ہوگا۔

تفسیر برہان میں بروایت عیاشی امام جعفر صادق علیہ السلام ایک حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ کی قسم جس نے محمدؐ کو برحق نبی بنا کر بھیجا ہے گوشت کے ٹکڑوں پر جمع ہونے والے بھڑوں سے بھی ایک مومن کو گمراہ کرنے کے لئے ابلیسوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن مومن پہاڑ سے بھی زیادہ مضبوط رہتا ہے کیونکہ پہاڑ کاٹنے سے کٹ سکتا ہے لیکن مومن کا قدم صراطِ حق سے نہیں ہٹ سکتا۔

دعوتِ توحید

رَبُّكُمُ الَّذِي - خداوند علام نے ذکر آدم اور سجدہ ملائکہ کے ساتھ ابلیس کے تکبر اور اس کی انسان دشمنی کی قلعی کھول دی اور ابلیس کے اعلان کو بھی دہرایا تاکہ انسان اس مکار دشمن کی عیاریوں سے خبردار رہیں۔ ان آیات میں اپنی توحید کی دعوت دیتا ہے تاکہ شیطانی دام تزویر سے آزاد ہو کر انسانی عقول توحید

لَكُمْ وَكِيلًا ﴿٦٨﴾ أَمْ أَمِنتُمْ أَن يُعِيدَكُمْ فِيهِ تَارَةً أُخْرَىٰ فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ

نہ پاؤ گے کیا تم بے خوف ہو کہ تمہیں وہ پھر پلٹا دے دریا میں دوبارہ پس بھیج دے تم پر ایک

قَاصِفًا مِّنَ الرِّيحِ فَيُغْرِقَكُم بِمَا كَفَرْتُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ عَلَيْنَا

طوفان ہوا کا اور غرق کر دے تم کو بوجہ کفران کے پھر نہ پاؤ گے اپنے لئے ہمارے خلاف احتجاج

بِهِ تَبِيعًا ﴿٦٩﴾ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَ

کرنے والا اور تحقیق ہم نے فضیلت دی اولاد آدم کو اور ان کو سوار کیا خشکی اور تری میں اور

رَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا ﴿٧٠﴾

ان کو رزق دیا پاکیزہ چیزوں سے اور ان کو فضیلت دی اپنی بہت سی مخلوق پر جو فضیلت کا حق ہے

پروردگار کے راستہ پر گامزن ہوں کہ تمہارا پروردگار وہ ہے جس نے سمندروں کو تمہارے تابع فرمان بنایا کہ وہ کشتیوں کو اپنی پشت پر رکھ کر تمہارے لئے سفر کی سہولت کا باعث بنتے ہیں پس تم دُور دراز ملکوں میں تجارتی کاروبار کر کے اپنے رزق کا آسانی سے بندوبست کرتے ہو اور مشکل پڑنے پر تمہیں صرف ایک ہی ذات کا سہارا ہوتا ہے جو تمہیں با امن کنارہ تک پہنچاتی ہے لیکن منزل مقصود پر پہنچ کر بجائے اس کے کہ تم اس کا شکر کرو، الٹا وادیٔ شرک میں جا کودتے ہو پس اپنے اللہ کو پہچانو اور اس کی نعمتوں کا شکر کرو اس کے بعد تہدید کے طور پر سرزنش کرتا ہے کہ اگر وہ چاہے تو تم کو خشکی پر بھی اپنے عذاب کی گرفت میں لا سکتا ہے اور وہ چاہے تو تم کو زمین میں اتار دے اور جانب کی اضافت بر کی طرف اضافتِ موصوف الی الصفت ہے یعنی وہ جانب جو بر ہے اور اگر چاہے تو تم پر آسمان سے پتھر برسا دے اور اگر چاہے تو تمہیں سمندر کے سفر کا حاجت مند کر دے پس طوفان بھیج کر تم کو غرقاب کر دے پھر کون ہے جو اس سے باز پُرس کرے گا۔ لیکن وہ اپنے رحم و کرم سے ایسا نہیں کرتا اور تمہیں سمجھنے سوچنے کے لئے مہلت دیتا ہے پس اس فرصت کو غنیمت سمجھو اور اس کی معرفت حاصل کر کے اُس کا شکر ادا کرو اور اس کے شریک بنا کر کفران نہ کرو۔

انسان کی کرامت

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا ۔ تکریم و تفضیل میں چند وجوہ میں فرق بیان کیا گیا ہے (۱) تکریم انعامات کی فراوانی سے اور تفضیل مراتب کی زیادتی سے ہوتی ہے (۲) تکریم نعماتِ دنیاویہ سے اور تفضیل نعماتِ اخرویہ سے ہے (۳) تکریم سے مراد وہ نعمات ہیں جو موجب تکلیف ہیں اور تفضیل سے مراد وہ نعمات ہیں جو بطور جزا کے عطا ہوتی ہیں۔ خداوند کریم نے آیت مجیدہ میں انسان کی تکریم اور تفضیل دونوں کو بیان فرمایا ہے کہ وہ صاحب کرامت بھی ہے اور صاحبِ فضیلت بھی دنیاوی زندگی میں انسان کی کرامت متعدد وجوہ سے ظاہر ہے (۱) تمام مخلوقات میں انسان کی شکل و

يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ ۖ فَمَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَأُولَٰئِكَ

جس دن ہم بلائیں گے سب لوگوں کو اپنے امام کے ساتھ پس جس کو دیا گیا اپنا اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں تو وہ پڑھیں

يَقْرَءُونَ كِتَابَهُمْ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا (۷۱) وَمَنْ كَانَ فِي هَٰذِهِ أَعْمَىٰ

گے اپنے اعمالنامے کو اور نہ ظلم کئے جائیں گے بال برابر اور جو ہوگا اس دنیا میں (راہ ہدایت سے

فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ وَأَضَلُّ سَبِيلًا (۷۲) وَإِنْ كَادُوا لَيَفْتِنُونَكَ

اندھا تو وہ ہوگا آخرت میں (راہ جنت سے) اندھا اور بھٹکا ہوا راستہ سے اور تحقیق قریب تھا کہ ورغلا لیں تم کو

صورت حسن میں ممتاز ہے (۱۱) انسان دولت عقل وفکر اپنے پاس رکھتا ہے (۱۲) نبوت ورسالت وولایت انسان کے حصہ میں مقرر کی گئی ہے (۱۳) موجوداتِ عالم کو انسان کیلئے مسخر کیا گیا ہے ہوا میں پرواز کرنا چاہے تو فضا اس کے لئے مسخر ہے زمین کی مسافتوں کو طے کرنا چاہے تو اسباب وآلات اس کے تابع ہیں اور دریاؤں سمندروں کو عبور کرنا چاہے تو پانی کی سطح اس کے تابع فرمان ہے۔ پہاڑوں کے دامن زمین کی گہرائیاں ریگزار کے ذرات بلکہ مادی دنیا کے اندر ہر طاقت انسانی قدرت کے سامنے سرنگوں ہے۔ پس اس کی حکمرانی کے اندر جہاں جمادات نباتات وحیوانات جیسی سفلی مخلوق ہے وہاں شمس وقمر اور سیارے وستارے بھی انسانی وجود کے بقا وارتقاء کے لئے مصروف گردش ہیں (۱۴) انسان اپنے مافی الضمیر کو اپنی زبان کے ذریعے ادا کر سکتا ہے (۱۵) باقی حیوانات منہ کے ذریعے اپنی خوراک استعمال کرتے ہیں اور انسان کو اس سلسلہ میں ہاتھ عطا ہوئے ہیں (۱۶) باقی حیوانات کی تخلیق منحنی ہے اور انسان کو سیدھی قد وقامت عطا ہوئی ہے (۱۷) باقی حیوانات سے اس کو امتیاز یہ بھی حاصل ہے کہ اس کے ہاتھ میں انگلیاں اس کے تصرفات میں آسانی کا موجب ہیں (۱۸) انسان کا رعب باقی مخلوق پر حاوی ہے (۱۹) انسان کے رزق کیلئے پاکیزہ پھل میوہ جات اور غلہ پیدا کیا گیا ہے (۲۰) انسان کو حامل علم بنایا گیا ہے (۲۱) انسان میں نیکی وبرائی کے درمیان امتیاز کی قوت دی گئی ہے اور اس کو اپنے اختیار سے عبادت واطاعتِ پروردگار کا اہل قرار دیا گیا ہے پس انہی وجوہات کے پیش نظر اگر انسان اپنی انسانیت کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے معرفتِ پروردگار اور عبادتِ خالق اور جملہ حقوق انسانیہ کی پاسداری کا لحاظ کرے تو وہ ملائکہ سے افضل ہے۔ لیکن اگر اپنی برتری کو چھوڑ کر اپنے فرائض سے غفلت شعاری برتے تو یہی انسان درجہ میں ادنی حیوانات سے بھی گر جاتا ہے اور آیت مجیدہ میں ہے کہ ہم نے اس کو اپنی بہت سی مخلوق پر فضیلت دی ہے اس بہت سے مراد تمام اور کل ہے جبطرح قلیل سے مراد عدم ہوا کرتا ہے۔

رکوع نمبر ۸ ۔ مقامِ امام

يَوْمَ نَدْعُوا ۔ آیت مجیدہ میں امام کے معنی میں چند اقوال ہیں (۱) اس سے مراد نبی ہے یعنی ہر امت اپنے نبی کے ساتھ اٹھائی جائے گی (۲) کتاب یعنی ہر امت اپنی کتاب لے

عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ

اس سے جو ہم نے تجھ پر وحی کی تا کہ غلط نسبت دے ہماری طرف اس کے غیر کی اور پھر وہ تجھے اپنا دوست

خَلِيْلًا ﴿۷۳﴾ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا ﴿۷۴﴾

ٹھہرالیں اور اگر ہم تم کو ثابت نہ رکھتے تو قریب تھا کہ تم جھک جاتے ان کی طرف تھوڑا تھوڑا

کر اٹھے گی (۳) اعمالنامہ (۴) امام جمع ہے اُم کی یعنی ہر آدمی کو اپنی ماں کے نام سے اٹھایا جائے گا (۵) ہر شخص کو اپنے اپنے زمانہ کے امام کے ساتھ اٹھایا جائے گا اور آئمہ اہلبیت سے یہی آخری قول مروی ہے چنانچہ تفسیر مجمع البیان میں حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے امام دو قسم کے ہیں ایک امام ہدایت اور دوسرے امام ضلالت یعنی گمراہ لوگ اپنے گمراہ امام کے ساتھ محشور ہوں گے اور ہدایت یافتہ لوگ اپنے ہادی امام کے ساتھ اُٹھیں گے۔ تفسیر صافی میں بروایت قمی امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت رسول کریم اپنی قوم میں حضرت علیؑ اپنے صحابہ میں حضرت حسنؑ اپنے ساتھیوں میں اور حضرت حسینؑ اپنے جانثاروں میں تشریف لائیں گے اور جو امام جس قوم میں دنیا سے مرے گا وہ بروز محشر اسی گروہ سے اُٹھے گا۔ بروایت مجالس امام حسین علیہ السلام سے مروی ہے ایک امام ہدایت کی دعوت دینے والا ہے اور کئی لوگ اس کی بات مانتے ہیں دوسرا امام گمراہ کرتا ہے اور کچھ لوگ اس کے پیچھے چلتے ہیں پس وہ جنت میں جائیں گے اور یہ دوزخ میں جائیں گے جس طرح خدا فرماتا ہے۔ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ۔

بروایت عیاشی امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ کبھی زمینِ خدا امام سے خالی نہیں رہ سکتی جو اللہ کی حلال کردہ اشیاء کو حلال کہے اور اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حرام کہے پھر فرمایا جناب رسولؐ نے فرمایا مَنْ مَاتَ بِغَيْرِ اِمَامٍ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً یعنی جو شخص بغیر امام کی معرفت کے مرجائے وہ جاہلیت یعنی کفر کی موت مرتا ہے۔

تفسیر برہان اور مجمع البیان میں امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ ہر شخص بروز محشر اپنے زمانہ کے امام اور کتاب خدا اور سنت رسولؐ کے ساتھ بلایا جائے گا۔ اس کی مزید توضیح مقام محمود کے بیان میں صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

فَتِيْلًا۔ گٹھلی کے درمیان میں بال کے برابر تاگے کی طرح جو باریک بٹ ہوتا ہے اس کو فتیل کہتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں جو گٹھلی کی پشت پر ہوتا ہے اس کو نقیر کہا جاتا ہے اور پوری گٹھلی کے اُوپر جو باریک جھلی ہوتی ہے اس کو قطمیر کہا جاتا ہے وَمَنْ كَانَ۔ تفسیر آئمہ اہل بیت میں ہے کہ جس پر حج واجب ہو اور وہ اس کو ٹالتا رہے حتیٰ کہ موت سر پر آجائے تو وہ بروز محشر اندھا محشور ہوگا۔ (برہان)

وَاِنْ كَادُوْا۔ یہاں ان مخفف ہے اِنَّ کا۔ آیت مجیدہ کے شان نزول کے متعلق تفسیر مجمع البیان میں متعدد اقوال نقل کئے گئے ہیں (۱) مشرکین نے کہا کہ آپ ہمارے بتوں کو کچھ نہ کہیں اور غریب طبقہ کو اپنے پاس سے دُور کردیں

جن سے بدبو آتی ہے تو ہم آپ کے پاس بیٹھیں گے پس آپ نے ان کے اسلام کا طمع کیا تو یہ آیت اُتری ۔(۲) جب بُت توڑے گئے تو قریش نے خواہش کی کہ جو بُت مروہ پر ہے اس کو رہنے دیا جائے آپ نے بھی اس کو چھوڑنے کا ارادہ کر لیا لیکن بعد میں توڑ دیا تو یہ آیت اُتری (۳) کفار نے کہا ہم آپ کو حجرِ اسود کا بوسہ نہ لینے دیں گے ۔جب تک تم ہمارے بتوں کا سہارا نہ لوگے تو آپ نے دل میں خیال کیا کہ میری نیت کو خدا خوب جانتا ہے لہذا ظاہری طور پر ان کی بات کو قبول کرنے میں کوئی حرج نہ ہوگا پس یہ آیت اُتری ۔ ان کے علاوہ اور اقوال بھی ہیں جن کے ذکر کا چنداں فائدہ نہیں ۔تفسیر اہلِ بیت میں یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں لوگوں نے چہمے گوئیاں کیں پس یہ آیت اُتری کہ خبردار جو ہم نے وحی کی ہے وہ تجھے اس سے پھسلانا چاہتے ہیں تاکہ تم ہماری وحی کردہ بات کے خلاف کوئی دوسری بات ظاہر کرو اور ایسا کرنے کی صورت میں وہ تیرے سچے دوست بن جائیں گے اور اگر ہم ثابت قدم نہ رکھتے تو واقعاً تم ان کی طرف تھوڑا تھوڑا کر کے جھک گئے ہوتے اور نتیجہ یہ ہوتا کہ کفار کو دنیا یا آخرت میں جو عذاب دیا جاتا ہے تیرا عذاب اُن سے دُگنا ہوتا کیونکہ ذمہ داری کا تقاضا یہی ہے ۔

تفسیر برہان وصافی میں ہے کہ جب مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے مسئلہ عصمتِ انبیاء پر مفصل گفتگو کی تو یہ اور اس قسم کی دوسری آیتیں بھی زیر بحث آئیں ۔پس آپ نے ان کے متعلق فرمایا یہ اس طرح ہے جس طرح کہا جاتا ہے اِیَّاکَ اَعْنِیْ وَاسْمَعِیْ یَا جَارَۃ یعنی اپنوں سے بات کر کے ہمسائی کو سنانا مقصود ہوتا ہے پس یہاں بھی حضرت رسالت مآبؐ کو خطاب کر کے تمام مومنوں کو تنبیہہ کی گئی ہے کہ دشمنانِ دین کے جتھوں میں پھنس کر کسی لالچ کی بنا پر اگر تم نے باطل کا ساتھ دیا اور حق کا دامن چھوڑا تاکہ اُن کا قرب تم کو حاصل ہو تو ایسی صورت میں تمہارا عذاب کفار کے عذاب سے دوگنا ہوگا ۔ ورنہ نبی علیہ السلام کی شان اجل ہے کہ اُن سے اس قسم کا خطاب ہو پس مامون مطمئن ہو گیا ۔

تفسیر صافی میں بروایت عیاشی امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ خدا نے قرآن مجید میں کہیں بھی اپنے حبیب محمدؐ مصطفےٰ کو سرزنش نہیں کی اور یہ آیت مجیدہ بھی اگرچہ ظاہر میں خطاب حضورؐ کو ہے لیکن اس سے مراد اُمّت ہے ۔جس طرح پنجابی میں مقولہ ہے آکھاں دِھی نوں سناواں نوح نوں ۔

تفسیر مجمع البیان میں ابن عباس سے منقول ہے کہ رسول اللہ معصوم تھے اور آیتِ مجیدہ میں امت کو تہدید کی گئی ہے تاکہ مومنین میں سے کوئی فرد مشرکین کی چکنی چپڑی باتوں میں پھنس کر یا کسی طمع و لالچ میں اگر احکامِ خداوندی اور شریعت مصطفوی سے روگردانی کی جرأت نہ کر بیٹھے ۔

اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا

پھر ہم چکھاتے تم کو دُگنا (عذاب) دنیاوی زندگی کا اور دُگن مرنے کا پھر نہ پاتے تم ہمارے خلاف کوئی

نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾ وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا

مددگار اور تحقیق قریب ہے کہ تجھے تنگ کریں زمین سے تاکہ تجھے وہاں سے نکال دیں

وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۷۶﴾ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا

اور پھر نہ ٹھہریں گے تیرے پیچھے مگر تھوڑے دن یہ طریقہ ان کا ہے جو ہم نے تجھ سے پہلے رسول بھیجے

وَاِنْ كَادُوْا ۔ یہاں بھی اِن مخفف ہے تاریخ بتلاتی ہے کہ کفار قریش کی کوشش تھی کہ آپ مکہ سے نکل جائیں اور بعد میں یہود مدینہ کی کوشش تھی کہ آپ مدینہ سے چلے جائیں۔

لَا يَلْبَثُوْنَ ۔ یعنی اگر یہ لوگ آپ کو نکال دیں تو ان کو بھی یہاں رہنا نصیب نہ ہوگا چنانچہ کفار نے آپ کو مکہ سے نکالا اور انجام یہ ہوا کہ دو سال کے اندر اندر جنگ بدر میں عذاب خداوندی میں گرفتار ہو گئے اور مکہ میں رہنا ان کو نصیب نہ ہو سکا جو حضور کو نکالنے میں پیش پیش تھے۔

خِلٰفَكَ ۔ اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں (۱) یہ کہ جو لوگ آپ کی مخالفت کر کے آپ کو نکالیں گے وہ خود بھی چین سے نہ بیٹھیں گے (۲) خلاف خلف سے ہے یعنی پیچھے رہنا گویا ان کو بھی آپ کے بعد وہاں کی رہائش نصیب نہ ہوگی۔

سُنَّةَ مَنْ ۔ یعنی نبیوں اور رسولوں کے بارے میں خدائی سنت ہے کہ اگر کوئی قوم اپنے رسول کو گھر سے نکال دے تو وہ عذاب میں گرفتار کر لئے جاتے ہیں اور یہ سنت ہمیشہ سے جاری ہے۔

صاحب تفسیر مجمع البیان فرماتے ہیں کہ آیت مجیدہ میں کفار قریش مراد ہیں اور انہوں نے حضور کے مکہ سے نکل جانے کا ارادہ کیا ہوا تھا یعنی اسباب ایسے بنائے تھے کہ آپ شہر کو چھوڑ جائیں ورنہ وہ آپ کے شہر چھوڑ جانے پر رضامند نہ تھے کیونکہ انہیں پتہ تھا کہ اُن کا ہجرت کر جانا ہمیں مہنگا پڑے گا پس آپ کے چلے جانے کے بعد وہ پشیمان ہوئے لیکن اس وقت اُن کو کوئی فائدہ نہ تھا اور یہی وجہ ہے کہ وُہ گرفتار عذاب نہ ہوئے ورنہ اگر نکالتے تو عذاب سے نہ بچتے اور سب مر جاتے (اقول) مجھے ان کی اس فرمائش سے اتفاق نہیں ہے کیونکہ ان کا حضور کے درپے قتل ہونا ان کے شہر بدر ہونے کا سبب بنا تھا اور نتیجہ میں وہ مبتلائے عذاب ہو کر رہے۔ کہ جنگ بدر میں رؤسا ان کے مارے گئے اور کچھ گرفتار ہو گئے اور اس کے بعد فتح مکہ کے موقعہ پر اسی شہر میں اسلام کا پرچم لہرایا گیا جو تا قیامت سرنگوں نہ ہوگا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے وہی شہر اسلام کا مرکز قرار پا گیا۔ گویا یہ قرآن مجید کی پیشین گوئی ہے جو حرف بحرف سچی ثابت ہوئی کہ انہوں نے حضور کو جلاوطن کیا تو اس کے بعد خود چین سے نہ رہ سکے۔

وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا ﴿٧٧﴾ أَقِمِ الصَّلَوٰةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَىٰ غَسَقِ

اور ہمارے طریقہ میں تم تبدیلی نہ پاؤ گے قائم کرو نماز کو زوالِ شمس سے تاریکیٔ شب تک

اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا ﴿٧٨﴾ وَمِنَ اللَّيْلِ

اور نماز صبح تحقیق نماز صبح مشہود ہے اور رات کے کچھ

فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَكَ عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا ﴿٧٩﴾

حصہ میں بیدار ہو کر پڑھو کہ یہ زیادتی ہے تیرے لئے یقیناً کھڑا کرے گا تیرا رب تجھے مقام محمود پر

رکوع نمبر ۹، نماز کا بیان

لِدُلُوكِ الشَّمْسِ ۔ اکثر مفسرین نے دلوک کا معنی زوال لکھا ہے اور غسق کا معنی ہے رات کی ابتدائی تاریکی اور آیت مجیدہ پانچوں نمازوں کے اوقات کو شامل ہے کیونکہ دلوک شمس یعنی زوال آفتاب کے بعد دو نمازیں ہیں ظہر و عصر اور غسق اللیل یعنی تاریکی شب کی بھی دو نمازیں مغرب و عشاء ہیں اور قرآن الفجر سے مراد نماز صبح ہے۔

بروایت عیاشی عبید بن زرارہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے آیت مجیدہ کی تفسیر میں فرمایا کہ خدا نے چار نمازیں فرض کی ہیں جن کا وقت زوال آفتاب سے نصف شب تک ہے دو نمازوں کا وقت زوال سے غروب تک ہے اور ایک دوسری سے پہلے ہے اسی طرح غروب سے نصف شب تک دو نمازوں کا وقت ہے کہ ایک دوسری سے پہلے ہے اور روایات میں غسق کا معنی نصف شب بیان کیا گیا ہے روایت مذکورہ کے مضمون کی روایت کافی تہذیب سے بھی منقول ہے اسی طرح سورہ طٰہٰ کی آیت نمبر ۱۳۰ میں بھی نماز کے اوقات کا بیان آئے گا۔

قُرْآنَ الْفَجْرِ ۔ اس کا عطف صلوٰۃ پر ہے اور صلوٰۃ پر قرآن کا اطلاق اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ نماز میں قرأت ضروری ہے۔

مَشْهُودًا ۔ روایات متواترہ میں اہلبیتؑ سے مروی ہے کہ صبح کی نماز پر فرشتے بھی شاہد ہوتے ہیں اور دن کے فرشتے بھی۔ اس لئے اس کو مشہود کہا گیا ہے کیونکہ یہ وقت ہوتا ہے کہ رات کے فرشتے اپنا دفتر بند کر کے جا رہے ہوتے ہیں اور دن کے فرشتے اسی وقت آکر اپنا کام سنبھالتے ہیں۔

بہرکیف قرآن مجید کی یہ آیت جمع بین الصلوٰتین کو ثابت کرتی ہے کیونکہ نمازیں پانچ ہیں اور ان کے اوقات خدا نے تین بیان کئے ہیں اسی طرح سورہ ہود میں ارشاد ہے أَقِمِ الصَّلَوٰةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ الخ یعنی نماز کو قائم کرو دن کے دونو کناروں میں اور رات کے ایک حصہ میں وہاں دن کے دو کنارے صبح اور بعد از زوال ہیں اور بعد از زوال دو نمازیں ظہر و عصر ہیں اور رات کے حصہ میں دو نمازیں مغرب و عشاء ہیں اور اس کی تائید میں کتب صحاح ستہ اہل سنت میں مروی ہے۔ کہ

حضرت رسالتمآبؐ بغیر کسی عذر کے مغرب و عشاء اور ظہر و عصر کو جمع فرمالیا کرتے تھے تفسیر ج ۶ ص ۲۴۵

فَتَهَجَّدْ - ہجود سے ہے اور اس کا معنی ہے نیند اور تہجّد کا معنی ہے نیند کو چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہونا اور اس سے مراد نماز تہجد معروف ہے جو حضورؐ پر بحکم آیت واجب تھی اور باقی امّت کے لئے مستحب ہے۔

نماز کے فضائل بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے احادیث میں اس کے تارک کو کافر کہا گیا ہے اور قرآن مجید میں مفہوم کے لحاظ سے تارک نماز کو مشرک کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ہم نے تفسیر کی چھٹی جلد ص ۲۴۶ پر اس موضوع سے متعلق قدرے تفصیلی بحث کی ہے۔

واجب نمازیں

ہر بالغ و عاقل پر واجب ہونے والی نمازیں نو ہو سکتی ہیں۔
(۱) نماز پنجگانہ یومیہ (۲) نماز آیات (۳) نماز جنازہ (۴) نماز طواف (۵) نماز قضائے والدین (۶) نماز نذر و عہد و یمین (۷) نماز اجارہ (۸) نماز احتیاط (۹) نماز عیدین

تنبیہ :- نماز کسوف (سورج گرہن) اور نماز خسوف (چاند گرہن) نماز آیات میں داخل ہیں۔

مسئلہ - نماز آیات سورج گرہن، چاند گرہن، زلزلہ، بجلی کی خوفناک کڑک اور تیز آندھی یا کوئی اور آسمانی خطرناک حادثہ جب رونما ہو تو دو رکعت نماز آیات کی نیت سے پڑھنی واجب ہے ہر رکعت میں پانچ پانچ رکوع ہوا کرتے ہیں چاہے ہر رکوع سے پہلے سورہ فاتحہ اور دوسرا سورہ پڑھتا رہے یا صرف پہلے رکوع سے قبل سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد کسی سورہ قرآنیہ کے پانچ حصے کرکے ہر رکوع سے پہلے ایک ایک حصہ پڑھتا جائے مثلاً پہلی رکعت میں پہلے سورہ فاتحہ پڑھے پھر بہ نیت سورہ توحید بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر رکوع میں چلا جائے۔ پس اٹھے اور حالتِ قیام میں قل ھو اللہ احد پڑھ کر رکوع کرے پھر اٹھ کر اللہ اکبر کہے اور اللہ الصمد کہہ کر رکوع میں جائے پھر اٹھ کر اللہ اکبر کہے اور لم یلد ولم یولد کہہ کر رکوع کرے پھر اٹھے اور اللہ اکبر کہے اور کھڑے ہو کر ولم یکن لہٗ کُفُوًا احد کہہ کر رکوع میں جائے اور اس کے بعد کھڑے ہو کر سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ پڑھے اور تکبیر کہہ کر سجدہ میں جائے اور اسی طرح پھر دوسری رکعت پوری کرے۔

مسئلہ - اگر پہلی رکعت میں ہر رکوع سے پہلے سورہ فاتحہ اور دوسرا مکمل سورہ پڑھے اور دوسری رکعت میں ایک سورہ کے پانچ حصے کرلے اور دوسری رکعت میں الگ الگ سورہ پڑھتا رہے تو درست ہے۔

مسئلہ :- اس میں کوئی فرق نہیں کہ ایک سورہ کو بار بار پڑھتا رہے یا ہر بار الگ سورہ پڑھے۔

مسئلہ :- ہر دوسرے رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھ سکتا ہے اور اگر چاہے تو ہر رکعت میں آخری رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھ لے اور صرف دوسری رکعت کے آخری رکوع سے پہلے ایک قنوت پر اکتفا بھی کرسکتا ہے۔

مسئلہ :- نمازِ آیات میں قرأت کو جہر سے پڑھنا بہتر ہے اور یہ نماز جماعت سے بھی ادا کی جاسکتی ہے۔

مسئلہ :- نماز کسوف (خسوف) کا وقت اوّل گرہن سے شروع ہوتا ہے اور جب کھلنا شروع ہو تو ختم ہو جاتا ہے اور اگر کسوف یا

خسوف مکمل ہوچکا ہو تو وقت میں نہ پڑھنے کے بعد قضا لازم ہوتی ہے اور اگر مکمل کسوف یا خسوف نہ ہوا ہو اور عین وقت پر پتہ بھی نہ چلے تو بعد میں اس کی قضا لازم نہیں۔

مسئلہ:۔ نماز آیات کے دوسرے اسباب کی صورت میں ادا کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے پس سبب ظاہر ہونے کے بعد نماز واجب ہوجاتی ہے خواہ جس وقت پڑھے۔

مسئلہ:۔ نماز آیات میں رکعتوں کا شک مبطل نماز ہوتا ہے۔

نماز جنازہ کا بیان اسی تفسیر کی جلد نمبر ۲ صـ۱۰۱ میں گزر چکا ہے اور یہ نماز واجب کفائی ہے واجب عینی نہیں اگر صرف ایک آدمی پڑھ لے تو باقیوں سے وجوب ساقط ہوجاتا ہے۔

نماز طواف۔ بیت اللہ کا طواف کرنے کے بعد دو رکعت نماز طواف مقام ابراہیم پر یا مسجد الحرام کے کسی مقام پر ادا کرنا واجب ہوا کرتا ہے۔

مسئلہ:۔ رکعتوں کے شک سے نماز طواف باطل ہوجاتی ہے۔

نماز قضائے والدین۔ بڑے بیٹے پر والدین کی قضا نمازوں کا پڑھنا ضروری ہوا کرتا ہے۔

نماز نذر وغیرہ۔ اگر کوئی شخص نذر کرے کہ میں اتنی نماز پڑھوں گا اسی طرح اگر عہد کرے یا قسم کھائے کہ میں اس قدر نماز پڑھوں گا تو اس کا پورا کرنا واجب ہے۔

نماز اجارہ۔ اگر کسی میت کی نمازیں اُجرت پر کوئی شخص لے لے تو اس کو نماز اجارہ کہا جاتا ہے اور اُجرت لینے والے پر ان کا پڑھنا واجب ہے

نماز احتیاط۔ نماز کی رکعات میں شک ہونے کی صُورت میں نماز احتیاط کا پڑھنا واجب ہوا کرتا ہے جبکہ شک کی صورت صحیح ہو اس میں صرف سورہ فاتحہ پڑھی جاتی ہے

نماز عیدین۔ نماز عید الفطر اور نماز عید قربان نبی و امام کی ظاہر موجودگی کی صورت میں واجب ہوتی ہیں اور زمانہ غیبت میں ان کا پڑھنا مستحب ہے۔ ہمارے رسالہ نماز امامیہ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

مسئلہ:۔ نماز عیدین میں پہلی رکعت میں الحمد کے بعد کوئی سورہ پڑھ کر پانچ دفعہ دُعائے قنوت پڑھی جاتی ہے۔ اور دوسری رکعت میں رکوع سے پہلے چار مرتبہ دعائے قنوت پڑھی جاتی ہے اگر امام ظاہر ہو تو اس کے لئے جُمعہ کی شرائط کا موجود ہونا ضروری ہوتا ہے اور ان کی قرأت میں جہر بہتر ہے رکعتوں کا شک اس کے لئے مبطل ہے اور امام کی عدم موجودگی میں جماعت سے بھی پڑھی جاسکتی ہے اور فرادیٰ طور پر بھی ادا کی جاسکتی ہے۔

مسئلہ:۔ نماز عیدین کے بعد دو خطبے پڑھے جاتے ہیں جو حمد و ثنائے پروردگار اور وعظ و نصیحت اور دُعا پر مشتمل ہوتے ہیں۔

نماز پنجگانہ کی تفصیل

نماز پنجگانہ واجب کل سترہ رکعت ہے ۲ صبح ۴ ظہر ۴ عصر ۳ مغرب اور ۴ عشاء اور اس کے علاوہ یومیہ نافلہ کی تعداد بنا بر مشہور ۳۴ رکعت ہے ۲ صبح ۸ ظہر ۸ عصر ۴ مغرب ۱ عشاء ۱۱ نماز تہجد۔ یہ کل اکاون رکعت نماز ہے جو بعض روایات میں شیعہ کی علامت بتائی گئی ہے۔ تفسیر ہذا ج ۵ صہ ۲۳۳

نماز صبح طلوع فجر صادق سے طلوع آفتاب تک اس کا کل وقت ہے لیکن ابتداء میں مشرقی سرخی کے ظاہر ہونے سے پیشتر فضیلت کا وقت ہے اور بعد میں صرف ادا کا وقت ہے اور نافلہ صبح نماز واجب سے پہلے پڑھی جاتی ہے جب کہ وقت فضیلت میں ادا کی جارہی ہو۔ نماز صبح کی قرأت میں صرف مردوں پر جہر واجب ہے۔

نماز ظہر وعصر زوال آفتاب سے غروب آفتاب تک ان دونو نمازوں کا وقت ہے البتہ زوال سے متصل بقدر ادائے ظہر نماز ظہر کا مختص وقت ہے اور غروب سے پہلے بقدر ادائے نماز عصر نماز عصر کا مختص وقت ہے باقی درمیانی حصہ وقت مشترک ہے لیکن ظہر عصر سے مقدم رہے گی۔

مسئلہ۔ اوّل زوال سے لے کر سایہ کے برابر ہونے تک ظہر کا وقتِ فضیلت ہے اور بعد میں وقتِ ادا اور وقت فضیلت میں ظہر ادا کر لینے کے بعد سے سایہ کے دوگنا ہونے تک عصر کا وقت فضیلت ہے اور بعد میں صرف وقتِ ادا

مسئلہ:۔ بعض علماء ظہر کی فضیلت کا وقت اوّل زوال سے لے کر سایہ کے ۲/۷ بڑھ جانے تک قرار دیا ہے اور ظہر کی ادائیگی کے بعد ۴/۷ تک عصر کی فضیلت کا وقت بیان کیا ہے اس صورت میں نوافل کی ادائیگی بھی اسی پابندی سے ہوگی یعنی نوافل ظہر ایسے وقت میں پڑھے جائیں کہ نماز ظہر بھی سایہ کے ۲/۷ ہونے سے پہلے پڑھی جاسکے اور عصر کے نوافل ایسے وقت میں پڑھے کہ نماز عصر سایہ کے ۴/۷ ہونے سے پہلے پڑھی جاسکے اور اسی کو روایت میں دو قدم اور چار قدم کے لفظوں سے تعبیر کیا گیا ہے چونکہ بالعموم ہر انسان کا قد اپنے سات قدموں کے برابر ہوتا ہے اسی لئے سمجھانے کے لئے کہا گیا کہ انسان کا اپنا سایہ زوال کے بعد جب دو قدم کے برابر ہوگا تو ظہر کی فضیلت کا وقت ختم ہوگا اور اس کے چار قدم تک عصر کی فضیلت کا وقت رہے گا۔ اسی طرح زمین پر عموداً کھڑی کی ہوئی ہر شے کو سات حصوں میں تقسیم کر کے مجازاً ہر حصے پر قدم کا اطلاق کیا جاتا ہے اور سایہ معلوم کرنے کے لئے جس چیز کو زمین پر عموداً کھڑا کیا جائے اس کو شاخص کہتے ہیں۔

مسئلہ:۔ نماز ظہرین کی قرأت میں اخفات واجب ہے۔

نماز مغرب وعشاء

غروب آفتاب سے لے کر نصف شب تک دونوں نمازوں کا وقت ہے البتہ غروب کے ساتھ ساتھ بقدر ادائے مغرب نماز مغرب کا مختص وقت ہے اور نصف شب سے پہلے بقدر ادائے نماز عشاء نماز عشاء کا وقت مختص ہے اور ان دونو کے درمیان دونو نمازوں کا وقت مشترک ہے لیکن بوقت ادا مغرب عشائے سے مقدم ہوگی۔

مسئلہ:۔ اوّل غروب سے مغرب کی سرخی کے زوال تک مغرب کا وقتِ فضیلت ہے اور بعد میں وقتِ ادا۔ اور

نماز مغرب کے وقت فضیلت میں ادا کر لینے کے بعد ایک تہائی شب تک نماز عشا کی فضیلت کا وقت ہے اور بعد میں صرف وقتِ ادا۔

مسئلہ:۔ نافلہ مغرب کا وقت نماز فریضہ کے بعد فضیلت کے وقت تک ہے اور نمازِ عشاء کے نافلہ کا وقت نماز فریضہ کے بعد آخر وقت تک ہے۔

مسئلہ:۔ نافلہ عشاء دو رکعت کا بیٹھ کر پڑھنا بہتر ہے اور یہ دو رکعت ایک رکعت کے شمار میں ہوتی ہیں۔ اور ان کو وتیرہ کہا جاتا ہے۔

مسئلہ:۔ نماز مغربین کی قرأت میں مردوں پر جہر واجب ہے۔

مسئلہ:۔ اگر بھول کر وقتِ مشترک میں کوئی شخص ظہر کی بجائے نماز عصر کی نیت کرے تو یاد آجانے کے بعد فوراً نیت کو ظہر کی طرف پھیر لے اسی طرح اگر عشاء کی نیت بھول کر کرے اور مغرب پڑھنی ہو تو یاد آنے پر فوراً مغرب کی نیت کرلے بشرطیکہ چوتھی رکعت کے رکوع میں نہ پہنچ گیا ہو اور اگر نیت پھیرنے کا وقت گزر جائے یا نماز ختم کرنے کے بعد یاد آئے تو وہ نماز صحیح ہوگی صرف پہلی نماز اس کو پڑھنی ہوگی لیکن اگر پہلی نماز کا وقت مختص ہو تو دوسری نماز باطل ہوگی جبکہ پہلی نماز کی طرف نیت نہ پھیر سکے

نماز تہجد تفسیر صافی میں بروایت خصال مذکور ہے حضرت رسالتمآبؐ نے حضرت علیؑ کو جو وصیتیں فرمائیں ایک یہ بھی تھی اے علیؑ دنیا میں مومن کی خوشی تین چیزوں میں ہے (۱) بھائیوں کی ملاقات (۲) روزہ سے افطاری (۳) پچھلی رات کو نماز تہجد پڑھنا، بروایت علل الشرائع حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا نماز تہجد لازمی طور پر پڑھا کرو۔ کہ یہ تمہارے پیغمبر کی سنت اور نیک لوگوں کا طریقہ ہے اور یہ جسموں سے تھکان اور کوفت کو دور کرنے کا ذریعہ ہے اور حضرت سجادؑ سے دریافت کیا گیا کہ رات کو تہجد پڑھنے والوں کے چہرے نورانی کیوں ہوتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا اس لئے کہ وہ اللہ سے تنہائی میں ملاقات کرتے ہیں؟ پس خدا ان کو نور عطا فرماتا ہے ایک روایت میں میں نے کہیں دیکھا ہے کہ نماز تہجد فشار قبر سے محفوظ ہونے کا ذریعہ ہے بروایت تہذیب امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے جس طرح مال و اولاد دنیا میں انسان کی زینت ہیں اسی طرح پچھلی رات کی آٹھ رکعت نماز انسان کے لئے آخرت کی زینت ہے۔

مسئلہ:۔ نماز تہجد کا وقت نصف شب کے بعد شروع ہو کر طلوع صبح صادق تک رہتا ہے نوجوان آدمی جو پچھلی رات نہ اٹھ سکتا ہو تو نصف شب سے پہلے پڑھ کر سو سکتا ہے اگر دیر سے اٹھے اور طلوع صبح سے چار رکعت کا وقت باقی ہو تو نماز تہجد مختصر طور پر پڑھ سکتا ہے اگر کچھ حصہ نماز صبح کے وقت میں آجائیگا تو کوئی حرج نہیں لیکن اگر وقت اس مقدار سے کم باقی ہو نماز صبح ادا کر لینے کے بعد نماز تہجد کو قضا کی نیت سے پڑھ سکتا ہے۔

مسئلہ:۔ نماز تہجد کا معروف طریقہ یہ ہے پہلے آٹھ رکعت نماز تہجد کی نیت سے پڑھے پہلی دو رکعت اس طرح

پڑھے کہ پہلی رکعت میں الحمد کے بعد سورہ قل یا ایھا الکفرون اور دوسری رکعت میں سورہ قل پڑھے اور اگر کسی کو سورہ قل یا ایھا الکفرون یاد نہ ہو تو سورہ قل پڑھ سکتا ہے اس کے بعد چھ رکعتیں دو دو رکعت کر کے پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد کوئی ایک سورہ پڑھے لیکن سورہ قل بہتر ہے دوسری رکعت میں دعائے قنوت مستحب ہے۔ پھر دو رکعت نماز شفع پڑھے اس میں دعائے قنوت کی ضرورت نہیں بہتر ہے پہلی رکعت میں الحمد کے بعد سورہ ناس اور دوسری میں سورہ فلق پڑھے اور سلام پڑھنے کے بعد اٹھ کھڑا ہو اور ایک رکعت نماز وتر کی نیت سے ادا کرے اس میں الحمد کے بعد تین بار سورہ توحید اور دعائے قنوت میں کلمات فرج پڑھے اس کے بعد ہر جائز دعا پڑھ سکتا ہے کم از کم چالیس مومنوں کے لئے دعائے خیر کرے۔ منقول ہے کہ جو شخص غائبانہ طور پر چالیس مومنوں کے لئے دعا کرے خدا اس کی دعا کو مستجاب کرتا ہے۔ بالخصوص اپنے والدین اور اکابرین اور اساتذہ کو فراموش نہ کرے اور جن لوگوں کے اس پر حقوق ہیں، اُن کا نام لے کر ان کے لئے دعائے مغفرت کرے جس قدر ہو سکے گریہ کر کے خدا سے اپنے گناہوں کی مغفرت کی بھی دعا کرے اور خداوند کریم سے معافی کی گڑگڑا کر درخواست کرے اس مقام پر منقول دعائیں بہت زیادہ ہیں بہر کیف ہر شخص اپنی مرضی کی دعا مانگ سکتا ہے بشرطیکہ جائز ہو اور دعا میں عربی زبان کی پابندی بھی نہیں ہے اور کم از کم ستر دفعہ استغفار پڑھے کیونکہ روایت میں ہے کہ حضرت رسول کریمؐ ستر مرتبہ استغفار پڑھا کرتے تھے اور امام زین العابدین علیہ السلام تین سو دفعہ العفو پڑھا کرتے تھے۔ کلمات فرج یہ ہیں ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْاَرَضِيْنَ السَّبْعِ وَمَا فِيْهِنَّ وَمَا بَيْنَهُنَّ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۔

مسئلہ :- وتر کی دعائے قنوت میں جن چالیس آدمیوں کے لئے دعا کرے ان کو نام بنام ذکر کرے۔ مثلاً کہے :- اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِفُلَانٍ وَفُلَانٍ وغیرہ اور فلاں کی جگہ مومن کا نام لے پھر واو حرف عطف کے ساتھ نام لیا جائے یہاں تک کہ چالیس پورے ہو جائیں اور اگر تندرستی بیماراں کے لئے دعا مانگنی ہو تو کہے اَللّٰهُمَّ اشْفِ فُلَانٍ وَفُلَانٍ اگر دوسری حاجات وغیرہ و دنیاویہ کے لئے دعا کرنی ہو تو کہے۔ اَللّٰهُمَّ اقْضِ حَوَائِجَ فُلَانٍ وَفُلَانٍ وغیرہ مردوں عورتوں اور مُردوں زندوں سب کو دعا میں شامل کر سکتا ہے۔

مسئلہ :- اگر دن کو روزہ رکھنا ہو اور وتر کی حالت میں پیاس محسوس ہو اور یہ بھی خطرہ ہو کہ نماز وتر کے ختم کرنے تک سحری کا وقت ختم ہو جائے گا تو ایسی صورت میں بجائے وتر کو مختصر کرنے کے نماز کی حالت میں پانی پی سکتا ہے بشرطیکہ قبلہ کی طرف پشت نہ کرے اور کوئی دوسرا فعل مبطل بجا نہ لائے پس پانی تک چل کر جانا اور پی لینا معاف ہے۔

شرائط نماز نماز چونکہ خالق و مخلوق کے درمیان باہمی مکالمے اور راز و نیاز کا مقام ہے اور احادیث میں اس کو مومن کی معراج سے تعبیر کیا گیا ہے لہذا نمازی کو چاہیے کہ تمام علائق دنیاویہ سے اپنے آپ کو آزاد کر کے اپنی پوری توجہ اس ذات کی طرف رکھے جس کے ساتھ اس کو مکالمہ کا شرف عطا ہوا ہے جس طرح محبّ و محبوب کی ملاقات

دیگر تمام علائق سے بے نیاز کر دیا کرتی ہے پس اس روحانی پاکیزگی کو حاصل کرنے کے لئے پہلے ظاہر کی طہارت واجب و لازم ہے پس (۱) بدن پاک وصاف ہو (۲) لباس پاکیزہ اور مباح ہو (۳) باوضو ہو اور بصورت دیگر تیمم کر چکا ہو (۴) اگر پورا لباس میسر نہ آسکے تو کم از کم مقام شرم مستور ہو اور عورت کے لئے چہرہ ہتھیلیوں اور قدموں کے سوا سارا بدن مستور ہو خواہ کوئی دیکھنے والا ہو یا نہ ہو (۵) قبلہ رُخ کھڑا ہو (۶) جائے نماز مباح ہو (۷) مقام سجدہ پاک ہو (۸) نماز کا وقت داخل ہو چکا ہو (۹) لباس میں مرد کے لئے ریشمی لباس ممنوع ہے (۱۰) جس جانور کا گوشت حرام ہے اس کا چمڑا یا کوئی جزو حالت نماز میں اس کے ساتھ نہ ہو (۱۱) مرد کے لئے سونے کا پہننا مبطل نماز ہے۔ ان کے علاوہ بہت سے اُمور ہیں جن کی پاسداری مستحب ہے اور ہر وہ امر جو منافی خضوع و خشوع ہو اس سے اجتناب کرنا بہتر ہے مثلاً (۱) سامنے قبر نہ ہو (۲) قریب عورت نہ ہو پس اگر عورت و مرد نماز پڑھیں تو ان کے درمیان کم از کم دس ذراع کا فاصلہ ہونا چاہیئے یا درمیان میں پردہ حائل ہو یا عورت مرد کے پیچھے کھڑی ہو جائے اور قبر کے سامنے ہونے کی صورت میں بھی اسی فاصلہ کا یا پردہ کا اہتمام کرے تو بہتر ہے (۳) اسی طرح سامنے تصویریں نہ ہوں اور مساجد کی نقاشی بھی اسی نقطہ نظر کے ماتحت ممنوع قرار دی گئی ہے کہ خیالات کے انتشار کی موجب ہے (۴) سامنے کتاب کھلی نہ ہو اگر ممکن ہو تو اس پر پہلے کپڑا ڈال دے (۵) سامنے کوئی آدمی اس کی طرف منہ کر کے نہ بیٹھا ہو (۶) سامنے دروازہ کھلا نہ ہو (۷) سامنے چراغ نہ جل رہا ہو (۸) جس جگہ نماز پڑھ رہا ہے وہ آتش خانہ نہ ہو (۹) شارع عام نہ ہو (۱۰) پانی کے بہاؤ کی جگہ نہ ہو (۱۱) پانی کا گھاٹ نہ ہو (۱۲) جس جگہ پر کھڑا ہے وہ متحرک نہ ہو جس سے سکون و اطمینان میں فرق آجائے (۱۳) گندی اور غلیظ جگہ نہ ہو وغیرہ۔

ان سب چیزوں کی رعایت اگرچہ واجبات میں سے نہیں ہے لیکن ان امور کو خشوع و خضوع میں بڑا دخل ہے پس مقبولیت نماز میں یہ امور رکاوٹ کے موجب ہیں۔ اسی لئے مناسب ہے کہ واجبات کے علاوہ نماز میں ایسے اسباب کو مہیا کرے جو خشوع و خضوع کے موجبات ہوں اور مقبولیت نماز کا ذریعہ ہوں مثلاً گھر کی بجائے مسجد کو ترجیح دے اپنے جسم کو خوشبودار کر کے جائے ایسے وقت میں نماز پڑھے جس وقت پوری توجہ اس کی طرف ہو اسی بنا پر خاک شفا پر سجدہ کرنے کو ترجیح دی گئی ہے۔

وجوب استقبال اور تحقیق قبلہ

نماز میں چونکہ کعبہ بیت اللہ کی طرف منہ کرنا واجب ہے لہذا نماز پڑھنے سے پہلے جہت قبلہ کا تعین ضروری ہے۔ ہمارے پورے ملک میں شمالاً جنوباً اور شرقاً وغرباً ہر جگہ اس بات کو اصول مسلمہ میں سے سمجھا گیا ہے کہ قطبی ستارہ جو اُفق شمال سے تقریباً ۳۲ درجے کی بلندی پر ہے اس کو دائیں کندھے کے درمیان رکھنے سے منہ سیدھا قبلہ کی طرف ہو جاتا ہے حالانکہ قطبی ستارہ کو دائیں کندھے پر رکھنے سے نقطہ مغرب کی طرف سیدھا منہ ہو جاتا ہے اور مغرب اور سمت قبلہ میں تلازم قطعاً نہیں ہے البتہ وہ مقامات جو مکہ سے سیدھے نقطہ مشرق پر واقع ہوں اور مکہ کے ساتھ اُن کا عرض بلد موافق ہو اُن کی جہت قبلہ نقطہ مغرب ہو گی پس جنوبی ہند

اور انڈونیشیا کے بعض مقامات کے قبلہ کی علامت صحیح یہی ہے کہ قطبی ستارہ کو دائیں کندھے کے وسط میں رکھا جائے۔ لیکن پاکستان میں کوئی بھی مقام ایسا نہیں جو مکہ سے سیدھا جانب مشرق واقع ہو اور اس کا عرض بلد مکہ سے ملتا جلتا ہو۔ بلکہ اگر نقشہ کو دیکھا جائے تو لاہور سے نقطۂ مغرب پر اُردن واقع ہے نہ کہ حجاز۔

آج کل جدید تحقیقات جغرافیائی لحاظ سے حد یقین اپنے دامن میں لئے ہوئے ہیں اور ماہرین نے پوری دنیا کا چپہ چپہ ناپ کر رکھ دیا ہے اور جدید آلات کے ذریعے سے نت نئے انکشافات نے ذہن انسانی کی کایا پلٹ کر رکھ دی ہے لہذا ایسے حالات میں گذشتگان کی تقلید کرتے ہوئے آنکھیں بند کرکے لکیر کا فقیر بن کر رہ جانا دانشمندی نہیں جب کہ انکشافات جدیدہ کی واقعیت وصداقت اپنا لوہا منوا چکی ہے وہ اور زمانہ تھا جب کہ صرف اندازہ سے ہی کام نکالا جاسکتا تھا اب تحقیق کا زمانہ ہے البتہ جس مقام پر پائے تحقیق لنگ ہو اور لسان واقع گنگ ہو تو حالاتِ حاضرہ جس ظن واندازہ تک پہنچا دیں۔ اُسے غنیمت سمجھ لیا جائے۔

آج کل تحقیقاتِ جدیدہ کے ماتحت جو قبلہ نما بازار میں آئے ہیں اور ہر بڑے شہر میں دستیاب بھی ہوسکتے ہیں ان کی رُو سے ہمارا یعنی لاہور کا قبلہ نقطۂ مغرب سے تقریباً ۲۰ درجے جنوب کی طرف ہے پس اس صورت میں قطبی ستارہ سیدھا دائیں کندھے کے وسط میں نہ رکھا جائے بلکہ دائیں کندھے کے پچھلے کونے کی سیدھ میں اُسے رکھنا پڑے گا۔ پرانے خیالات کے مقلد اذہان کے لوگوں کے سامنے اس قسم کی تحقیق بالکل اجنبی معلوم ہوتی ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں قبلہ سے منحرف کیا جارہا ہے لہذا وہ اپنی ضد پر اڑ جاتے ہیں حالانکہ انہیں یہ ذہن نشین کرنا چاہیئے کہ پہلے لوگوں کے لئے تحقیق کرنے کے اسباب و آلات محدود تھے اور وسائل مختصر تھے پس ان کی تحقیق اپنے زمانہ کے لحاظ سے اس سے زیادہ نہ بڑھ سکتی تھی جہاں تک کہ وہ اس زمانہ میں پہنچے لیکن آج کل تحقیق کا میدان بہت وسیع ہوچکا ہے اور ذرائع واسباب کی فراوانی ہے پس موجودہ تحقیق قبلہ سے منحرف نہیں کرتی بلکہ قبلہ کی صحیح رہنمائی کرتی ہے اور پہلے لوگوں کی تحقیق میں جو کمزوری رہ گئی تھی اب اس کمزوری کو دُور کیا گیا ہے۔ اور کراچی وحیدر آباد کا قبلہ نقطۂ مغرب سے ۱۸ درجے جنوب کی طرف ہے۔

کیفیتِ اذان واقامت ونماز

مستحب ہے کہ پہلے اذان کہے اور پھر اقامت اور اس کے بعد نماز شروع کرے اور غالباً یہ مقدمات توجہ اور التفات کو مجتمع کرنے کے لئے ہیں تاکہ نمازی اپنے آپ کو بارگاہ ایزدی میں حاضر کرنے کے لئے پوری طرح تیار ہوجائے۔ اذان کا طریقہ یہ ہے۔

پہلے چار دفعہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ پھر دو دفعہ اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پھر دو دفعہ اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ پھر مستحب ہے کہ دو دفعہ اَشْہَدُ اَنَّ عَلِیًّا وَلِیُّ اللّٰہِ کہے پھر دو دفعہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ پھر دو دفعہ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ پھر دو دفعہ حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ پھر دو دفعہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور آخر میں دو دفعہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔

تھوڑا سا وقفہ کر لینے کے بعد اقامت کہے جو اذان کی طرح ہے صرف چار تکبیر کی بجائے پہلے دو دفعہ اللہ اکبر کہے اور آخری

تکبیر سے پہلے دو دفعہ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ کہے اور بالکل آخر میں ایک دفعہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہے۔
پس کوئی اور کلام کئے بغیر سیدھا ہو کر نماز کی نیت کر کے تکبیرۃ الاحرام اللّٰہ اکبر کہے اور ہاتھوں کو کانوں تک بلند کرے نہایت اطمینان و سکون سے قبلہ رو کھڑا ہو۔ دونوں ہاتھ پہلوؤں میں انگلیاں ملی ہوں نظر جائے سجدہ پر رہے اور قدموں کے درمیان قدرے فاصلہ ہو، عورت کے لئے ہاتھوں کو سینہ پر رکھنا ان کی عفت و حیا کے پیش نظر مستحب ہے اور پاؤں ان کے آپس میں ملے ہوئے ہوں۔ پس بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو جہر سے پڑھ کر الحمد شروع کرے عورت بے شک بسم اللّٰہ کو خاموشی سے پڑھے الحمد کے بعد سورہ اِنَّا اَنْزَلْنَا یا کوئی دوسرا پڑھ کر قیام کی حالت میں تکبیر کہے اور اللّٰہ اکبر ختم ہونے کے بعد رکوع کی طرف جھکے اور حالتِ رکوع میں نظر قدموں کے درمیان ہو اور ہاتھوں کی انگلیاں کھلی ہوں اور گھٹنوں کو اوپر دبا کر رکھے پشت برابر ہو اور سر و گردن بھی پشت کی سیدھ میں ہو اطمینان و سکون کی حالت میں ذکر رکوع کرے۔ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ وَ بِحَمْدِہٖ ایک دفعہ واجب ہے اور تین دفعہ کہنا مستحب ہے یا صرف سُبْحَانَ اللّٰہ تین دفعہ کہہ دے اور بعد میں درود شریف پڑھ لینا بھی مستحب ہے۔ پس سیدھا کھڑا ہو کر پڑھے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اور اللّٰہ اکبر بھی وہیں قیام میں پڑھے بعد میں سجدہ کے لئے جھکے پہلے ہاتھوں کو زمین پر ٹیکے اور بعد میں گھٹنے زمین پر رکھے لیکن عورت کے لئے یہ ہے کہ پہلے گھٹنے زمین پر رکھے اور بعد میں ہاتھ، سجدہ کی حالت میں دونو ہتھیلیاں دونو پاؤں کے انگوٹھے دونو گھٹنے اور پیشانی یہ سات اعضا ہیں جن کا ٹیکنا واجب ہے اور ناک کا زمین پر رکھنا مستحب ہے سجدہ کی حالت میں نظر ناک پر دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ملی ہوئی کانوں کے کناروں کے برابر ہوں، کہنیاں جسم سے الگ ہوں پیٹ زمین سے اوپر کو ابھرا ہوا ہو لیکن عورت کے لئے مستحب ہے کہ زمین سے مل کر سجدہ میں پڑے اور اس کے دونوں ہاتھ کہنیوں تک زمین سے چپٹے ہوں حالت سجدہ میں اطمینان و سکون کے ساتھ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی وَ بِحَمْدِہٖ ایک دفعہ واجب ہے اور تین دفعہ کہنا مستحب ہے یا اس کی بجائے تین دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہ کہنا بھی کافی ہوا کرتا ہے۔ پس درود شریف پڑھے اور اٹھ بیٹھے اور کہے اللّٰہ اکبر اور اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ پڑھ کر تکبیر کہے اور بعد میں دوسرے سجدہ کے لئے جھکے اور دوسرے سجدہ سے فارغ ہو کر اٹھ بیٹھے اور اس بیٹھنے کو جلسۂ استراحت سے فقہا تعبیر کیا کرتے ہیں پس بِحَوْلِ اللّٰہِ وَ قُوَّتِہٖ اَقُوْمُ وَ اَقْعُدُ کہتے ہوئے اٹھے اور دوسری رکعت پڑھے حالتِ قیام میں سورہ حمد پھر کوئی دوسرا سورہ اور اس کے بعد دعائے قنوت پڑھے مثلاً رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ اس کے اول و آخر میں درود شریف پڑھے اور حالتِ قیام میں تکبیر کہہ کر پھر رکوع اور بعد میں حسب سابق دونو سجدے بجا لائے اب دوسرے سجدہ کے بعد سیدھا بیٹھ جائے جب کہ نظر گود میں ہو پس دونو پاؤں دائیں طرف نکال کر اس طرح بیٹھے کہ بائیں پاؤں کے شکم میں دائیں پاؤں کی پشت ہو پس کلمہ شہادتین پڑھے اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ پس درود شریف پڑھے اور اس کو تشہد کہا جاتا ہے پس اگر صبح کی نماز ہے تو سلام پڑھ کر ختم کرے پہلا سلام مستحب ہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ

وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اور یہ سلام تشہد کی حالت میں بیٹھے ہوئے پھر نظر کو مغرب کی طرف بڑھا کر پڑھے ۱۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ اور گوشہ چشم سے دائیں طرف اشارہ کر کے تیسرا سلام پڑھے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اور اگر مغرب کی نماز ہو تو تشہد کے بعد سلام نہ پڑھے بلکہ بِحَوْلِ اللّٰهِ الخ پڑھتے ہوئے اُٹھ کھڑا ہو اور حالتِ قیام میں یا تو صرف سورہ فاتحہ پڑھے یا اس کے بجائے تسبیحاتِ اربعہ پڑھ لے دوسرا سورہ نہ پڑھے اور تسبیحات اربعہ یہ ہیں سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ پھر رکوع و سجود کر کے تشہد پڑھے اور سلام پڑھ کر نماز ختم کرے اور اگر چار رکعتی نماز یعنی ظہر یا عصر یا عشاء ہو تو تیسری رکعت میں سجدوں کے بعد تشہد پڑھنے کی بجائے بِحَوْلِ اللّٰهِ الخ پڑھتے ہوئے اُٹھ جائے اور تیسری رکعت کی طرح چوتھی رکعت پڑھ کر تشہد و سلام پڑھے۔

آئمہ طاہرین علیہم السّلام نے نماز کا جو طریقہ تعلیم فرمایا ہے وہ یہی ہے اس سے بڑھانا یا کم کرنا علماء کے بس میں نہیں ہے تشہد میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی ولایت کی شہادت پہ اصرار کرنا خواہ مخواہ کی موشگافی ہے کیونکہ درود میں سب آلِ محمدؐ شامل ہیں دورِ حاضر کے مجتہدِ اعلم آقائے محسن حکیم طباطبائی فرماتے ہیں کہ تشہد میں ولایت علیؑ کی شہادت کا اضافہ مبطل نماز ہے پس احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ حدِ یقین سے آگے قدم نہ بڑھایا جائے۔

نماز میں جو واجبات ہیں وہ چودہ ہیں۔ (۱) نیت اور اس کے حکم کا دائم رکھنا (۲) تکبیرۃ الاحرام یعنی پہلی اللہ اکبر جس سے نماز شروع ہوئی تھی (۳) قیام (۴) رکوع (۵) سجود (۶) قرأت (۷) ذکر رکوع (۸) ذکر سجدہ (۹) تشہد (۱۰) سلام (۱۱) ترتیب یعنی اس ترتیب سے پڑھی جائے جو اُوپر بیان کی جا چکی ہے (۱۲) موالات یعنی ایک فعل کے بعد دوسرا فعل بلا تاخیر بجا لایا جائے کہ درمیان میں طویل خاموشی یا کوئی دوسرا شغل حائل نہ ہو (۱۳) طمانیت یعنی ہر فعل اپنے اپنے مقام پر بجالائے اور اطمینان و سکون کو کسی جزو نماز میں نہ ترک کرے پس نماز کی حالت میں ہلتے جلتے رہنا درست نہیں ہے (۱۴) بعض علماء نے جلسۂ استراحت کو بھی واجب قرار دیا ہے۔ یعنی پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد تھوڑا سا بیٹھ رہنا اور پھر اٹھنا، ان واجبات مذکورہ میں سے پہلے پانچوں کو ارکان نماز کہا جاتا ہے یعنی ان کی کمی یا بیشی عمداً ہو یا سہواً نماز کو باطل کر دیتی ہے باقی سب واجبات ہیں ان میں اگر عمداً کمی یا بیشی ہو گی تو نماز باطل ہو گی ورنہ نہیں۔

شکیات نماز

چونکہ نماز میں شکوک و شبہات کا آنا لازمی ہے تو آلِ محمدؐ نے جو ان کے علاج بتلائے ہیں اُن کو ذہن نشین کر لینا بھی ضروری ہے تاکہ موقعہ پر کام میں آئیں اور وارد ہے کہ مَا اَعَادَ الصَّلٰوةَ فَقِيْهٌ یعنی فقہ رکھنے والا نماز کا اعادہ نہیں کرتا کیونکہ نماز پر وارد ہونے والے شبہات کا اس کو علاج معلوم ہوتا ہے اور ارشادِ خداوندی ہے وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ۔ یعنی اپنے اعمال کو باطل نہ کیا کرو۔ بنا بریں شک پڑنے پر نماز کو توڑ دینا جائز نہیں بلکہ اگر اس کا علاج ہو سکتا ہے تو اُسے علاج سے صحیح کر لیا جائے جس طرح ظاہری اجسام کی بعض بیماریاں لاعلاج ہوتی ہیں

اور بعض قابلِ علاج ۔ پس مریض کو ہلاک کر دینے کی بجائے قابلِ علاج بیماریوں کا علاج تلاش کر کیا جاتا ہے ۔ اسی طرح نماز کے معنوی جسم کے لئے بعض بیماریاں لا علاج ہیں اور بعض قابلِ علاج ہیں ۔ لہٰذا نماز کو توڑ دینے کی بجائے اس کا مناسب تدارک کرنا ضروری ہے ۔

مسئلہ :۔ نماز کے جن واجبات کو ارکان کہا جاتا ہے ان میں کمی یا زیادتی عمداً ہو یا سہواً نماز کو باطل کر دیتی ہے اور اس کا کوئی علاج نہیں ۔

مسئلہ :۔ شکِ رکعات میں پہلی رکعت کا تعلق ہو تو نماز باطل ہوتی ہے ۔

مسئلہ :۔ اسی طرح شک رکعات میں دو سجدے مکمل کرنے سے پہلے دوسری رکعت کا تعلق ہو تو نماز باطل ہے ۔

مسئلہ :۔ صبح مغرب نمازِ قصر اور نمازِ آیات میں شکِ رکعات سے نماز باطل ہو جاتی ہے ۔

مسئلہ :۔ ارکان کے علاوہ دوسرے واجبات میں سے کسی واجب کو عمداً ترک کرنے سے نماز باطل ہوتی ہے ۔

مسئلہ :۔ دوسری اور تیسری رکعت میں شک ہو جائے دو سجدوں کے بعد تو نماز صحیح ہے اور شک قابلِ علاج ہے موجودہ رکعت کو تیسری رکعت سمجھ کر پھر چوتھی پڑھے اور سلام پڑھنے کے بعد بلا فاصلہ اٹھ کر ایک رکعت یا بیٹھ کر دو رکعت نماز احتیاط پڑھے ۔

مسئلہ :۔ دوسری اور چوتھی رکعت کے شک میں موجودہ رکعت کو چوتھی سمجھ لے اور سلام کے کھڑے ہو کر دو رکعت نماز احتیاط بجا لائے ۔

مسئلہ :۔ تیسری اور چوتھی رکعت شک میں اس کو چوتھی سمجھے اور بعد میں ایک رکعت کھڑے ہو کر یا دو رکعت بیٹھ کر نماز احتیاط پڑھے ۔

مسئلہ :۔ تیسری اور پانچویں رکعت کے شک میں اگر حالتِ قیام میں ہو تو فوراً بیٹھ کر سلام پڑھ اب اس کی باقی نماز دو اور چار کے درمیان مشکوک رہ جائے گی کیونکہ جس رکعت کو چھوڑ دیا گیا ہے وہ تیسری یا پانچویں تھی ۔ پس سلام کے بعد دو رکعت اُٹھ کر نماز احتیاط بجا لائے اور قیام زائد کے لئے دو سجدے سہو کے ادا کرے اور اگر تیسری اور پانچویں کا شک رکوع یا اس کے بعد کی کسی حالت میں پڑے تو نماز باطل ہے ۔

مسئلہ :۔ اگر دوسری تیسری اور چوتھی شک ہو تو چوتھی سمجھی جائے اور سلام کے بعد دو رکعت اُٹھ کر اور دو رکعت بیٹھ کر نماز احتیاط پڑھے ۔

مسئلہ :۔ اگر تیسری چوتھی اور پانچویں کا شک حالتِ قیام میں ہو تو قیام کو ختم کر کے بیٹھ جائے اب یہ شک دو تین اور چار کا ہو جائے گا کیونکہ زائد مشکوک رکعت کو ختم کر دیا گیا ہے ۔ پس سلام کے بعد دو رکعت کھڑے ہو کر اور دو رکعت بیٹھ نماز احتیاط بجا لائے ۔ اور قیام زائد کے لئے دو سجدے سہو کے ادا کرے ۔

مسئلہ :۔ اگر چوتھی اور پانچویں میں شک ہو پس حالتِ قیام میں ہو تو بیٹھ جائے اور تیسری و چوتھی کے شک کا علاج

کرے اور زائد قیام کے لئے دو سجدے سہو ادا کرے اور اگر دونو سجدوں کے بعد یہ شک پڑ جائے تو تشہد پڑھ کر سلام پڑھ لے اور صرف دو سجدے سہو کے ادا کر لے نماز صحیح ہو گی۔

پس یہ وہ قابل علاج شکوک ہیں جن کا تدارک بیان کیا گیا ہے اور اگر نماز میں سہو ہو جائے تو ارکان نماز کا سہو مبطل نماز ہے۔ اس کے علاوہ کوئی سہو مبطل نماز نہیں بلکہ اس کا تدارک ہو سکتا ہے۔

مسئلہ:۔ ارکان نماز میں سہو کی صورت میں اگر دوسرے رکن تک پہنچنے سے قبل یاد آجائے تو واپس اس رکن کو ادا کرے جس کا سہو ہوا تھا پھر نماز کی ترتیب کو قائم رکھتے پس نماز درست رہے گی لیکن اگر دوسرے رکن میں داخل ہو چکا ہے تو پہلے رکن کے ترک کی وجہ سے نماز باطل ہے۔

مسئلہ: کسی رکن کی ادائیگی میں شک ہونے کی صورت میں اگر دوسرے رکن میں داخل ہو چکا ہے تو شک کی پرواہ نہ کرے اور اگر دوسرے رکن میں ابھی نہیں پہنچا تو رکن مشکوک پہلے بجا لائے پھر ترتیب نماز کو قائم کرکے اس کو پورا کرے اور رکن مشکوک کو بجا لانے کے بعد اگر یاد آجائے کہ پہلے بھی ادا کر چکا تھا تو زیادتی رکن کی وجہ سے نماز باطل ہو گی۔

مسئلہ: کسی واجب کا سہو ہو جائے اور بعد میں رکن تک پہنچنے سے پہلے یاد آجائے تو اس کا تدارک کرے مثلاً سورہ فاتحہ بھول جائے اور دوسرا سورہ شروع کر دے پھر رکوع سے پہلے یاد آجائے تو سورہ فاتحہ پڑھے اور پھر سورہ دوبارہ پڑھ کر نماز کو آگے بڑھائے اسی طرح سجدہ یا تشہد بھول کر دوسری رکعت میں رکوع سے پہلے یاد آجائے تو بیٹھ کر بھولی ہوئی جزو کو ادا کرے پھر ترتیب کے ساتھ نماز کو پورا کرے اور ایسی صورت میں زیادتی کے لئے سجدہ سہو بھی کرنا پڑے گا اور اگر رکوع میں پہنچ کر یاد آئے تو نماز سے فارغ ہونے کے بعد سجدہ یا تشہد کی قضا کرے اور پھر دو سجدے سہو کے ادا کرے

مسئلہ: شک کی صورت میں ضروری ہے کہ پہلے کچھ فکر کرے اگر کسی ایک طرف کا خیال غالب ہو جائے تو اسی پر عمل کرے ورنہ شک کا بتایا ہوا علاج کرے۔

مسئلہ: جلسہ استراحت کو عمداً ترک کرنے سے نماز باطل نہ ہو گی لیکن گنہگار ہو گا اور سہواً چھوٹ جانے سے اس کا کوئی تدارک نہیں بلکہ نماز صحیح ہے۔

مسئلہ: کسی واجب میں شک ہو جب کہ اس سے دوسرے واجب کی طرف منتقل ہو چکا ہو تو مشکوک کی کوئی پرواہ نہ کرے۔

مسئلہ:۔ چند شکوک ہیں جو نماز کی صحت میں مخل نہیں ہیں پس ان کی پرواہ نہ کی جائے۔

(۱) شک بعد از وقت مثلاً نماز کا وقت گذر جانے کے بعد شک ہو کہ میں نے پڑھی ہے یا نہ تو اسے پڑھی سمجھے اور پرواہ نہ کرے (۲) شک بعد از فراغ مثلاً نماز سے فارغ ہونے کے بعد کسی جزو کی ادائیگی میں شک ہو تو اس کی پرواہ نہ کرے بلکہ نماز کو صحیح سمجھے (۳) شک بعد از محل۔ دوسرے رکن میں پہنچ جانے کے بعد پہلے کے کسی واجب یا رکن میں شک ہو تو اس کی طرف دھیان نہ کرے نماز صحیح ہو گی۔ (۴) شک مقتدی اگر مقتدی کو کسی مقام پر شک ہو خواہ نماز کی رکعات میں

ہی سہو اور پیش نماز کو یاد ہو تو وہ پیش نماز کی اقتدا میں اپنے شک کی پرواہ نہ کرے اس کی نماز درست ہو گی۔ (۵) شکِ امام اگر کسی مقام پر پیش نماز کو شک ہو اور مقتدیوں کو یاد ہو تو پیش نماز اُن کے اشارے سے اپنے شک کو نظر انداز کرے۔ (۶) شک در شک اگر کسی نمازی کو اپنے شک میں شک ہو جائے تو اُس کی پرواہ نہ کرے یا یہ کہ نماز شک جسے نماز احتیاط کہا جاتا ہے اس میں شک پڑ جائے تو اس کی پرواہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے (۷) شک کثیر الشک جس آدمی کو شک زیادہ پڑتے ہوں تو وہ اُن کی پرواہ نہ کرے۔

مسئلہ:۔ تین متواتر نمازوں میں شک پڑنے سے وہ کثیر الشک سمجھا جائے گا پھر اگر متواتر تین نمازیں اس کی بلا شک ہو جائیں گی تو وہ کثیر الشک نہ رہے گا۔

مسئلہ:۔ سجدۂ سہو چند مقامات پر واجب ہوا کرتا ہے۔

(۱) زیادتیٔ کلام یعنی حالتِ نماز میں بھول کر کوئی بات مُنہ سے نکل جائے تو نماز کو باطل نہ کرے بلکہ بعد از سلام اس کے لئے دو سجدے سہو کے دیدے نماز صحیح ہو گی (۲) زیادتیٔ سلام اگر بے جا سلام پڑھ لے مثلاً سہ رکعتی یا چار رکعتی نماز میں دوسری رکعت کے تشہد کے بعد نماز پڑھ لے تو یاد آنے پر فوراً کھڑا ہو جائے اور نماز کو پورا کر کے بعد میں دو سجدے سہو کے ادا کرے (۳) ایک سجدہ بھول جانے کی صورت میں نماز ختم کرنے کے بعد پہلے بھولے ہوئے سجدے کو قضا کرے پھر دو سجدے سہو کے لئے دے (۴) ایک سجدہ زیادہ کرنے کی صورت میں بعد از فراغ نماز دو سجدے سہو کے ضروری ہیں (۵) تشہد بھول جانے کی صورت میں بعد از فراغ پہلے تشہد قضا پڑھے پھر دو سجدے سہو کے دے دے (۶) تشہد کے زیادہ ہو جانے کی صورت میں بھی سجدہ سہو واجب ہے (۷) رکعات کے شک میں جہاں پانچویں کا دخل پڑتا ہے بعد از فراغ دو سجدے سہو کے لئے ضروری ہوتے ہیں بلکہ ہر کمی و بیشی کے لئے سجدہ سہو کا بجالانا ضروری ہے۔

مسئلہ:۔ سجدہ سہو کا طریقہ یہ ہے کہ نیتِ سجدتین کر کے اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں چلا جائے اور پڑھے بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ پھر اٹھ بیٹھے اور دوبارہ اسی طرح سجدہ کرے اور بعد میں تشہد مختصر پڑھ کر ایک سلام واجب پڑھے یعنی اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ۔

مسئلہ:۔ جو اسباب وضو کو توڑ دیتے ہیں اُن کے عارض ہونے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اور علاوہ ازیں مندرجہ ذیل چیزیں مبطل نماز ہیں (۱) کھانا (۲) پینا اگرچہ قلیل مقدار میں ہی کیوں نہ ہو (۳) عمداً کلام کرنا (۴) خوفِ خدا یا غمِ آلِ محمدؐ کے علاوہ کسی دنیاوی کام کے لئے گریہ کرنا (۵) ہاتھ باندھنا جب کہ ضرورتِ تقیہ نہ ہو (۶) آمین کہنا سورہ فاتحہ کے بعد (۷) جان بوجھ کر کسی واجب کو ترک کرنا حتیٰ کہ طمانیت اور موالات کا عمدی ترک بھی مبطل نماز ہے البتہ جلسہ استراحت کا ترک مبطل نماز نہیں ہے (۸) قبلہ سے منحرف ہو جانا حتیٰ کہ دائیں یا بائیں ہو جائے پس معمولی انحراف سے نماز باطل نہیں ہوتی (۹) کوئی سا فعلِ کثیر کرنا (۱۰) لباس یا بدن کا نجس ہونا (۱۱) جائے سجدہ کا نجس ہو جانا کہ اس سے انتقال کی کوئی صورت

نہ ہو (۱۲) جائے نماز کا نجاستِ متعدیہ سے ملوث ہو جانا کہ اس سے بچنے کی کوئی صورت نہ ہو (۱۳) لباس یا فرش کے غصبی ہونے کا علم ہو جانا (۱۴) کپڑے پر سجدہ کرنا (۱۵) کھانے کی چیز پر سجدہ کرنا (۱۶) کسی رکن نماز کا چھوٹ جانا (۱۷) شکیات کی وہ صورتیں جو قابل علاج نہیں اُن میں سے کسی کا عارض ہونا۔

مسئلہ:- کاغذ پر سجدہ ہو سکتا ہے اور بہتر ہے کہ اس پر تحریر نہ ہو۔

مسئلہ:- خاک شفا پر سجدہ کرنا مقبولیت نماز کا موجب ہے اور منقول ہے کہ مقبولیت اعمال کو روکاٹ کے سات حجاب خاک شفا پر سجدہ کرنے سے دور ہو جاتے ہیں اور خاک شفا کے دیگر بعض فضائل ہم نے تفسیر کی چوتھی جلد ص۱۲ و ص۱۴ پر ذکر کئے ہیں۔

مسئلہ:- وہ سبزیاں جو کھائی جاتی ہیں ان پر سجدہ نہیں ہو سکتا باقی درختوں کے پتوں پہ اور لکڑی پر سجدہ جائز ہے اور جو سبزیاں بعض علاقوں میں کھائی جاتی ہیں ان پر بھی بالعموم سجدہ نہیں ہو سکتا مثلاً پان کے پتے۔

مسئلہ:- جن درختوں کا پھل کھایا جاتا ہے ان کے پتوں یا لکڑی پر سجدہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مسئلہ:- جن میوہ جات کے اُوپر چھلکا کھایا نہیں جاتا مثلاً اخروٹ یا بادام وغیرہ کا چھلکا اس پر سجدہ جائز ہے۔

مسئلہ:- اُون، پٹ سن، ریشم اور کپاس وغیرہ (جن سے کپڑا تیار ہوتا ہے) پر سجدہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن کپاس کے پتوں اور لکڑی پر سجدہ جائز ہے۔

تعقیبات نماز

سلام پڑھنے کے بعد کانوں تک ہاتھ بلند کر کے تین بار اللہ اکبر کہنا مستحب ہے۔
نماز سے فارغ ہونے کے بعد نمازی کو چاہیئے کہ فوراً چلا نہ جائے بلکہ مصلّائے عبادت پر بیٹھ کر ذکر خدا بجا لائے اور تمام اذکار میں سے تسبیح جناب فاطمہ زہرؑا افضل ہے اور وہ یہ ہے۔ چونتیس مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ تینتیس مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور تینتیس مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ یہ تسبیح صرف توحید ہی توحید کا درس ہے پہلے کلمہ میں اللہ کی کبریائی کی گواہی ہے اور دوسرے کلمہ میں اللہ کی نعمات کا شکر ہے اور تیسرے کلمہ میں ہر غیر شائستہ صفت سے اس کی تنزیہہ کا بیان ہے خود حضرت رسالت مآبؐ نے اپنی پیاری شہزادی کو یہ تسبیح تعلیم فرمائی اور معصوم سے مروی ہے کہ اس کا پڑھنا ثواب کے لحاظ سے ایک ہزار رکعت نماز نافلہ کے برابر ہے۔ پس مومن کو چاہیئے کہ نماز فریضہ کے بعد اس کو ترک نہ کرے۔

مقامِ محمود

عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ اور تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ مَقَامًا کا معنی بعثاً ہے۔ (اور یہ مفعول مطلق ہے) یعنی خدا تجھے بروز محشر اٹھائے گا ایسا اٹھانا کہ تیرا مقام اوّلین و آخرین کیلئے لائق تعریف ہوگا اور وہ مقامِ اشاعت ہے کہ آپ تمام مخلوق سے بلند ہوں گے اور روایاتِ اہل بیت میں ہے کہ اس سے عہدۂ شفاعت مراد ہے اور متعدد روایات کا مضمون یہ ہے کہ جن و انس جب حساب کے لئے کھڑے کئے جائیں گے تو حساب سے پہلے عرصۂ محشر میں ان کو کافی دیر تک کھڑا رہنا پڑے گا۔ حتیٰ کہ چالیس دنوں کے وقفہ کے برابر ان کے قیام میں طول ہوگا۔ سورج کی تمازت

تیز ہوگی اور ان سے بہنے والے پسینے کو زمین جذب نہ کرے گی پس پسینے کے ایک سمندر میں ڈوبے ہوئے ہوں گے اور وہ اُن کے مُنہ تک پہنچ جائے گا اور اس حالت سے اس قدر گھبرا جائیں گے کہ دوزخ میں جلنا اُن کو آسان معلوم ہوگا پس حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے آپ ہمارے باپ اور پیغمبر ہیں ہماری سفارش کیجیے تاکہ اس حالت سے ہمیں چھٹکارا نصیب ہو خواہ ہمیں جہنم کی طرف ہی بھیج دیا جائے تو آپ اپنے ترکِ اولیٰ کا عذر کرکے حضرت نوح کی طرف بھیجیں گے وہ اپنے بیٹے کے حق میں دعا کرنے کے ترکِ اولیٰ پر پشیمان ہونگے اور شفاعت کی جرأت نہ کریں گے۔ پس وہ حضرت ابراہیمؑ کا حوالہ دیں گے وہ حضرت موسیٰؑ کی طرف اور حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ کی طرف ان کو بھیجیں گے اور آخر کار حضرت محمد مصطفےٰ تک نوبت پہنچے گی۔

اس دن تمام انبیاء حضرت محمدؐ مصطفےٰ کے لواء کے سایہ میں ہوں گے پس تمام جن و انس حضورؐ کے پاس فریاد لیکر پہنچیں گے اور عرض کریں گے حضورؐ ہمیں اس مُصیبت سے بچائیے کہ اس تکلیف سے ہمیں آتش جہنم میں جانا آسان ہے تو آپ ان کی درخواست کو قبول فرماتے ہوئے دروازہ جنت کی طرف آئیں گے اور جنتِ عدن کے دروازہ پر پہنچیں گے جس کا نام دارالرحمٰن ہے اور اس دروازہ کی وسعت مشرق سے مغرب تک کے فاصلہ کے برابر ہے پس دروازہ کھلے گا اور آپ عظمتِ پروردگار کے سامنے سجدہ میں جھک جائیں گے ایک ملک خدا کی جانب سے ندا دے گا کہ آپ جو مانگیں دیا جائیگا پس سجدہ سے سر اٹھا کر دوبارہ پھر سہ بارہ سجدہ کریں گے اور آخر میں عرض کریں گے اے پروردگار اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرما تو ارشاد قدرت ہوگا تیری سفارش قبول ہے پس یاقوتِ احمر کی ناقہ پیش کی جائے گی جس کی مہار زبرجد سبز کی ہوگی اس پر سوار ہو کر آپ مقام محمود تشریف لے جائیں گے مقام محمود عرشِ پروردگار کے سامنے ایک بلند مقام ہے جس کا فرش کستوری کا ہوگا۔ آپ کے دائیں جانب حضرت ابراہیمؑ کو جگہ ملے گی اس کے بعد حضرت علیؑ کے بازو سے حضرت رسالتمآبؐ نے پکڑا اور فرمایا یا علیؑ پھر تجھے اسی جیسی سواری پر سوار کرکے لایا جائے گا اور تو میرے اور حضرت ابراہیمؑ کے درمیان کھڑا ہوگا۔

پس منادی ندا کرے گا اے خلائق اللہ کا عدل یہ ہے کہ ہر گروہ اس شخص کے ساتھ ہو جس سے وہ دنیا میں محبت کرتا تھا اور تمام لوگ اس فیصلہ کو قبول کریں گے پس اللہ کے نمائندوں کے مقابلہ میں ہر زمانہ کا شیطان اپنے پیروکاروں کے ساتھ جہنم میں دھکیلا جائے گا اور اسی طرح اس امت میں بھی ہر زمانہ کا شیطان اپنے پیروکاروں کی جماعت کے ساتھ دوزخ کی طرف روانہ ہوگا ایک شیطان آئے گا اس کے پیچھے اپنے پیروکار ہوں گے پھر دوسرا اپنے پیروکاروں کے ساتھ پیش ہوگا پھر تیسرا چوتھا وعلی ہذا القیاس اور دوسری طرف حضرت علیؑ کے پیچھے اپنے زمانہ کے اطاعت گذار و پیروکار لوگ ہوں گے اور حضرت امام حسن کے پیچھے اپنے زمانہ کے مقتدی ہوں گے۔ اسی طرح ہر امام کے ساتھ اس کی جماعت ہوگی۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے صحابی خیثمہ اور مفضل بن عمر سے فرمایا کہ میں بھی اپنے اطاعت گزاروں کے ساتھ حاضر ہوں گا اور تم دونو میرے ہمراہ ہوگے پس ہم عرش پروردگار پہ بیٹھیں گے پھر کتابیں لائی جائیں گی اور ہم اپنے دشمنوں کے خلاف گواہی

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ

اور کہہ اے رب مجھے داخل کر سچائی کے راستے میں اور مجھے نکال لے سچائی کے راستے میں

وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ﴿۸۰﴾ وَ

اور مقرر کر میرے لئے اپنی جانب سے غلبہ جو میرا مددگار ہو اور

دیں گے اور اپنے گنہگار شیعوں کی شفاعت کریں گے۔ الحدیث (برہان)

اور تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ مقام محمود وہی مقام شفاعت ہے جہاں آپ لوگوں کی شفاعت کریں گے اور اسی مقام پر آپ کو لواء الحمد عطا ہو گا جس کے سلسلے میں تمام انبیاء و ملائکہ آرام حاصل کریں گے پس آپ پہلے شافع ہوں گے جن کی شفاعت قبول ہو گی

کامیابی کے لئے دعا

اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ۔ یعنی احکام رسالت کی ادائیگی میں مجھے صحیح اور موثر انداز عطا فرما اور اس کی ذمہ داریوں کو نبھانے کی سچی توفیق مرحمت فرما کہ اس مرحلہ میں قدم رکھوں تو درستی و صلاحیت کے ساتھ اور اس مرحلہ سے عہدہ برآ ہو کر نکلوں تو کامیابی و کامرانی کے ساتھ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عمومی معاملات کے لئے یہ دعا تعلیم کی گئی ہو اور ہر انسان یہ دعا اپنی کامیابی کے لئے پڑھ سکتا ہے اور تفسیر صافی میں بروایت محاسن برقی امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اگر تم ایسے مقام میں قدم رکھو جس میں تمہیں خطرہ لاحق ہو تو یہی آیت پڑھ کر گھس جاؤ اور جب کوئی خوفناک مقام سامنے آتا دیکھو تو آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرو۔

جَاءَ الْحَقُّ۔ تفسیر صافی میں کافی سے منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے اسی آیت کی تاویل میں فرمایا جب حضرت قائمؑ تشریف لائیں گے تو باطل کی دولت ختم ہو گی اور بروایت خرائج منقول ہے امام حسن عسکری علیہ السلام کی پھوپھی جناب حکیمہ خاتون روایت کرتی ہیں جب حضرت قائم علیہ السلام پیدا ہوئے تو پاک و پاکیزہ اور ختنہ شدہ تھے اور ان کے دائیں بازو پر یہی آیت تحریر تھی۔ جَاءَ الْحَقُّ۔ الخ

کعبہ سے بُت شکنی

بروایت امام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فتح مکہ کے روز جب آپ تشریف لائے تو کعبہ کے ارد گرد تین سو ساٹھ بُت موجود تھے پس اپنے عصا مبارک کی نوک ان کو نیزہ کی طرح مارتے تھے تو وہ منہ کے بل گر پڑتے تھے اور آپ یہی آیت تلاوت فرماتے تھے۔ جَاءَ الْحَقُّ الخ

تفسیر برہان میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب رسالتمآبؐ مجھے کعبہ کی طرف لے آئے پس میرے کندھے پر سوار ہوئے جب مجھ میں کمزوری دیکھی تو اتر آئے اور مجھے اپنے کندھے پر اٹھا لیا جب مجھے آپ نے بلند کیا تو میں یوں سمجھا کہ اگر چاہوں تو آسمان کو ہاتھ لگا لوں پس میں کعبہ کی چھت پر چڑھ گیا اور حضورؐ پرے ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ اور فرمایا اس بڑے بُت کو گرا دو۔ وہ پیتل کا تھا اور لوہے کی میخوں سے مضبوط جڑا ہوا تھا۔ پس میں اس کو اکھیڑ رہا تھا اور

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۗ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا (۸۱)

کہہ دو ظاہر ہوا حق اور مٹ گیا باطل تحقیق باطل مٹنے والا ہی ہے۔

اور حضورؐ یہ آیت کریمہ پڑھتے جا رہے تھے۔ جاء الحق الخ آخر کار میں نے اُسے اکھیڑ پھینکا تو وہ زمین پر جا کر چور چور ہو گیا پس ہم چلے گئے۔ (پیتل کے جسم کا ٹھوکر سے شیشے کی طرح چور چور ہونا معجزہ ہے)

بروایت ابن شہر آشوب جابر سے مروی ہے کہ کعبہ کے اندر اور باہر ارد گرد کل تین سو ساٹھ بُت تھے اور کعبہ کے اُوپر ایک بہت بڑا بُت تھا جس کو ہبل کہتے تھے حضورؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ میرے کندھے پر سوار ہو کر اس بُت کو گرا دو تو حضرت علیؑ نے درخواست کی کہ آپ میرے کندھوں پر سوار ہوں جب آپ سوار ہوئے تو حضرت علیؑ برداشت نہ کر سکے۔ پس رسولؐ خدا ہنس کر اُتر پڑے اور کندھے جھکا دیئے اور علیؑ اُوپر سوار ہو گئے آپ فرماتے ہیں مجھے اس ذات کی قسم جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور روح کو پیدا کیا میں اس قدر بلند ہوا کہ اگر چاہتا تو آسمان پہ ہاتھ ڈال سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے ھُبل کو بیت اللہ کی چھت سے گرا دیا اور یہ آیت اُتری جاء الحق ابن شہر آشوب فرماتے ہیں جب علیؑ دوشِ رسالت سے بیت اللہ کی چھت پہ پہنچے اور بتوں کو زور سے اکھیڑا تو اس وقت بیت اللہ کی دیواریں ہل رہی تھیں اور جب زمین پر پھینکا تو وہ چُور چُور ہو گئے۔

سیّد رضی کی کتاب مناقب فاخرہ سے بروایت ابن عباس منقول ہے کہ جب حضورؐ نے کعبہ کی چھت پر صنم اکبر یعنی بڑے بُت کو دیکھا تو علیؑ سے فرمایا یا علیؑ اس بُت کا کیا کیا جائے تو علیؑ نے جواب دیا کہ میں جھک جاتا ہوں پس آپ میری پشت پر سوار ہو کر اس کو گرا دیں تو آپ نے فرمایا اے علی: اگر میری اُمّت اوّل سے لے کر آخر تک مل کر میرے صرف ایک عضو کو اُٹھانا چاہیں تو نہ اٹھا سکیں گے۔ لیکن اے علیؑ تم میرے قریب آؤ۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں جب میں قریب آیا تو حضورؐ نے میری پنڈلی کو ہاتھ سے پکڑ کر بلند کیا اور مجھے اپنے کندھوں پر کھڑا کر لیا اور فرمایا بسم اللہ پڑھ کر اس کو پکڑو پس میں نے اس کو پکڑ کر زمین پر دے مارا اور میں نے عرض کی کہ اگر میں چاہوں تو آسمان کو چھو سکتا ہوں۔ آپ نے میرے حق میں شرف کی دُعا کی اور میرے نیچے سے ایک طرف کو کھسک گئے پس میں زمین پر آ رہا اور ہنسنے لگ گیا، آپ نے وجہ پوچھی تو میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں کعبہ کی چھت کی بلندی سے زمین پر آ پہنچا ہوں اور ذرّہ بھر بھی بھی تکلیف محسوس نہیں ہوئی اور نہ چوٹ لگی ہے آپ نے فرمایا چوٹ کیسے اور تکلیف کیوں کر؟ جب کہ اٹھانے والا محمد تھا اور اتارنے والا جبرئیل تھا۔ الحدیث

بروایت ابن بابویہ محمد بن حرب ہلالی حاکم مدینہ بیان کرتا ہے کہ میں نے ایک دفعہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ میں آپ سے ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہوں جو میرے دل میں کھٹکتا ہے آپ نے فرمایا کہ اگر تو چاہے تو میں تیرا مسئلہ بتا دوں اور اس کا جواب بھی بیان کر دوں۔ میں نے عرض کی آپ میرے دل کا سوال کیسے جان سکتے ہیں تو آپ نے فرمایا تفرس اور توسم سے خدا فرماتا ہے إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِينَ اور جناب رسولِ خدا نے فرمایا اِتَّقُوا

فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ (یعنی مومن کی تاڑ سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھا کرتا ہے) میں نے عرض کی اچھا آپ ہی بتائیے تو آپ نے فرمایا تو یہی پوچھتا ہے کہ کعبہ کی چھت سے بُت گرانے کے لئے حضرت علیؑ جناب رسالتمآبؐ کو کیوں نہ اٹھا سکے حالانکہ وہ اس قدر طاقتور و شجاع تھے کہ خیبر کے قلعہ قموس کو اکھاڑ کر پیچھے پھینک دیا کہ وہ چالیس ذراع دُور جا پڑا جس کو چالیس آدمی مل کر نہ اٹھا سکتے تھے حالانکہ جناب رسالتمآبؐ کو اونٹ گھوڑے اور گدھے اٹھائے پھرتے تھے اور شب معراج براق اٹھا کر کہاں سے کہاں تک لے گیا اور سب چیزیں قوت و توانائی میں علیؑ سے کم تھیں؟ میں نے عرض کی بے شک میں یہی کچھ پوچھنا چاہتا ہوں اور خدا کی قسم یہی میرے دل میں عقدہ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت علیؑ نے حضرت رسالتمآبؐ کے ذریعے شرف و کمال پایا اور انہی کی بدولت اس مرتبہ پر پہنچے کہ نارِ شرک کو بجھا دیا اور ہر باطل معبود کا ملیا میٹ کر کے رکھ دیا اور اگر حضرت رسالتمآبؐ علیؑ پر سوار ہوتے اور بُت توڑتے تو درجہ علیؑ کا زیادہ ہوتا حضرت علیؑ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب میں پشتِ پیغمبر پر سوار ہوا تو میں نے اس قدر شرف و بلندی پائی کہ اگر چاہتا تو آسمان کو ہاتھ لگاتا (یعنی اٹھنے والے کی فضیلت اور شرف اٹھانے والے کی وجہ سے تھا پس اگر علیؑ اٹھانے والے ہوتے تو نبیؐ کا شرف علیؑ کی وجہ سے بلند ہوتا۔) دیکھئے چراغ کی روشنی سے اندھیرے میں اُجالا ہوتا ہے اور گم گشتگانِ ظلمت کو راہ ہدایت نصیب ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ روشنی فرع ہے جو ایک اصل سے رونما ہوتی ہے اور حضرت علیؑ فرماتے ہیں میری حضورؐ سے نسبت اس طرح ہے جس طرح ایک روشنی کو روشنی سے ہوتی ہے کیا تمہیں خبر نہیں کہ محمدؐ و علیؑ دونو باقی مخلوق کی پیدائش سے دو ہزار پہلے ایک نور تھے اور بارگاہ قدس ربوبیت میں اس کی ثناگستری کرتے تھے فرشتوں نے جب دیکھا کہ اس نور کی اصل بھی ہے اور خیرہ کن شعاع بھی، تو عرض گزار ہوئے اے معبود اور ہمارے مالک اس نور کی حقیقت کیا ہے؟ تو اُن کو وحی ہوئی کہ یہ نور میرے نور سے ہے جس کی اصل نبوت اور فرع امامت ہے پس نبوت میرے بندے محمدؐ کے لئے ہے جو میرا رسولؐ ہے اور امامت علیؑ کے۔ لئے ہے جو میری حجت اور میرا ولی ہے اگر یہ دونو نہ ہوتے تو میں باقی مخلوق کو پیدا نہ کرتا۔ تمہیں پتہ نہیں کہ غدیر خم میں علیؑ کے بازو سے پکڑ کر اس قدر بلند کیا کہ لوگوں نے دونوں کی بغلوں کی سفیدی دیکھی۔ پس آپ نے اُن کو تمام مسلمانوں کا مولیٰ و امام مقرر کیا اور بنی نجار کے باغیچے والی روایت میں حضورؐ نے حسنؑ و حسینؑ کو اپنے کندھوں پر سوار کیا جب کسی صحابی نے ایک کو لینا چاہا تو آپ نے فرمایا کہ یہ دونو اچھے سوار ہیں اور ان کا باپ ان سے بھی بہتر ہے اور ایک دفعہ آپ مشغول نماز تھے تو ایک سجدہ کو بہت طول دے دیا نماز سے فارغ ہو کر ایک صحابی نے سجدہ کے طول کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا میرا بچہ مجھ پر سوار ہو گیا اور میں نے اس کا اتارنا پسند نہیں کیا جب تک کہ وہ اپنی مرضی سے اُتر نہ جائے ان تمام واقعات میں حضورؐ اُن کے شرف و بلندی کا اعلان فرماتے تھے اور حضرت محمدؐ مصطفےٰ امام بھی تھے اور نبی بھی لیکن حضرت علی علیہ السلام صرف امام تھے وہ نبی و رسول نہ تھے اس لئے وہ نبوت کا بوجھ نہ اٹھا سکے۔ الحدیث

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ

اور ہم نازل کرتے ہیں قرآن سے وہ جو شفا ہے اور رحمت ہے مومنوں کے لئے اور نہیں زیادہ کرتا ظالموں کو

اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ

مگر خسارا اور جب ہم انعام کریں انسان پر تو منہ پھیر لیتا ہے اور پہلو تہی کرتا ہے اور جب چھوئے

الشَّرُّ كَانَ يَـُٔوْسًا ﴿۸۳﴾ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ۭ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ

اس کو تکلیف تو ناامید ہو جاتا ہے کہہ دو کہ ہر ایک عمل کرتا ہے اپنے طریقے سے پس تمہارا رب جانتا ہے کہ

قرآن شفا ہے

وَنُنَزِّلُ۔ تفسیر مجمع البیان میں قرآن کی شفا کے کئی معانی کئے گئے ہیں (۱) اس کا بیان جہالت کی بیماری سے شفا ہے (۲) اس کا نظم ونسق فصاحت وبلاغت اور سلاست وصداقت کا حدِّ اعجاز پر ہونا معجزہ ہونے کی حیثیت سے انصاف پسند طبائع کے لئے شرک وکفر کی بیماری سے شفا کا موجب ہے (۳) اس کے احکام وشرائع امثال وحکم اور اوامر توحید وغیرہ دنیا وآخرت کی فلاح کی کفالت کی بدولت ہر لحاظ سے روح انسان کے لئے شفا ہیں (۴) ظاہری جسمانی بیماریوں اور تکلیفوں کے لئے بھی اس کی قرأت شفا اور خیر وخوبی کی موجب ہے اور یہ سب کچھ ہے اُن لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہوں ورنہ ظالم لوگوں کے لئے فائدہ مند ہونے کی بجائے موجب عذاب ہے تفسیر صافی میں بروایت عیاشی امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے قرآن میں شفا اہل کے لئے ہے اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں لیکن اس کے اہل آئمہ ہدیٰ ہیں الخ۔ طب آئمہ سے مروی ہے کہ حکیم روحانی اور طبیب ربانی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جب مومن کو کسی قسم کی تکلیف ہو پس خالص نیت سے تکلیف کے مقام پر ہاتھ رکھ کر یہ آیت پڑھے وَنُنَزِّلُ الخ۔ تو اس کی جس قسم کی بیماری ہوگی دفع ہو جائے گی لیکن یہ ہے صرف مومنوں کے لئے اور آپ نے فرمایا کہ کسی مریض کے لئے تعویذ کرنا یا عمل کرنا یا دم کرنا جائز ہے جبکہ قرآن سے ہو اور جس کو قرآن سے شفا حاصل نہیں ہوتی اس کو کسی شے سے شفا نہیں مل سکتی کیا قرآن سے بڑھ کر بھی کوئی شے ہے پھر آپ نے یہی آیت پڑھی وَنُنَزِّلُ الخ

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا۔ یعنی کافر کی شان یہ ہے کہ اگر اس پر انعام ہو تو وہ بجائے شکر کے منہ دوسری طرف کر لیتا ہے اور جب تکلیف ہو تو ناامید ہو جاتا ہے لیکن مومن کی شان یہ ہے کہ نعمت پر شکر کرتا ہے اور تکلیف کے وقت بجائے مایوسی کے اس کی رحمت کی امید کرتا ہے پس ہر ایک کا عمل اپنے طریقہ ومعرفت کی بنا پر ہے۔

شَاكِلَتِهٖ۔ تفسیر برہان میں ہے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا۔ بہشتیوں اور دوزخیوں کے لئے ہمیشہ جنت یا جہنم رہنے کی کیا وجہ ہے تو آپ نے فرمایا جہنمی اس لئے دائمی طور پر دوزخ میں جائیں گے کہ اُن کی نیت

بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ﴿۸۴﴾ ع وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ

راہِ ہدایت پر کون ہے اور آپ سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں تو کہہ دو کہ روح میرے رب

رَبِّیْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۵﴾ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْٓ

کے امر سے ہے اور تم نہیں علم دیئے گئے مگر تھوڑا اور اگر ہم چاہیں تو مٹادیں اس کو جو ہم نے

ہمیشہ گناہ کرنے کی تھی اور بہشتی اس لئے بہشت میں رہیں گے کہ اُن کی نیت ہمیشہ اطاعت کرنے کی تھی پس نیتوں کی وجہ سے اپنی جزا یا سزا میں ہمیشہ رہیں گے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی وَكُلٌّ يَّعْمَلُ الخ

اور تفسیر قمی سے منقول ہے کہ بوقتِ حساب مومن جب اپنی برائیاں دیکھے گا تو رنجیدہ ہوگا پھر جب نیکیاں دیکھے گا تو خوش ہوگا پھر انعام دیکھے گا تو زیادہ خوش ہوگا اس کے بعد ایک اور دفتر لایا جائے گا جس میں صرف نیکیاں درج ہوں گی۔ مومن جب پڑھے گا تو عرض کرے گا، اے پالنے والے تیری عزت کی قسم میں نے یہ نیکیاں نہیں کی تھیں تو جواب ملے گا کہ یہ درست ہے لیکن چونکہ تم نے ان کی نیت کی تھی لہذا ہم نے لکھ لی ہیں پس ان کی جزا بھی ان کو دی جائے گی۔

رکوع نمبر ۱۰ - رُوح کے متعلق سوال

وَيَسْئَلُوْنَكَ - آیت مجیدہ میں مفسرین کے درمیان اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ رُوح سے کیا مراد ہے (۱) ایک قول یہ ہے کہ سوال کرنے والے یہودی تھے اور وہ اس رُوح کی حقیقت دریافت کرنا چاہتے تھے جو بدنِ انسانی میں ہے اور جواب سے اعراض کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ از راہ استفادہ نہیں پوچھ رہے تھے بلکہ یہ سوال ان کا از راہ سرکشی تھا چنانچہ منقول ہے کہ یہودیوں نے قریشیوں سے بھی کہا تھا کہ تم ان سے رُوح کی حقیقت کا سوال کرو پس وہ اگر اس جواب کا تکلف کریں تو معلوم ہوگا کہ وہ نبی نہیں ہے۔ کیونکہ ہماری کتاب تورات میں ایسا ہی مذکور ہے پس آپ کا جواب سے اعراض کرنا اُن کے لئے حضورؐ کی نبوت کی علامت تھی اس لئے جواب سے انحراف کیا گیا۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ رُوح کی حقیقت دریافت نہیں کرتے تھے بلکہ پوچھنا یہ چاہتے تھے کہ روح قدیم ہے یا حادث۔ پس اس کا جواب صحیح دیا گیا کہ وہ امر پروردگار سے پیدا ہوا ہے یعنی حادث ہے۔ خواہ اس روح سے مراد رُوح انسانی ہو یا اس سے مراد جبریل ہو یا اس سے مراد ایک الگ مخلوق ہو جیسا کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ ملائکہ میں سے ایک ملک ہے جس کے ستر ہزار منہ اور ستر ہزار زبانیں ہیں اور وہ ہر زبان سے تسبیح پروردگار میں مصروف رہتا ہے اور اس کا نام روح ہے اور تفسیر صافی میں قمی سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رُوح جبریل اور میکائیل سے ایک بڑی مخلوق ہے جو رسولؐ خدا کے ہمراہ تھا اور وہ ہر امام کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔

(۳) تیسرا قول یہ ہے کہ اس مقام پر رُوح سے مراد قرآن ہے جس طرح دوسرے مقام پر ارشاد ہے وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ

اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ﴿۸۶﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ

تیری طرف وحی کی ہے پھر تو اپنے لئے ہمارے خلاف کوئی سہارا نہ پائے گا لیکن مہربانی ہے تیرے رب سے

اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ﴿۸۷﴾

تحقیق اس کا فضل تجھ پر بڑا ہے

رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا۔ یعنی ہم نے تیری طرف وحی کی رُوح کی، یعنی قرآن کی اپنے امر سے پس اس صورت میں سوال کرنیوالے مشرکین تھے اور پوچھنا چاہتے تھے کہ قرآن تم پر فرشتہ کیسے لاتا ہے اور اس کا نظم ونسق اور فصاحت و بلاغت وغیرہ ہمارے عام کلام سے جُداگانہ کیوں ہے اور اس میں اعجازی صفت کیسے آگئی ہے؟ پس اس کا جواب مکمل دیا گیا ہے کہ ان کو کہہ دو یہ اللہ کے امر سے ہے اور میری نبوت کی تصدیق کیلئے اُترا ہے کیونکہ اگر مخلوق کا کلام ہوتا تو تم اس کے مقابلہ سے عاجز نہ آسکتے۔

رُوح کی حقیقت

وہ رُوح جو بدن کا مدبر ہے اس کی حقیقت میں علماء کو اختلاف ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اس کی حقیقت اور کنہ کو تلاش کرنا مفت کی موشگافی ہے اس کی اصل اور کنہ کو سوائے ذات خالق کے کوئی جان سکتا ہی نہیں بہرکیف جو کچھ علماء نے اس بارے میں ذکر کیا ہے وہ صرف اندازہ ہی کہا جاسکتا ہے اور وہ اقوال یہ ہیں۔

(۱) رُوح ایک جوہر لطیف ہے جو بدن میں رہ کر اس کی تدبیر کا فریضہ انجام دیتا ہے۔

(۲) رُوح ایک جسم لطیف ہے جو جسم کثیف میں جاری وساری ہے اور اس کا ہر جزو زندگی رکھتا ہے۔

(۳) رُوح حرارتِ غریزیہ کا نام ہے جس سے بدن کی حیات وابستہ ہے۔

(۴) رُوح ایسی زندگی کا نام ہے جس کی بدولت جسم قدرت علم اور اختیار وغیرہ صفات کا حامل ہو سکتا ہے۔

(۵) رُوح دل کی مخصوص قوت وکیفیت کا نام ہے۔

(۶) رُوح بدن میں اخلاط اربعہ کے توازن اور مزاج کا نام ہے۔

پہلے ہر دو نظریات کے ماتحت روح جوہر مجرّد کا نام ہے اور آخری اقوال کی بنا پر رُوح عرض ہوگا اور میرے نزدیک پہلے قول کی صحت اقرب ہے اور احادیث میں اسی کی تائید ملتی ہے اور تفسیر مجمع البیان میں بعض علما کی تحقیق منقول ہے کہ خدا نے رُوح کو چھ جوہروں سے خلق فرمایا ہے (۱) نور (۲) طیب (۳) بقا (۴) حیوٰۃ (۵) علم (۶) علو (پس رُوح انسانی میں ان سب کے خواص موجود ہیں جو ان کے آثار سے واضح ہوتے ہیں مثلاً (۱) نور کی وجہ سے جسم منور ہوتا ہے آنکھوں میں بصارت کا نور کانوں میں سماعت کا نور وعلیٰ ہذا القیاس پس جب رُوح چلا جائے تو یہ نورانیت بھی ختم ہو جاتی ہے) (۲) جب تک رُوح موجود رہے بدن خوشبو دار رہتا ہے اور یہ نکل جائے تو بدن میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے

(۲) بقا یعنی جب تک رُوح موجود ہو تو اعضا تر و تازہ اور اپنی حالت پر باقی رہتے ہیں لیکن رُوح کے جانے کے بعد تازگی ختم ہو جاتی ہے اور گھنگی آنے لگتی ہے اور آخر کار خاکستر ہو جاتا ہے (۴) رُوح کی وجہ سے زندہ ہوتا ہے اور اس کے بغیر مُردہ ہو جاتا ہے (۵) رُوح کی وجہ سے علم کو قبول کرتا ہے ورنہ کچھ نہیں جانتا (۶) روح کا علوی ہونا معلوم ہے اس کے چلے جانے کے بعد جسم عالم سفلی میں مل جاتا ہے اور راہ خدا میں شہید ہونے والوں کو خداوند کریم نے اسی اعتبار سے زندہ کہا ہے۔ کہ ان کے ارواح عالم بالا کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔

تفسیر صافی میں کافی سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بارگاہِ شہ ولایت میں آکر عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ بندۂ مومن زنا نہیں کرتا مومن چوری نہیں کرتا مومن شراب نہیں پیتا، مومن سود نہیں کھاتا اور مومن خون ریزی نہیں کرتا مجھے یہ بات ناگوار گذرتی ہے اور دل تنگ ہوتا ہے کہ جب ایک شخص میری نماز بھی پڑھے دُعا بھی مانگے باہمی رشتہ ناطہ بھی ہو اور ایک دوسرے کی وراثت کا قرب بھی ہو وہ کیسے ایک معمولی گناہ کی وجہ سے دولتِ ایمان سے محروم ہو جاتا ہے (مقصد یہ ہے کہ مذکورہ بالا گناہ اگرچہ اپنے مقام پر کبائر ہیں لیکن ایمان جو توحید و نبوت و ولایت جیسے عقائد پر مشتمل ہے اُس کے مقابلہ میں یہ یقیناً معمولی ہیں پس اس کا تعجب بجا ہے کہ ایک فرعی جُرم کے بدلہ میں اس کی اصُولی نیکی کیسے ختم ہو جائے گی) حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے جواب میں ارشاد فرمایا تو درست کہتا ہے میں نے حضرت رسالتمآبؐ سے سُنا ہے جس کی دلیل کتاب اللہ میں موجود ہے کہ لوگوں کے تین طبقے ہیں۔ اصحاب میمنہ اصحاب مشئمہ اور سابقون۔

سابقون سے مراد انبیاء ہیں اور ان کو خدا نے پانچ رُوح عطا فرمائے ہیں (۱) روح القدس (۲) روح ایمان (۳) روح قوت (۴) روح شہوت (۵) روح بدن۔ پس وہ رُوح القدس کی وجہ سے نبی ہیں، رُوح ایمان کی وجہ سے موحد و عابد ہیں۔ روح قوت کی وجہ سے دشمن سے جہاد اور کسب معاش کرتے ہیں۔ روح شہوت کی بدولت اچھی غذا اور نکاحِ حلال کے خواہشمند ہوتے ہیں اور روح بدن کے ذریعے سے وہ چلتے پھرتے ہیں۔ پس یہ لوگ بخشے بخشائے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور خدا فرماتا ہے تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا (۴) آخر میں حضرت عیسیٰ کے ذکر کے ساتھ فرمایا وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ پھر ایک جماعت کے متعلق فرمایا وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ پس یہ لوگ غیروں پر فضیلت رکھتے ہیں اور مغفور ہیں۔

پھر آپ نے اصحاب میمنہ کا ذکر فرمایا کہ وہ سچ مچ مومن لوگ ہیں اور ان میں خدا نے چار رُوح تفویض کئے ہیں رُوحِ ایمان روحِ قوت، روحِ شہوت اور روح بدن اور ان میں چاروں روحیں موجود ہوتی ہیں حتیٰ کہ اس پر حالات بدلتے ہیں۔ سائل نے حالات کے بدلنے کا مطلب پوچھا تو آپ نے فرمایا پہلی تو یہ کہ بوڑھا ہوتا ہے تو ارذلِ عُمر کی طرف پلٹ جاتا ہے اور اس کی رُوحِ ایمان کمزور ہو جاتی ہے اور اس کی بدولت وہ دین سے خارج نہیں ہوتا کیونکہ خدا نے خود ہی اس کو یہ عمر عطا کی ہے پس نہ وہ نماز کا وقت پہچانتا ہے نہ رات کو تہجد پڑھ سکتا ہے نہ دن کو عبادت کر سکتا ہے اور نہ لوگوں کے ساتھ صف میں کھڑا ہو سکتا ہے اور یہ سب رُوحِ ایمان کی کمزوری ہے لیکن اس کے لئے نقصان دِہ نہیں اور بعضوں کی رُوحِ قوت کمزور ہو جاتی ہے

وہ نہ شریکِ جہاد ہو سکتا ہے اور نہ کسبِ معاش کر سکتا ہے اور بعضوں سے رُوحِ شہوت سلب ہو جاتی ہے کہ اولادِ آدم کی حسین ترین عورت بھی اس کے پاس سے گزرے تو وہ پرواہ نہیں کرتا اور نہ اس کی جانب مائل ہوتا ہے پس ایک روحِ بدن اس میں ہوتی ہے جس کی بدولت وہ موت کی انتظار میں زندگی کی گھڑیاں گزارتا ہے لیکن اس کا انجام اچھا ہے کہ ان حالات کا فاعل اللہ ہے اور بعض اوقات اس پر ان حالات کا توارد عالمِ شباب میں ہوتا ہے جبکہ وہ طاقتور ہوتا ہے گناہ کا ارادہ کرتا ہے تو رُوحِ قوت اس کو اُکساتی ہے رُوحِ شہوت اس کو مزیّن کرتی ہے اور رُوحِ بدن کھینچ کر اُسے گناہ میں ڈال دیتی ہے پس جب اس کو مَس کرتا ہے تو ایمان کا نقصان ہوتا ہے کہ وہ رخصت ہو جاتا ہے اور نہیں پلٹتا جب تک کہ وہ تائب نہ ہو پس جب توبہ کرے تو خدا قبول کر لیتا ہے اور اگر پھر وہ گناہ کرے تو خدا اس کو داخلِ جہنم کرتا ہے۔

ہاں اصحابِ مشئمہ وہ یہود و نصاریٰ ہیں جن کا قرآن میں ذکر موجود ہے وہ حضرت رسالتمآبؐ اور ولایت مآب کو تورات و انجیل کی رُو سے خوب سمجھتے ہیں جس طرح گھروں میں اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں لیکن جاننے کے باوجود حق پر پردہ ڈالتے ہیں پس جب انہوں نے جان بوجھ کر حق سے کنارہ کشی کی تو خدا نے اُن سے رُوحِ ایمان سلب کر لی (اور یہ بات صرف یہود و نصاریٰ سے مختص نہیں بلکہ جو شخص بھی حجت تمام ہو جانے کے بعد حق سے روگردانی کرے وہ اسی قسم میں داخل ہے اور حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام نے یہود و نصاریٰ کا ذکر صرف مثال کے طور پر فرمایا ہے نہ کہ تخصیص کے لئے) پس ایسے لوگوں کے بدن میں صرف تین رُوح ہوتے ہیں، رُوحِ قوّت، روحِ شہوت اور رُوحِ بدن اور ایسے لوگوں کو خدا نے حیوانات سے تشبیہ دی ہے اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَام - یعنی وہ حیوانات کی طرح ہیں کیونکہ حیوان رُوحِ قوّت کے ذریعے بوجھ اٹھاتا ہے۔ اور روحِ شہوت سے گھاس دانہ کھاتا ہے اور روحِ بدن کے ذریعے سے چلتا پھرتا ہے جب سائل نے آپ سے یہ پُر از معرفت تقریر سُنی تو عرض کی اے مولا - آپ نے میرے دل کو زندہ کر دیا ہے باذن اللہ ہم نے تفسیر کی آٹھویں جلد میں مناسبت مقام کے لحاظ سے رُوح کے متعلق کچھ بحث کی ہے اور کتاب لمعۃ الانوار فی عقائد الابرار میں بھی رُوح کے متعلق کافی معلومات درج ہیں جس کو توفیق حاصل ہو وہ اس کا مطالعہ کرے ۔ رُوح القدس جو انبیاء میں ہوا کرتا ہے وہ آئمہ طاہرین علیہم السّلام میں بھی ہوتا ہے جیسا کہ بعض روایات سے سمجھا جاتا ہے اور عقل کی رُو سے بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے کیونکہ جب حضرت محمد مصطفےٰؐ تمام گزشتہ انبیاء سے افضل ہیں اور آئمہ طاہرین حضورؐ کے صحیح جانشین ہیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مفضول میں وہ رُوح موجود ہو اور افضل میں نہ ہو۔ بلکہ ان میں ایک زیادتی بھی پائی جاتی ہے جیسا کہ تفسیر صافی میں بروایت عیاشی منقول ہے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے آیت مجیدہ میں رُوح کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا وہ ایک مخلوق ہے جو جبریل و میکائیل سے بڑی ہے وہ حضرت محمد مصطفےٰؐ کے سوا کسی گزشتہ نبی کے ہمراہ نہ تھا۔ اور وہ آئمہ طاہرین علیہم السّلام کے ہمراہ ہوتا ہے اور اسی مضمون کی روایت قمی سے بھی نقل کی جا چکی ہے۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا

کہہ دو کہ اگر جمع ہو جائیں انسان اور جن اس امر پر کہ لائیں اس قرآن کی مثل تو

يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿۸۸﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ

نہیں لا سکتے اس کی مثل اگرچہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار بھی ہوں اور تحقیق پھیر پھیر کر بیان کیں ہم نے لوگوں

هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۸۹﴾ وَقَالُوْا

کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کی مثالیں لیکن نہ قبول کیا اکثر لوگوں نے مگر انکار اور کہنے لگے

وَلَئِنْ شِئْنَا ۔ یعنی جس طرح ہم قرآن کو بھیجنے پر قادر ہیں اگر چاہیں تو اس کو واپس بھی لے سکتے ہیں پس اگر تمام دلوں سے اور کتابوں سے اس کو اٹھالیں تو پھر کون ہے جو ہم پر اس بارے میں غالب آسکے ہاں پیغمبر تجھ پر اللہ کا فضل و کرم ہے کہ وہ تیرے ساتھ ایسا سلوک ہرگز نہیں کرے گا۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتْ ۔ قرآن مجید کی اعجازی حیثیت کو واضح کیا گیا ہے کہ یہ کتاب انہی حروف سے مرکب الفاظ سے بنی ہے جن حروف سے تم الفاظ کو تیار کرتے ہو اور وہی عربی زبان ہے جس میں تم روزمرہ آپس کی بول چال رکھتے ہو پھر اگر تمہیں اس بات پر اصرار ہے کہ اللہ کا کلام نہیں بلکہ بندے کا کلام ہے تو وہ بندہ بھی ظاہری طور پر تمہارے معاشرے کا فرد ہے پھر کوشش کر کے تم اس جیسا کلام کیوں نہیں لا سکتے۔ ایک دو نہیں بلکہ آیت مجیدہ نے صاف اعلان فرمایا، کہ بے شک تمام جن و انسان مل کر بھی اس قرآن کا مقابلہ کرنا چاہیں تو اس جیسی کتاب نہیں لا سکتے۔

قرآن مجید میں اعجاز کا کوئی ایک پہلو نہیں بلکہ کسی کلام میں خوبی کے جو طور طریقے فرض کئے جا سکتے ہیں وہ قرآن مجید میں موجود ہیں مثلاً نظم الفاظ ضبط معانی سلاست لطافت فصاحت بلاغت گذشتہ واقعات کی کے مطابق واقع سرگذشت آئندہ کی سچی پیشین گوئیاں مجازات و کنایات و محاورات میں پختگی انداز بیان میں شیرینی لب و لہجہ میں موزونیت اور ضرب الامثال میں موقع شناسی اور اس کے علاوہ متعدد پہلو ہیں جو اس کلام مقدس میں حسن انداز سے سمو دیئے گئے ہیں کہ کسی دور کا مفکر کسی لحاظ سے اس میں کمزوری نہیں محسوس کر سکا اور اس کے معانی میں جدت یہ کہ ہر دور کا مفکر اس سے نت نئے مطالب کی طرف راہ پاتا ہے لفظی خوبی یہ کہ بار بار کی تلاوت سے گھبراہٹ پیدا نہیں ہوتی، مطالب میں اس قدر گہرائی کہ کسی زمانہ میں بڑے سے بڑا ماہر اس کی تہہ تک پہنچنے کی جرأت نہیں کر سکا پس یہ ہمیشہ تر و تازہ ہے اور ہر غوطہ لگانے والا اس بحر بیکراں سے نئے نئے موتی نکالنے میں کامیاب ہوتا ہے۔ پس کسی کی کیا مجال کہ اس پورے کلام کا تو بجائے خود اس کی ایک آیت کا بھی مقابلہ کر سکے۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا ۔ یعنی ہر طبقہ کو سمجھانے کے لئے ہر مزاج کے مطابق اور ہر عقل کے مناسب ادلہ و براہین کو پھیر پھیر کر بیان

لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴿۹۰﴾ اَوْ تَكُوْنَ

ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ آپ ہمیں زمین سے ایک چشمہ جاری کر دیں یا آپ کے لئے

لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿۹۱﴾

باغ ہو کھجوروں کا اور انگوروں کا کہ ان کے درمیان نہریں نکال کر جاری کر دیں

کیا گیا ہے معمولی سمجھ والوں کے لئے مثالیں اور دلیلیں اُن کے ذہن کے مطابق بیان کی گئی ہیں اور اعلیٰ ذہن والوں کے لئے دلیلیں اور مثالیں ان کے ذہن کے مطابق بیان کی گئی ہیں تاکہ ہر ذوق والا انسان اس سے پوری طرح فائدہ اٹھا سکے اس کے بعد جو لوگ انکار پر ڈٹے رہیں تو ان کا انکار برائے انکار ہی ہے ورنہ ان کے پاس کسی عذر کی گنجائش نہیں ہے۔

كُفُوْرًا مصدر ہے اور کفران کے معنی میں ہے۔

کفار کا ردِّ عمل

وَقَالُوْا۔ ان آیات کا شان نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ اشراف مکہ جن میں مخزومی و قریشی سردار موجود تھے سب کے سب کعبہ کے پاس جمع ہوئے اور حضورؐ کو بلا بھیجا آپ چونکہ بدل و جان اپنی قوم کو دولتِ ایمان سے سرفراز دیکھنے کے متمنی تھے پس فوراً تشریف لائے انہوں نے کلام کی ابتدا اس طرح کی۔ اے محمدؐ آپ کی باتوں سے ہمیں کافی صدمہ پہنچا ہے تو نے ہمارے خداؤں کو گالیاں دیں۔ ہمارے دین پر نکتہ چینی کی، ہمیں بے وقوف کہا اور ہماری جماعت کا شیرازہ بکھیر دیا اگر تجھے مال کی ضرورت ہو تو ہم دینے کو تیار ہیں۔ اگر شرف کا خواہشمند ہے تو تجھے اپنا سردار ماننے کو تیار ہیں اور اگر بیمار ہے تو طبیب منگوا کر علاج کرا سکتے ہیں آپ نے دو ٹوک جواب دیا کہ ان میں سے کوئی بات بھی نہیں مجھے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے اور مجھے اس نے کتاب دی ہے اگر قبول کرو گے تو دنیا و آخرت میں تمہاری بھلائی ہوگی ورنہ میں اللہ کے حکم کی انتظار کروں گا۔ کہنے لگے اچھا اپنے رب سے سوال کرو کہ ان پہاڑوں کو روانہ کر دے اور شام و عراق کی طرح یہاں نہریں جاری کر دے اور ہمارے پہلے بزرگوں کو دوبارہ زندہ کرے اور اُن میں قُصَی بھی ہو وہ سچا بزرگ تھا ہم ان سے آپ کی صداقت دریافت کریں گے آپ نے جواب دیا میں ان باتوں کے لئے نہیں بھیجا گیا کہنے لگے اچھا اپنے پروردگار سے کہو کہ تیری تصدیق کے لئے کسی فرشتے کو بھیجے اور ہمارے لئے باغات خزانے اور سونے کے محلات تعمیر کرے آپ نے فرمایا میں کسی اور مقصد کے لئے بھیجا گیا ہوں مان لو تو ٹھیک ورنہ میں اللہ کے فیصلے کا منتظر ہوں کہنے لگے پھر آسمان کو ہمارے اُوپر گرا دے کیونکہ تیرا خیال ہے کہ خدا ایسا کر سکتا ہے آپ نے فرمایا یہ اللہ کی مرضی ہے کرے یا نہ کرے ایک نے کہا اللہ اور فرشتے اگر تیری صداقت کی ضمانت دیں پس آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کی پھوپھی عاتکہ کا فرزند عبداللہ بن ابو امیہ مخزومی بھی ساتھ کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اے محمدؐ تیری قوم نے تجھے جو پیش کش کی تو نے وہ بھی ٹھکرا دی۔ پھر انہوں نے اپنے لئے کئی باتوں کا مطالبہ کیا تو تُو نے وہ بھی نہ مانیں پھر انہوں نے وہ عذاب طلب کیا جس کی تو دھمکی دیتا ہے تو تُو نے اس کا بھی

اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ

یا گرائیں آسمان کو جس طرح تیرا خیال ہے یا لائیں اللہ کو اور فرشتوں کو ضامن (گواہ)

قَبِيْلًا ﴿۹۲﴾ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ

بناکر یا ہو تیرے لئے ایک گھر سونے کا (یا منقش) یا چڑھ جائیں آسمان میں اور تیرے

نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا

چڑھ جانے پر بھی ہم ایمان نہ لائیں گے یہانتک کہ اتار لائے ہم پر (اپنی نبوت کی گواہی کیلئے) کتاب جسکو ہم خود پڑھیں کہہ دو میرا رب بلند و بالا ہے میں نہیں

انکار کیا بخدا میں تو تیرے اُوپر ایمان نہ لاؤں گا۔ یہانتک کہ تو آسمان کی طرف ایک سیڑھی نصب کرکے اُوپر چڑھ جائے اور میں خود آنکھوں سے دیکھوں پھر فرشتے تیرے ہمراہ اُتریں اور کتاب بھی تیرے پاس موجود ہو جو تیری گواہی دے۔ ابوجہل کہنے لگا یہ تو صرف خداؤں کا سب کرنا اور بزرگوں کو گالیاں دینا ہی جانتا ہے اور میں عہد کرتا ہوں کہ ایک پتھر اٹھاؤں اور جب سجدہ میں جائے تو اس کے سر پر گرادوں یہ باتیں سُن کر حضورؐ غمناک واپس گھر تشریف لائے اور یہ آیتیں اُتریں۔

تَفْجِيْرًا۔ چیرنا اور فجر کو فجر اسی مناسبت سے کہا جاتا ہے کہ سیاہیوں میں وہ ایک شگاف کی طرح ہوتی ہے۔

كِسَفًا۔ اس کا معنی ہے ٹکڑے یعنی آسمان پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ہم پر گرے یعنی انہوں نے اپنے لئے عذاب کا مطالبہ کیا۔

قَبِيْلًا۔ اس کا معنی کفیل اور ضامن ہے۔

سُبْحَانَ رَبِّيْ۔ چونکہ ان کے مطالبات میں سے بعض ایسے تھے جن میں خدا کو انہوں نے جسم سمجھا ہوا تھا مثلاً یہ کہ خدا کو گواہی کے لئے لاؤ یا خدا کے پاس آسمانوں میں چڑھ کر اس سے تصدیق نامہ لے آؤ پس آپ نے تنزیہ و تقدیس کے کلمات زبان پر جاری فرمائے۔

بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ یعنی میرے پاس خدائی اختیارات نہیں ہیں بلکہ میں تو بشر ہوں اور اس کا فرستادہ رسول ہوں تفسیر مجمع البیان میں ہے اِنَّ هٰذِهِ الْاَشْيَاءَ لَيْسَ فِيْ طَاقَةِ الْبَشَرِ اَنْ يَاْتِيَ بِهَا وَاَنْ يَفْعَلَهَا فَلَا اَقْدِرُ بِنَفْسِيْ اَنْ اٰتِيَ بِهَا كَمَا لَمْ يَقْدِرْ مَنْ كَانَ قَبْلِيْ مِنَ الرُّسُلِ وَاللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّمَا يُظْهِرُ الْاٰيَاتِ الْمُعْجِزَةَ عَلٰى حَسَبِ الْمَصْلَحَةِ وَقَدْ فَعَلَ فَلَا تُطَالِبُوْنِيْ بِمَا لَا يُطَالَبُ بِهِ الْبَشَرُ۔ ترجمہ:۔ یہ چیزیں بشر کی طاقت میں نہیں کہ ان کو کرسکے اور بجالائے پس میں بذات خود ان کے کرنے پر قادر نہیں ہوں جس طرح کہ مجھ سے پہلے رسول بھی قادر نہیں تھے اور اللہ تعالیٰ عاجز کرنیوالی نشانیاں مصلحت کے ماتحت ظاہر فرماتا ہے اور اب بھی وہ ایسا کرچکا ہے پس تم مجھ سے ایسی باتوں کا مطالبہ نہ کرو جن کا کسی بشر سے مطالبہ نہیں کیا جاسکتا۔

بَشَرًا رَّسُولًا ﴿۹۳﴾ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ

ہوں مگر بشر رسول — اور نہیں روکتی لوگوں کو ایمان لانے سے (کوئی بات) جب ان کے پاس ہدایت پہنچے مگر

اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ فِى الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ

یہ کہ کہتے ہیں کیا خدا نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ کہہ دو اگر زمین میں فرشتے آباد ہوتے

يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾

اطمینان سے چلتے پھرتے تو ہم اُتارتے ان پر آسمان سے فرشتہ رسول بنا کر

تفسیر برہان میں علی بن ابراہیم سے منقول ہے کہ عبداللہ بن ابی اُمیہ حضرت اُمّ سلمہ کا بھائی تھا۔ جب مکہ فتح ہوا تو اس نے اگر اسلام کیا تو آپ نے اس کے سوال کا جواب نہ دیا پس اپنی بہن اُمّ سلمہ کے پاس گیا اور کہا حضورؐ باقی لوگوں کا اسلام قبول کر رہے ہیں اور مجھ سے اسلام قبول نہیں فرماتے لہٰذا میری سفارش کیجئے چنانچہ اُمّ سلمہ نے عرض کی، یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کی بدولت سب لوگ دولت ایمان کی سعادت حاصل کر رہے ہیں تو قریش میں سے میرا بھائی کیوں محروم کیا جا رہا ہے آپ نے فرمایا اے اُمّ سلمہ اس نے میری ایسی تکذیب کی تھی جو کسی نے نہیں کی۔ اسی نے ہی تو کہا تھا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ الخ عرض کرنے لگی حضورؐ کا فرمان ہے کہ اسلام پہلے کی لغزش کو معاف کر دیتا ہے پس آپ نے اس کا اسلام قبول فرما لیا۔

رکوع نمبر ۱۱۔ بشریّت اور رسالت

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ۔ یعنی لوگوں کے ذہن میں یہ شبہ پہلے سے چلا آتا ہے کہ جو بشر ہو وہ رسول نہیں بن سکتا اور جو رسول ہو وہ بشر نہیں ہوا کرتا۔ چنانچہ کفار قریش جانتے پہچانتے اور سمجھنے کے بعد اسلام کے دامن سے وابستگی اسی شبہ کی بنا پر نہیں کرتے تھے کہ اگر رسول ہوتا تو بشر نہ ہوتا بلکہ فرشتہ ہوتا۔ خداوند کریم نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس شبہ کا ذکر فرمایا اور اس کی تردید فرمائی اور گذشتہ انبیاؑ کی تکذیب عموماً اسی شبہ کی بنا پر کی گئی اور آجکل بھی ایک متجاہل طبقہ عوام الناس میں اسی شبہ کو قوی کر کے رسالت اور بشریت میں منافات ثابت کرنے کی ناپاک کوششوں میں لگا ہوا ہے وہ اپنے گریبان میں جھانک کر جب اپنے نقائص کا جائزہ لیتے ہیں تو ان کو جنس بشر دا عذار نظر آتی ہے بمقولہ ہر کہ در جان بینی در بہان بینی۔ وہ نوع بشر کو اپنے عادات و اطوار و خصائل و شمائل کے شیشے میں دیکھتے ہیں ورنہ اگر بشر کو وہ نبوت و رسالت کے آئینے میں دیکھتے تو اپنے آپ کو بشر کہتے ہوئے شرم محسوس کرتے اور فرشتوں نے جب تک بنی آدم کے کمزور پہلوؤں تک نگاہ محدود کی ہوئی تھی تو وہ نبوت و خلافت کا عہدہ آدم کو دیئے جانے پر معترض تھے اور بعض افرادِ بشر کے فسادوں اور خونریزیوں کے آئینے میں

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿۹۶﴾

کہہ دو کافی ہے اللہ گواہ میرے اور تمہارے درمیان تحقیق وہ اپنے بندوں پر دانا و بینا ہے

وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ

اور جس کو ہدایت دے اللہ تو وہ ہدایت یافتہ ہوتا ہے اور جس کو گمراہی میں چھوڑ دے تو ہرگز تو نہ پائے گا ان کے لئے مددگار کوئی

دُوْنِهٖ ؕ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ؕ مَاْوٰهُمْ

اس کے علاوہ اور ہم ان کو اٹھائیں گے قیامت کے دن منہ کے بل اندھے گونگے اور بہرے اور ان کا ٹھکانا

جَهَنَّمُ ؕ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ﴿۹۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا

دوزخ ہوگا جب بجھے گی تو ہم اس کو زیادہ بھڑکا دیں گے یہ ان کا بدلہ ہے کہ انہوں نے کفر کیا ہماری نشانیوں کا

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۹۸﴾

اور کہا جب ہم ہڈیاں اور خاکستر ہوں گے تو کیا ہم اٹھائے جائیں گے نئے سرے سے؟

وہ پوری نوع بشر کو اس عہدۂ جلیلہ کے لئے نااہل قرار دینے لگے تھے لیکن جب انہوں نے علم و کمال کے آئینے میں آدم کی بشریت کو دیکھا تو اپنی جسارت پر خجالت محسوس کی اور اپنے الفاظ واپس لے لئے اور جو لوگ رسالت اور نبوت کو بشریت کے منافی سمجھتے ہیں وہ بشر کو اپنے جیسی حیوانی سیرت میں دیکھ کر یہ نظریہ قائم کرتے ہیں کیونکہ بشر اگر گرے ہوئے کردار کا مظاہرہ کرے تو وہ حیوان سے بدتر ہوتا ہے اور بلند کردار کی صورت میں ملائکہ سے افضل ہوا کرتا ہے پس رسول اور بشر میں کوئی منافرت نہیں اور رسول بشر ہی ہوا کرتا ہے جو انسانوں کو تبلیغ کرنے کیلئے آتا ہے چنانچہ خدا کفار کے جواب میں ارشاد فرماتا ہے اگر زمین کے آباد کار فرشتے ہوتے تو ہم ان کی اصلاح کے لئے کسی فرشتے کو ہی عہدۂ رسالت دے کر بھیجتے لیکن چونکہ آبادی بشر کی ہے لہذا رسول بھی ان ہی میں سے بشر ہوگا۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نبیوں کی طرف خدا کی جانب سے جو وحی لاتا تھا وہ خدا کا رسول فرشتہ ہوتا تھا اور نبی بشر تھے تو اسی طرح فرشتہ رسول باقی افراد بشر کی طرف کیوں نہیں آسکتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء بشر تھے لیکن ان میں ملکوتی پہلو غالب تھا وہ ملکوتی طاقت سے فرشتوں کو دیکھ سکتے اور ان کی بات سن اور سمجھ سکتے تھے لیکن تمام افراد بشر میں ملکوتی پہلو مغلوب اور ظلماتی مادی پہلو غالب ہے لہذا ان کی طرف فرشتہ نہیں آسکتا نہ یہ فرشتے کو دیکھ سکتے ہیں اور نہ اس کی بات کو سن اور سمجھ سکتے ہیں۔ قُلْ كَفٰى۔ اس کی تفسیر ج ۸ سورہ رعد کے آخر میں گزر چکی ہے۔

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ قَادِرٌ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَ

کیا نہیں دیکھتے تحقیق اللہ وہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو وہ قادر ہے اوپر اس کے کہ پیدا کرے

مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ أَجَلًا لَا رَيْبَ فِيهِ فَأَبَى الظَّالِمُونَ إِلَّا كُفُورًا ﴿٩٩﴾

ان جیسے اور مقرر کی اس نے ان کی میعاد بلاشک پس نہ قبول کیا ظالموں نے مگر انکار کو

قُلْ لَوْ أَنْتُمْ تَمْلِكُونَ خَزَائِنَ رَحْمَةِ رَبِّي إِذًا لَأَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْإِنْفَاقِ ۚ

کہہ دو اگر تم مالک ہوتے میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے تو البتہ روک لیتے خرچ ہو جانے کے خوف سے

وَكَانَ الْإِنْسَانُ قَتُورًا ﴿١٠٠﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۖ فَاسْأَلْ

اور انسان ہے بخیل اور تحقیق ہم نے عطا کی موسیٰ کو نشانیاں واضح پس پوچھو

بَنِي إِسْرَائِيلَ إِذْ جَاءَهُمْ فَقَالَ لَهُ فِرْعَوْنُ إِنِّي لَأَظُنُّكَ يَا مُوسَىٰ مَسْحُورًا ﴿١٠١﴾

بنی اسرائیل سے جب آیا ان کے پاس تو کہا اس کو فرعون نے تحقیق میں تجھے خیال کرتا ہوں اے موسیٰ جادوگر

عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ - بروایت بخاری و مسلم انس بن مالک سے مروی ہے ایک شخص نے حضرت رسالتمآب سے دریافت کیا کہ قیامت کے روز کافر منہ کے بل کیسے محشور ہوں گے؟ آپ نے فرمایا جس اللہ نے دنیا میں ان کو پاؤں پر چلنے کی طاقت دی ہے وہ بروز محشر منہ کے بل بھی چلا سکتا ہے۔

أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ - یعنی جو خدا آسمان و زمین کو ایجاد کر سکتا ہے وہ اس مخلوق جیسی اور مخلوق بھی تم عدم سے پیدا کر سکتا ہے پس اس کیلئے اس مخلوق کا دوبارہ پیدا کرنا مشکل نہیں ہے

قُلْ لَوْ - یہ کفار مکہ کی اس خواہش کی تردید کی ہے کہ پہاڑ سونے کے ہو جائیں۔ پس ان کے جواب میں ارشاد ہوتا ہے کہ اگر تم لوگ رزق خداوندی کے خزانوں کے مالک بن جاؤ تو خرچ ہو جانے کے ڈر سے اس کو روک رکھو گے۔ یہاں رحمت سے مراد رزق ہے۔

إِنَّ الْإِنْسَانَ - چونکہ عام انسانوں کی عادت میں بخل داخل ہے اس لئے نوع انسانی کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

قَتُورًا - قتر سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اور اس کا معنی ہے بخل۔

رکوع نمبر ۱۲

تِسْعَ آيَاتٍ - تفسیر برہان میں بروایت ابن بابویہ امام محمد باقر علیہ السلام سے وہ نو نشانیاں یہ منقول ہیں۔ (۱) طوفان (۲) دریائے نیل کا چیرنا (۳) ٹڈی (۴) جوئیں (۵) مینڈک (۶) خون (۷)

قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ

فرمایا تو جانتا ہے کہ نہیں اتارا (ان نشانیوں) کو مگر آسمانوں اور زمین کے رب نے دلیلیں

وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ﴿۱۰۲﴾ فَاَرَادَ اَنْ یَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ

اور میں تجھے سمجھتا ہوں اے فرعون ہلاک ہونے والا پس اس نے چاہا کہ تنگ کرے ان کو زمین سے (کہ نکل جائیں)

فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِیْعًا ﴿۱۰۳﴾ وَّقُلْنَا مِنْ بَعْدِهٖ لِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اسْكُنُوا

تو ہم نے اس کو غرق کر دیا اور جو اس کے ہمراہ تھے سب کو اور کہا اس کے بعد بنی اسرائیل کو کہ ٹھہرو

الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِیْفًا ﴿۱۰۴﴾ وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَ

زمین میں پس جب آئے گا وعدہ آخرت کا تو لائیں گے ہم تم سب کو اکٹھا اور حق سے ہم نے اتارا اس کو اور

بِالْحَقِّ نَزَلَ ۭ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ﴿۱۰۵﴾ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ

وہ حق کے ساتھ اترا اور ہم نے نہیں بھیجا تجھے مگر بشیر و نذیر بنا کر اور ہم نے اتارا قرآن جس کو الگ الگ کیا تاکہ پڑھو

عَلٰی مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِیْلًا ﴿۱۰۶﴾ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ۭ اِنَّ

لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر اور ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا کہہ دو کہ ایمان لاؤ یا نہ لاؤ تحقیق

پتھر (۸) عصا (۹) ید بیضا۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک روایت میں طوفان اور پتھر کی بجائے من وسلویٰ اور رفع طور مذکور ہے۔

مَسْحُوْرًا ۔ اس کے تین معانی کئے گئے ہیں (۱) سحر سکھایا ہوا (۲) مفعول بمعنی فاعل یعنی مسحور بمعنی ساحر (۳) فریب خوردہ

مَثْبُوْرًا ۔ مفعول بمعنی فاعل ہے یعنی ہلاک ہونے والا کیونکہ ثبور کا معنی ہلاکت ہوا کرتا ہے۔

وَعْدُ الْاٰخِرَةِ ۔ اس سے مراد قیامت کا دن ہے اور بقول مجمع البیان بعضوں نے نزول عیسیٰ کا وقت لیا ہے یعنی حضرت مہدی علیہ السلام کی آمد کا زمانہ۔

لَفِیْفًا ۔ یعنی نیک و بد سب کے سب اکٹھے مبعوث ہوں گے پھر حساب کے بعد جنت والے جنت میں اور دوزخ والے دوزخ میں چلے جائیں گے۔

وَقُرْاٰنًا ۔ اس کا پیچھے عطف ہے اور عامل اَنْزَلْنَا محذوف ہے یعنی ہم نے قرآن کو اتارا۔

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ﴿۱۰۷﴾

جن لوگوں کو علم دیا گیا اس سے پہلے جب تلاوت کی جائے ان پر تو گر جاتے ہیں ٹھڈی کے بل سجدہ کرتے ہوئے

وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴿۱۰۸﴾ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ

اور کہتے ہیں پاکیزہ ہے ہمارا خدا تحقیق ہمارے رب کا وعدہ ہو کے رہے گا اور گرتے ہیں ٹھڈی کے بل

يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿۱۰۹﴾ السجدۃ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا

روتے ہوئے اور زیادہ ہوتا ہے ان کا خشوع کہہ دو اللہ کو پکارو یا رحمٰن کو پکارو جو بھی پکارو

تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ

اللہ کے خوب نام ہیں اور نہ جہر کرو اپنی نماز میں اور نہ چپکے رہو

(السجدۃ)

فَرَقْنٰهُ ـ اس کی کئی توجیہیں کی گئی ہیں۔ (۱) یعنی اس کو ہم نے حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والا بنایا ہے (۲) اس کے مضامین الگ الگ ہیں مثلاً اوامر نواہی خبریں قصے، وعدے اور وعید وغیرہ (۳) یعنی اس کو توڑ توڑ کر اور چھوڑ چھوڑ کر ہم نے اتارا ہے جس طرح مصلحت کا تقاضا تھا۔

عَلٰى مُكْثٍ ـ اس سے ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرنا مقصود ہے اور جلد بازی کرنے کی ضمناً نفی ہے چنانچہ مروی ہے کہ قرآن مجید کو تین دن سے پیشتر نہ ختم کیا جائے۔

اٰمِنُوْا ـ کفار نے کہا تھا کہ ہم ایمان نہ لائیں گے جب تک ہمارے منہ مانگے معجزات آپ ظاہر نہ کریں تو ان کی تردید فرمائی کہ ہمیں تمہارے ایمان کی ضرورت نہیں، ایمان لاؤ یا نہ لاؤ، البتہ جو لوگ ذوق صحیح اور ذہن مستقیم رکھتے ہیں وہ قرآن کو سن کر توحید پروردگار اور میری نبوت کو مان لیتے ہیں اور اللہ کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے جھک جاتے ہیں اس آیت میں ذقن یعنی ٹھڈی منہ سے کنایہ کیا گیا ہے۔ اور حالتِ اختیاری میں سجدہ کا مقام پیشانی ہے۔ البتہ حالتِ اضطراری جب پیشانی پر سجدہ ناممکن ہو تو ٹھڈی پر بھی سجدہ کیا جا سکتا ہے

سُجَّدًا ـ اس مقام پر تلاوت میں جب انسان پہنچے تو سجدہ مستحبہ ادا کرے اور اس کا طریقہ تفسیر کی چھٹی جلد سورہ اعراف ص۱۵۵ پر مذکور ہے۔

يَبْكُوْنَ ـ یعنی قرآن مجید کو سن کر ان کا خشوع زیادہ ہوتا ہے اور وہ خوف خدا سے گریہ کرتے ہیں۔

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ ـ اس کی کئی وجوہ ہیں۔ (۱) مشرکین نے کہا ہم رحیم کو تو جانتے ہیں لیکن رحمٰن نہیں جانتے (۲) موجود

بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا ﴿١١٠﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ

اس میں اور تلاش کرو اس کے درمیان راستہ اور کہو حمد ہے اللہ کے لئے جس نے نہیں

يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُن لَّهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ

بنایا بیٹا اور نہیں اس کے لئے کوئی شریک ملک میں اور نہ

يَكُن لَّهُ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا ﴿١١١﴾ ع ۱۱

اس کا کوئی معاون ہے ذلت سے اس کی کبریائی کو خوب بیان کرد

نے کہا رحمٰن کا ذکر قرآن میں بہت کم ہے حالانکہ تورات میں اس کا ذکر زیادہ ہے (۲) حضورؐ ایک مرتبہ سجدہ میں یا رحمٰن دیا رحیم پڑھ رہے تھے تو کفار نے کہنا شروع کر دیا دیکھو ہمیں توحید کی دعوت دیتا ہے اور خود دو کو پکار رہا ہے پس یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ سب اللہ کے نام ہیں اور ذات ایک ہے جس نام سے بھی اس کو یاد رکھو درست ہے۔ اور اللہ کے اسماء حسنٰی بہت سے ہیں ہم نے اس کے متعلق اپنی کتاب لمعۃ الانوار میں بحث کی ہے۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ اس جگہ سے چند مطالب اچھی طرح معلوم ہو گئے (۱) اسم عین مسمیٰ ہے۔ کیونکہ فرمایا اللہ یا رحمان جس نام سے پکارو ذات ایک ہی ہے (۲) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دعا مانگنے سے پہلے اللہ کے اسماء کو ذکر کرنا زیادہ بہتر ہے (۲) یہاں سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ خدا فعل قبیح نہیں کرتا کیونکہ اس کے بعض اسماء افعال سے مشتق ہیں۔ اگر وہ فعل قبیح کرے تو اس کا اشتقاقی نام حسن نہ ہوگا حالانکہ وہ فرماتا ہے کہ اس کے تمام نام حسن ہیں پس معلوم ہوا کہ وہ فعل قبیح نہیں کرتا۔ مزید وضاحت تفسیر کی جلد ۶ صہ ۱۳۷ پہ ملاحظہ ہو۔

وَلَا تَجْهَرْ۔ اس کی متعدد توجیہیں کی گئی ہیں اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نہ سب نمازوں کو جہر سے پڑھو اور نہ سب کو اخفات سے پڑھو بلکہ درمیانی راستہ اختیار کرو کہ رات کی نمازوں میں جہر اور دن کی نمازوں میں اخفات کر لیا کرو۔

مِنَ الذُّلِّ۔ یعنی خدا ذلیل نہیں تاکہ عزت اور غلبہ حاصل کرنے کے لئے کسی کو اپنا مددگار ٹھہرائے۔

سُورَۃ کہف

اس کی آیات کی تعداد ایک سودس ہے[علہ] یہ سورہ مکیہ ہے مگر آیت نمبر ۲۸ اور آیت نمبر ۸۲ تا ۱۰۱ مدنی ہیں (برہان)

(۱) جناب رسالتمآبؐ سے منقول ہے جو اس سورہ کو پڑھے گا وہ آٹھ دن تک ہر فتنے سے محفوظ رہے گا اگر ان دنوں میں دجّال بھی خروج کرے گا تو اس کو اس کے فتنے سے بھی خدا بچالے گا۔ (مجمع)

(۲) جو شخص اس سورہ کی آخری آیت کو سوتے وقت پڑھیگا اس کی خوابگاہ سے کعبہ تک ایک نور کی شعاع پیدا ہوگی۔ اور اس میں فرشتے ہوں گے جو اس کی بیداری تک اس کے لئے بخشش کی دعا کریں گے اور اگر سونے والا مکّہ میں سو رہا ہو تو وہاں سے بیت المعمور تک ایک نورانی فضا ہوگی جس میں فرشتے اس کی بیداری تک اس کے لئے دُعا کرتے رہیں گے (مجمع البیان)

(۳) جو سورہ کہف کی دس آیتیں یاد کر کے پڑھ لے فتنہ دجّال سے محفوظ رہے گا اور جو ساری سورت پڑھے گا وہ جنّت میں داخل ہوگا۔ (مجمع)

(۴) امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا جو سورہ کہف کو پڑھے تو وہ ایک جُمعہ سے دوسرے جُمعہ تک اس کے گناہوں کا کفّارہ ہوگا۔

(۵) آپ نے فرمایا جو شخص سورہ کہف کی آخری آیت پڑھ کر سوئے وہ جس وقت کا ارادہ کرے گا بیدار ہوگا۔

(۶) آپ نے فرمایا جو شخص ہر شب جمعہ سورہ کہف پڑھے وہ شہید مرے گا اور شہیدوں کے ساتھ مبعوث ہوگا اور قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ کھڑا ہوگا۔

(۷) جو شخص اس سورہ کو لکھ کر تنگ منہ والی شیشی میں رکھ کر گھر میں محفوظ رکھے تو فقر، قرضہ اور لوگوں کی اذیتوں سے محفوظ رہے گا۔

(۸) اگر اس کو لکھ کر غلّہ کے خزانہ میں یعنی گندم جو چاول اور چنے وغیرہ کے انبار میں رکھا جائے تو باذن پروردگار غلّوں کو خراب کرنے والے ہر موذی کیڑے سے نجات ہوگی (البرہان)

[علہ] یہ تعداد بسم اللہ کے علاوہ ہے ورنہ بسم اللہ کے ملانے سے آیات کی تعداد ایک سو گیارہ ہوتی ہے۔ (منہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے جو رحمن ورحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ

حمد ہے اس اللہ کی جس نے اتاری اپنے بندے پر کتاب اور نہ رکھا اس میں

عِوَجًا ۞ ۱ قَیِّمًا لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَ یُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ

ٹیڑھا پن وہ پختہ ہے تاکہ ڈرائے سخت عذاب سے جو اس کی طرف سے ہوگا اور خوشخبری دے مومنوں کو

الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۞ ۲ مّٰكِثِیْنَ فِیْهِ

جو عمل کریں نیک تحقیق ان کے لئے اچھا بدلہ ہے اس میں وہ ہمیشہ

اَبَدًا ۞ ۳ وَّ یُنْذِرَ الَّذِیْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۞ ۴ مَا لَهُمْ بِهٖ

رہیں گے اور ڈرائے ان کو جو کہتے ہیں کہ بنایا ہے اللہ نے اپنا بیٹا نہ ان کو اس کا

مِنْ عِلْمٍ وَّ لَا لِاٰبَآىٕهِمْ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ

علم ہے اور نہ ان کے باپ داداکو بڑی بات نکلتی ہے ان کے منہ سے

رکوع نمبر ۱۳

وَلَمْ یَجْعَلْ ۔ عبارت میں تقدیم وتاخیر ہے۔ اَلْکِتَابَ قَیِّمًا وَلَمْ یَجْعَلْ ۔ الخ یعنی حمد ہے اللہ کے لئے جس نے اتاری کتاب پختہ اور اس میں کوئی ٹیڑھا پن نہ رکھا۔ قیم کا معنی پختہ مضبوط اور مستقیم ہے یعنی اس میں تناقض نہیں گراوٹ نہیں کمزوری نہیں اور کسی قسم کا کوئی عیب نہیں۔

عِوَجًا ۔ نظر آنے والی چیز کی کجی کو عوج جیسے دیوار اور لکڑی وغیرہ اور نظر نہ آنے والی چیز کی کجی کو عِوج کہا جاتا ہے۔ جیسے کلام اور دین وغیرہ (مجمع البیان)۔

قیم سے جو معنی لیا جائے گا اس کے مقابلہ میں عوج کا معنی ہوگا پس اگر قیم کا معنی ہے پختہ و مضبوط تو عوج کا معنی غیر پختگی اور اگر قیم کا معنی ہے کتب سابقہ کی نگران ومحافظ تو عوج کا معنی یہ ہوگا کہ یہ ان سے منحرف نہیں اور اگر قیم معنی فصاحت، وبلاغت وسلاست وصداقت میں معیار بلند پر فائز تو عوج کا معنی اسی معنی میں کمزوری ہوگا۔ گویا یہ کتاب ہر حیثیت سے سیدھی ہے کج نہیں۔

اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ﴿٥﴾ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ

وہ محض جھوٹ کہتے ہیں شاید تو ہلاک کرنے والا ہے اپنے آپ کو ان کے پیچھے اگر وہ اس

لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ﴿٦﴾ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ

بات پر ایمان نہ لائیں ارمان سے ہم نے بنایا جو کچھ زمین پر ہے اس کی

زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ﴿٧﴾ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا

زینت تاکہ ہم ان کو آزمائیں کہ کون نیک عمل کرتا ہے اور ہم کرنے والے ہیں

عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ﴿٨﴾ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ

جو کچھ اس پر ہے مٹی محض کیا خیال ہے کہ تحقیق کہف اور رقیم والے

كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ﴿٩﴾ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا

ہماری نشانیوں میں سے عجیب تھے جب پناہ لی جوانوں نے غار کی طرف تو کہا

رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ﴿١٠﴾

اے ربّ دے ہم کو اپنی طرف سے رحمت اور بنا ہمارے لئے ہمارا معاملہ آسان

مَا لَهُمْ ۔ یہاں سالبہ بانتفاء موضوع ہے یعنی جب اس کا بیٹا ہی نہیں تو اس سے علم کا تعلق کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ بہت سخت بات کہتے ہیں جو محض جھوٹ ہے۔

جُرُزًا ۔ وہ زمین جو کچھ نہ اُگاتی ہو۔

اصحابِ کہف

اَمْ حَسِبْتَ ۔ یعنی کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ اصحابِ کہف کا قصہ بہت عجیب ہے پس قریشی لوگ سنتے ہی مومن بن جائیں گے حالانکہ زمین و آسمان کی تخلیق ان چیزوں سے کہیں زیادہ غور طلب اور محرک ایمان تھی۔ لیکن وہ ایمان نہ لائے۔

کَہْف ۔ پہاڑ میں بڑی غار کو کہف اور چھوٹی کو غار سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

الرقیم ۔ اس کے معنی میں چند اقوال ہیں۔ (۱) رقیم وہ پہاڑ ہے جس میں وہ کہف تھی (۲) رقیم اس بستی کا نام تھا جس سے وہ روانہ ہوئے تھے ۔ (۳) رقیم پتھر کی اس تختی کا نام ہے جس میں اصحاب کہف کا واقعہ لکھا تھا اور رقیم رقم

فَضَرَبْنَا عَلَىٰ آذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِينَ عَدَدًا ﴿١١﴾

پس بند کر دیا ہم نے ان کے کانوں کو غار میں کئی سال

ثُمَّ بَعَثْنَاهُمْ لِنَعْلَمَ أَيُّ الْحِزْبَيْنِ أَحْصَىٰ لِمَا لَبِثُوا أَمَدًا ﴿١٢﴾ ع ۱۳

پھر ان کو اٹھایا تاکہ ظاہر ہو کہ دو فریقوں میں سے کس نے اُن کے ٹھہرے رہنے کا وقت ضبط کیا ہے

سے ہے جس کا معنی لکھنا ہوا کرتا ہے (۴) رقیم اس کتاب کا نام ہے جس میں یہ واقعہ درج کیا گیا تھا اور بعض کہتے ہیں اصحاب رقیم اصحاب کہف کے علاوہ تین آدمی تھے جو غار میں داخل ہوئے تھے اور دروازہ بند ہو گیا تھا پس ہر ایک نے اپنے اپنے نیک نیک اعمال کا واسطہ دیا تھا پس ہر ایک کی دُعا سے ایک ایک تہائی دروازہ کھل گیا تھا۔ فِتْيَة ۔ فتیٰ کی جمع ہے جس طرح غلام کی جمع غلمۃ اور صبی کی جمع صِبْيَة ہوا کرتی ہے تفسیر برہان میں بروایت کافی امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک شخص سے فتیٰ کا معنی پوچھا تو اس نے کہا کہ اس کا معنی ہے جوان تو آپ نے فرمایا اس کا معنی ہے مومن دیکھئے اصحاب کہف بوڑھے لوگ تھے لیکن ایمان کی وجہ سے خدا نے ان کو فتیہ کہاہے (واقعی جوانمرد وہ ہے جو ایسے حالات میں بھی ایمان کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے)

ثُمَّ بَعَثْنَا ۔ یعنی ایک کافی مدت کے بعد ان کو بیدار کیا تاکہ کافروں اور مومنوں کے دونو گروہوں پر ان کی حقیقت ظاہر ہو

شانِ نزول قریش مکہ نے تین آدمی نضر بن حارث عقبہ ابن ابی معیط اور عاص بن وائل کو یہود و نصاریٰ کی طرف بھیجا (بعض روایات میں مدینہ اور بعض میں نجران کا ذکر ہے) تاکہ حضرت محمد مصطفیٰ کے اوصاف اور ان کی دعوت کے متعلق ان سے رائے طلب کریں۔ پس بروایت مجمع البیان یہود مدینہ نے ان کو تین سوال تعلیم کئے کہ اگر بتا دے تو وہ نبی سمجھو ورنہ جھوٹا جانو۔ (۱) گذشتہ زمانہ میں وہ کون تھے جو گھر سے نکلے اور ان کا قصہ کیا ہے؟ (۲) وہ کون ہے جس نے مشرق و مغرب کی سیر کی اور اس کا واقعہ کیا ہے؟ (۳) رُوح کیا شی ہے ایک روایت میں ہے انہوں نے کہا اگر دو سوالوں کا جواب دے اور رُوح کے متعلق کچھ نہ بتلائے تو جان لینا کہ وہ نبی ہے اور بروایت علی بن ابراہیم انہوں نے تین سوال حل طلب بتلائے اور چوتھے کے متعلق کہا اگر وہ اس کے علم کا دعویٰ کرے تو جھوٹا ہے (۱) وہ جوان گذشتہ زمانہ میں کون تھے جو گھر سے نکلے غائب ہوئے اور پھر سو گئے۔ کتنا سوئے پھر جاگے کتنے تھے ان کے ہمراہ غیر جنس کیا تھی اور ان کا قصہ کیا ہے؟ (۲) حضرت موسیٰ کو جس عالم کی اتباع اور اس سے سیکھنے کا حکم ملا تھا وہ کون تھا اور بات کیا ہوئی؟ (۳) وہ کون تھا جس نے مشرق و مغرب تک کی سیر کی اور یاجوج و ماجوج کی حد تک پہنچا اس کا واقعہ کیا ہے؟ پھر انہوں نے یہ تینوں واقعات ان کو لکھوا دیئے اور کہا اگر وہ ایسے جوابات دے تو سمجھنا سچا ہے اور اگر کوئی اور جواب دے تو سمجھ لینا کہ جھوٹا ہے پھر اس کی بات کو قبول نہ کرنا اور چوتھا مسئلہ ہے اس سے قیامت کے متعلق پوچھنا کہ کب ہوگی اگر اس کے علم

کا دعویٰ کرے تو جھوٹا ہے کیونکہ اس کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں ہے پس قریش کا یہ وفد مکّہ میں پہنچا اور حضرت ابوطالب کے پاس جمع ہو کر اپنا مقصد بیان کیا حضرت ابوطالب نے کھلے منہ اجازت دی کہ بے شک تم جو جی چاہے اس سے سوال کرو۔ چنانچہ جب انہوں نے وُہ سوال پیش کئے تو آپ نے انشاء اللہ کہے بغیر کل کا وعدہ دے دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرے دن وحی نہ ہوئی اور اسی بے چینی اور انتظار میں پورے چالیس دن گذر گئے کفار قریش خوشی سے تالیاں بجاتے تھے اور مومن شرم سے سرنگوں تھے بعضوں کے دلوں میں شکوک و شبہات آنے لگ گئے اور حضرت ابوطالب بھی اپنے مقام پر غمگین تھے۔ حتّٰی کہ چالیس روز کے بعد سورۂ کہف نازل ہوئی۔ حضور نے پوچھا کہ اے جبریل۔ دیر کی کیا وجہ ہے کہنے لگا ہم اذنِ پروردگار کے تابع ہیں (یعنی اس کی مصلحت وہ خود ہی بہتر جانتا ہے) سورہ مریم آیت نمبر ۶۴ صہ ۱۵۵

واقعہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ لوگ ایک ظالم بادشاہ کے زمانہ میں تھے جو اپنی رعایا کو بت پرستی پر مجبور کرتا تھا اور جو نہ مانے اسے قتل کر دیتا تھا یہ لوگ خفیہ طور پر مومن تھے چپکے چپکے وہاں سے نکل گئے راستے سے ایک کتا بھی ساتھ ہولیا۔ آپ نے فرمایا حیوانات میں سے تین حیوان جنّت میں جائیں گے (۱) بلعم بن باعور کا گدھا۔ (۲) حضرت یوسف کا بھیڑیا (۳) اصحاب کہف کا کتا۔ اسکی وضاحت تفسیر کی جلد ۶ صہ ۱۳۴ پر دیکھیے۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے یہ لوگ بادشاہ کے خوف سے اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھے۔ ان کے بادشاہ کا نام دقیانوس اور شہر کا نام افسوس تھا جو بقول معجم البلدان طرسوس کے گرد و نواح میں تھا اور عیسائیوں کا یہی عقیدہ ہے چنانچہ ان کی کتبِ تاریخ میں یہ ہے کہ روم کا وثنی بادشاہ دقیانوس نصاریٰ کا سخت دشمن تھا وہ ان پر ظلم کرتا تھا اور وہ پوری قوم نصاریٰ کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے درپے تھا اس کا زمانہ ۲۵۰ء کے آس پاس تھا اور اس کی حکومت بعد میں پچاس برس تک رہی پھر روم کا تخت حکومت قسطنطین نے سنبھالا جو عیسائی مذہب کا فرد تھا اور نصرانیوں کو اس کی وجہ سے دوبارہ ملک میں اقتدار حاصل ہوا۔ اور طاقت مل گئی پس وہ پھولے اور پھلے۔ اور دقیانوس کے متعلق ایک خیال یہ بھی ہے کہ وہ مجوسی تھا۔ بہر کیف اصحاب کہف نصاریٰ تھے اور حضرت عیسیٰ پر ایمان رکھتے تھے اور مروی ہے کہ یہ بادشاہ کے خواص میں داخل تھے اور ایک دوسرے سے بھی اپنے ایمان کو مخفی رکھتے تھے چنانچہ ایکدفعہ اکٹھے ہوئے تو ایک دوسرے کو اپنا راز بتایا اور اتفاق کر کے وہاں سے بھاگ نکلے۔

حدیثِ بساط البرہان میں بروایت ابن شہر آشوب منقول ہے۔ ایک مرتبہ حضرت رسالتمآبؐ نے چادر بچھائی اور اس کے چاروں گوشوں پر ابوبکر عمر ابوذر اور سلمان کو بٹھایا اور علی کو درمیان میں۔ پس ابوبکر کو حکم دیا کہ علی کو امامت کی حیثیت سے سلام کرو۔ پھر باقیوں کو بھی وہی حکم دیا۔ چنانچہ سب نے حکم کی تعمیل کی پس علی کو فرمایا کہ سورج سے بات کرو۔ چنانچہ علی نے سُورج کی طرف منہ کر کے فرمایا اے اللہ کی روشن نشانی السلام علیک۔ تو جرم آفتاب میں کپکپی سی طاری ہوئی۔ اور جواب میں کہا وعلیک السلام یا ولی اللہ و وصی رسول اللہ۔ پھر حضور نے آسمان کی طرف ہاتھ کھڑے کئے اور دعا مانگی۔ اے پروردگار تو نے سلیمان پیغمبر کو ملک عطا کیا اور ہوا کو اس کے تابع فرمان بنایا کہ وہ صبح و شام ایک ایک ماہ کا سفر کرتی تھی۔ اے اللہ ہوا

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ

ہم بیان کرتے ہیں تجھ پر ان کی خبر سچی تحقیق وہ جوانمرد تھے جو ایمان لائے اپنے رب پر اور ہم نے ان

وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ﴿١٣﴾ وَّرَبَطْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا

کو زیادہ کیا ہدایت میں اور ہم نے مضبوط کیا ان کے دلوں کو جب اُٹھ کھڑے ہوئے اور اعلان کر دیا۔

کو حکم دے کہ ان کو اصحاب کہف تک پہنچا دے پس ان سب کو ہوا نے اٹھایا اور اصحاب کہف کے پاس جاکر اتارا۔ ایک ایک نے باری باری کھڑے ہو کر اصحاب کہف کو سلام کیا لیکن کسی کو جواب نہ ملا آخر میں حضرت علی اُٹھے اور سلام دیا تو انہوں نے جواب میں کہا وَعَلَيْكَ السَّلَامُ يَا وَصِيَّ مُحَمَّدٍ اس کے بعد اپنا مختصر تعارف کرایا آپ نے فرمایا تم نے میرے پہلے ساتھیوں کو سلام کا جواب کیوں نہیں دیا کہنے لگے ہم صرف نبی یا وصیؑ نبی کو ہی سلام کرنا جانتے ہیں اور تو آخری نبی کا وصی اور رسولؐ کا خلیفہ ہے پھر حضرت علیؑ نے سب کو چادر کے اُوپر بیٹھنے کا حکم دیا اور ہوا نے ہمیں دوبارہ اٹھایا اور پھر ایک دور دراز کے مقام پر اُترے حضرت علی نے پاؤں کی ٹھوکر ماری تو ایک میٹھے پانی کا چشمہ ظاہر ہوا۔ آپ نے وضو فرمایا اور ہم نے بھی وضو کیا آپ نے فرمایا امید ہے تم لوگ صبح کی نماز یا اس کا کچھ حصہ نبی علیہ السلام کی اقتدا میں ادا کر سکو گے پس ہوا نے ہمیں اٹھایا اور ہم مسجد نبوی کے دروازے پر عین اس وقت پہنچے جب کہ حضورؐ صبح کی نماز سے ایک رکعت پڑھ کر دوسری میں تھے اور حدیث میں ہے کہ یہ چادر حضور کو کعب بن اشرف کے بھائی خطی بن اشرف نے پیش کی تھی۔ جو حضور کے معجزات دیکھ کر مسلمان ہو گیا تھا۔

رکوع نمبر ۱۴
مفصّل قصّہ

نَحْنُ نَقُصُّ :۔ تفسیر برہان کی ایک طویل روایت میں حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے ایک یہودی کے سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ملک روم میں ایک شہر ہے جس کا نام افسوس ہے وہاں ایک نیکدل بادشاہ کی حکومت تھی جب وہ فوت ہوا تو اس کے تخت و تاج کی وراثت کے جھگڑے میں رعایا میں ابتری پھیل گئی ادھر ایران کے ایک بادشاہ دقیانوس کو علم ہوا تو وہ ایک لاکھ فوج سے حملہ آور ہو کر وہاں قابض ہو گیا۔ اس نے اپنے ایرانی رسم و رواج کے مطابق وہاں عالی شان محلات تعمیرات کروائے اور دربار عام کی سجاوٹ اور اپنے رعب و دبدبہ کی بحالی کے لئے شاہانہ ٹھاٹھ کا مظاہرہ کیا چنانچہ سنہری تخت اور جواہر سے مرصّع اس کے روپہلی پائے اور پر عمدہ ریشمی قالینیں اور ریشمینی غالیچے اور دائیں بائیں اسّی اسّی یاقوت سرخ سے جڑی ہوئی چاندی کی کرسیاں وزیروں، مشیروں کے لئے اور سر پر نایاب ہیروں اور بیش بہا موتیوں سے مرصّع سنہری تاج جس کی چمک دمک شب تیرہ و تار میں مشعل راہ کا کام دیا کرتی تھی۔

دربار شاہی میں جب اپنی پوری آن بان شان سے سریر آرائے مملکت ہوتا تو چھ وزیر تملیخا۔ مکسلینا۔ محسمینا۔ مرطوس کمیطوس اور ساریوس اپنے مخصوص درباری لباس میں ملبوس اس کے پشت سر اور دائیں بائیں مشک و کستوری و عرق گلاب سے پُر چاندی کے جام ہاتھوں میں تھام کر کھڑے ہوتے تھے پس نخوتِ شاہانہ و سطوتِ ملوکانہ کے نشہ میں چور کبر و غرور کی شراب

سے دل و دماغ مخمور وہ پیکرِ جبر وہیکلِ ظلم اپنی اصل وحقیقت سے بے خبر ہو کر دامن توحید ذوالجلال میں ہاتھ ڈالنے لگا۔ پہلے بُت پرستی کا مروّج تھا پھر خود خدا بن بیٹھا پہلے صنم کی الوہیت کا قائل پھر خود اِلٰہ کہلوانے لگا۔ ماننے والوں کے لئے انعام و اکرام اور جود وسخا کے دروازے کھل گئے اور خدا پرستوں کے لئے خون آشام تلواریں ہر وقت بے نیام ہوگئیں۔ سال میں ایک دفعہ اسکو سالانہ جشن کے موقعہ پر ایرانی شہنشاہ کی طرف سے فوج کشی کی اطلاع ملی تو ڈر سے کانپ اٹھا حتیٰ کہ سر سے شوکتِ شاہانہ اتر کر قدموں میں آرہی اِسے دیکھ کر دانا وزراء کو لحۂ فکر ملا اور کھرے کھرے انہیں حقیقی خدا مل گیا اور بادشاہ پر خوشی وغمی کی حالتوں کا توارد حاجاتِ ضروریہ میں بے بسی اور نیند وبیداری میں مجبوری شانِ خداوندی سے متصادم نظر آئیں۔

اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ۔ یعنی وہ اوّلہ وبراہین میں غور وخوض کر کے اپنے پروردگار کو مان گئے اور پھر اپنی وسعتِ نظر سے سمند عقل کی پشت پر سوار ہو کر جونہی انفس و آفاق کی سیر کو نکلے تو ان کے لئے معرفت کی راہیں وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی گئیں اور قلوب قندیلِ نورِ ایمان سے فروزاں ہوتے چلے گئے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام حدیث سابق میں ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ چھ وزیر ہر شب ایک کے ہاں باری باری سے کھانا کھایا کرتے تھے اور آج تملیخا کی باری تھی۔ اس نے ماکول ومشروب کا شاندار انتظام کیا۔ جب کھانے پر جمع ہوئے تو تملیخا نے اپنے دل میں روشن فانوسِ ایمان سے پردہ اٹھاتے ہوئے تقریر شروع کی۔ برادرانِ گرامی! آج میرے دل میں ایک عقدہ ہے۔ اور دماغ میں ایک الجھن ہے جس کی وجہ سے کھانے پینے میں میری دلچسپی نہیں رہی میں نے اپنے اسپ فکر کو مہمیز کیا اور کافی سوچ بچار سے کام لیا کہ اس فلک نیلگوں کو بغیر ستون کے کس نے اٹھایا ہے اور کونسی گرفت ہے جو اس کو اپنی جگہ پر برقرار رکھے ہوئے ہے۔ آفتاب و مہتاب کی قندیلیں روشن کرنے والا کون ہے آسمان پر ستاروں کے ضیا بار قمقمے کس نے حسن وخوبی سے جڑ دیئے ہیں۔ پھر سوچتا ہوں کہ موجزن پانی کی سطح پر زمین کو کس نے بچھایا پھر حرکت واضطراب سے روکنے کے لئے اس پر پہاڑوں کو کس نے کھڑا کیا اور جب اپنی ہستی میں فکر کرتا ہوں تو کھو جاتا ہوں کہ مجھے عالم نیستی سے صفحۂ وجود پہ اور شکم مادر سے فرش گیتی پر کون لایا۔ غذا کا بندوبست کس نے کیا اور تاریک پردوں کے اندر میری خبر گیری کرنے والا کون رہا؟ پس یہ دل سے اُٹھنے والا غبار یا دماغ میں جگہ پکڑنے والے سوالات ایسے ہیں جنہوں نے مجھے اس نتیجے تک پہنچایا ہے کہ اس پورے عالم کا مدبّر و صانع یہ بادشاہ دقیانوس نہیں بلکہ کوئی اور ہے وہ بادشاہوں کا بادشاہ ہے اور اس کی سلطنت آسمانوں اور زمینوں پر محیط ہے۔ اور وہی لائق عبادت ہے۔ تملیخا کی تقریر سُن کر سب کے کان کُھلے اور ہر ایک نے داد وتحسین سے تائید کی پھر سب نے تملیخا کے قدموں میں جھک کر اپنے مخفی ایمان کو ظاہر کیا (اس کے بعد ان کو دقیانوس کی طاقت وسطوت مرعوب نہ کر سکی اور اپنے ایمان پر ثابت قدم رہے)

اِذْ قَامُوْا۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ وہ بادشاہ کے بھرے دربار میں کھڑے ہو گئے اور جرأت کا اظہار کر کے واشگاف الفاظ میں ببانگ دہل کہہ دیا۔

رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ

کہ ہمارا رب آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے۔ ہم ہرگز نہ پکاریں گے اس کے سوا کسی کو معبود سمجھ کر ورنہ ہم بالکل غلط

قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا ﴿۱۴﴾ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ

بات کہنے والے ہوں گے یہ لوگ ہماری قوم والے ٹھہرا بیٹھے ہیں اس کے علاوہ اور خدا کیوں نہیں لاتے

لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ ؕ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى

ان پر کوئی واضح دلیل؟ پھر کون زیادہ ظالم ہے اُس سے جو اللہ پر افترا

اللّٰهِ كَذِبًا ﴿۱۵﴾ وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗۤا اِلَى

باندھے؟ اور جب تم ان کو چھوڑ چکے ہو اور جس کی وہ عبادت کرتے ہیں سوائے اللہ کے تو پناہ لے لو

الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ

طرف غار کے پھیلائے گا تمہارے لئے تمہارا رب اپنی رحمت اور پیدا کرے گا تمہارے لئے

رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ۔ الخ۔ کہ تو ہمارا رب نہیں بلکہ آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہمارا رب ہے۔ لَنْ نَّدْعُوَا۔ الخ۔ ہم ہرگز اس کے سوا کسی کو رب ماننے کے لئے تیار نہیں اگر ہم نے ایسا کیا تو یقیناً ہماری بات غلط ہو گی اور ہم غلط کار ہوں گے۔

هٰۤؤُلَآءِ قَوْمُنَا۔ پھر آپس میں مشورہ کیا کہ ہماری قوم نے بلا دلیل غیر اللہ کو خدا مانا ہے اور ہم ان کو اور ان کے خداؤں کو جب بالکل چھوڑ چکے ہیں تو ہمیں ہجرت کر کے چلے جانا چاہیئے۔ پس کسی غار میں پڑ رہیں گے اور خدا اپنی رحمت کے سایہ میں ہمیں محفوظ رکھے گا۔

حدیث سابق میں ہے تملیخا نے اپنے باغ کی کھجوریں جو گھر میں موجود تھیں فروخت کیں ان کے تین درہم وصول ہوئے۔ وہ جیب میں ڈال لئے اور گھوڑوں پہ سوار ہو کر شہر سے نکل کھڑے ہوئے جب تین میل کا فاصلہ طے ہو چکا تو تملیخا نے کہا جب اللہ کی خوشنودی کے لئے دنیا کی زینتوں کو خیر باد کہہ چکے ہیں تو گھوڑے کس لئے ہیں پس پیدل دن بھر سفر کیا اور سات فرسخ چلے پاؤں پہ آبلے آگئے اور خون جاری ہو گیا۔ ایک ذنبیوں کا چرواہا ملا۔ اس سے پانی یا دودھ طلب کیا اس نے دونوں چیزیں پیش کر دیں۔ اور کہنے لگا تمہاری شاہانہ شکلیں اور مرجھاتے ہوئے چہرے دیکھ کر مجھے شک پڑتا ہے کہ تم بادشاہ سے بھاگ کر آرہے ہو کہنے لگے ہمیں جھوٹ کی ضرورت نہیں پھر سچ سچ بات بتا دی وہ ان کے قدمبوس ہو کر کہنے لگا میں بھی پہلے سے ہی اسی نظریہ کا حامی ہوں پس ازراہِ کرم میرے لئے اس قدر انتظار کرو کہ بکریاں اپنے اپنے مالکوں کے حوالے کر دوں پھر ابھی واپس آتا ہوں چنانچہ وہ فوراً واپس پلٹ آیا اور کتا بھی اس کے ہمراہ تھا۔

أَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴿۱۶﴾ وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَّزَاوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ

تمہارے معاملہ میں آسانی　　اور دیکھو گے سورج کو جب طلوع کرتا ہے تو ترچھا ہوتا ہے ان کے غار سے داہنی

ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ

طرف اور جب غروب کرتا ہے تو منحرف ہوتا ہے ان سے بائیں طرف اور وہ ایک کھلی جگہ میں ہیں اس

مِّنْهُ ۚ ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ ۗ مَن يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۖ وَمَن

سے　　یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے جس کو اللہ ہدایت دے وہ ہدایت لیتا ہے اور جس کو گمراہی میں چھوڑ

يُضْلِلْ فَلَن تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿۱۷﴾ ع

دے تو ہرگز نہ پاؤ گے اس کے لئے دوست ارشاد کرنے والا

یہودی کے سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا کتا ابلق سیاہ تھا اور اس کا نام قطمیر تھا۔ یہ لوگ کتے کو دیکھ کر گھبرائے۔ کہ اس کی وجہ سے کہیں ہمارا راز فاش نہ ہو جائے پتھر مار کر اس کو پلٹانا چاہا آخر کار اس نے فصیح زبان سے کلمہ توحید زبان پر جاری کر کے راز داری اور حفاظت کا عہد کیا اور یہ اس کو ہمراہ خوشی خوشی لے چلے وہ چرواہا ان کو پہاڑ کی ایک بڑی غار میں لایا جس کو وصید کہتے تھے اور غار کے سامنے ایک چشمہ پانی اور پھلدار درخت تھے انہوں نے پھل کھائے اور پانی پی لیا پھر غار میں داخل ہو گئے۔ بحکم پروردگار ان کے ارواح کو قبض کر لیا گیا خدا نے ہر ایک کیلئے دو دو فرشتے مقرر فرمائے جو دائیں بائیں ان کے پہلو بدلتے رہتے ہیں۔

مِرْفَقًا۔ رفق سے ہے آسانی اور نفع اور اس کا معنی ہاتھ کی کہنی بھی ہوتا ہے۔ مِرفق اور مَرفِق دونوں جائز ہیں لیکن کہنی کے معنی میں مِرفق بہتر ہے۔

وَتَرَى الشَّمْسَ۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ اللہ کے کمالِ لطف اور حسنِ حفاظت کا کرشمہ ہے کہ ان کے غار کا رخ قطب شمالی کی طرف ہے پس طلوع کے وقت سورج ان کے دائیں اور غروب کے وقت بائیں جانب ہوگا۔

تَزَاوَرُ۔ کا معنی ہے کہ ترچھا ہو کر جاتا ہے اور تَقْرِضُ قرض سے ہے جس کا معنی کاٹنا ہوتا ہے لیکن یہاں انحراف کرنا مراد ہے۔

وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ۔ فجوۃ کا معنی کھلی جگہ اور فَجْوَةُ الدَّار گھر کے صحن کو کہا جاتا ہے یعنی غار اندر سے کافی وسیع تھی کہ باہر سے کھڑے ہو کر ان کو دیکھا نہیں جا سکتا تھا اور انہیں دھیمی دھیمی ہوا بھی پہنچتی رہتی ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی سابقہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب یہ لوگ وہاں سے روانہ ہوئے تھے تو بادشاہ باقی رعایا کے ساتھ عید پر گیا ہوا تھا اور اس سے یہ بھی انکشاف ہوا کہ انہوں نے بادشاہ کے سامنے اپنے ایمان کا اظہار جرأت سے کر دیا تھا۔ جس طرح آیت نمبر ۱۴ کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے اور یہی وجہ تھی کہ یہ لوگ عید کے تہوار اور جشن میں اس دفعہ شامل نہیں ہوئے

وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۖ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ

اور تم خیال کروگے کہ جاگتے ہیں حالانکہ وہ سوتے ہیں اور ہم ان کے پہلو بدلتے ہیں دائیں اور

الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ؕ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ

بائیں اور ان کا کتا بازو پھیلائے بیٹھا ہے چوکھٹ پر اگر جھانکو ان پر تو پلٹ جاؤ گے ان سے

لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿۱۸﴾ وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ

فرار کرکے اور ان کا رعب تم پر چھا جائے گا۔ اور اسی طرح ہم نے ان کو

لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ؕ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ؕ قَالُوْا لَبِثْنَا

اٹھایا تاکہ ایک دوسرے سے پوچھیں تو کہنے والے نے کہا ان میں سے کہ کتنے سوئے ہوں گے کہنے لگے سوئے رہے

تھے ورنہ اگر ایمان کو ظاہر نہ کرچکے ہوتے تو بادشاہ کے ہمراہ حسب دستور ان کا شامل ہونا لازمی تھا غالباً جس جشن میں یہ لوگ شامل تھے اور دل میں توحید کی شمع جلی تھی وہ سال گزشتہ کا تھا اور جب وہاں سے بھاگے ہیں یہ دوسرا جشن تھا۔ واللہ اعلم۔

روایت سابقہ میں ہے کہ بادشاہ اپنے جشن مسرت سے واپس آیا تو معلوم ہوا کہ وہ کہیں بھاگ گئے ہیں پس اپنے لاؤ لشکر سمیت ان کی تلاش میں نکلا اور پاؤں کے نشانات معلوم کرکے غار کے دروازہ پر آپہنچا دیکھا کہ وہ سوئے پڑے ہیں (اقول، ان لوگوں نے غار تک قدموں کے نشان دیکھ کر اندازہ کرلیا کہ بس اس کے اندر ہیں باہر نہیں ہیں۔کیونکہ بعد کی آیات صاف بتلارہی ہیں کہ غار کی گہرائی کی وجہ سے یا اس مقام کی نوعیت کا رعب اس قدر ہے کہ کسی کی مجال نہیں کہ وہاں جاسکے یا ان کے قریب پہنچے) بہر صورت بادشاہ کہنے لگا پس یہی سزا اُن کے لئے کافی ہے کہ اسی جگہ کو ان کے لئے قید خانہ بنا دیا جائے پس حکم دیا کہ چونے اور پتھر سے ان کے سامنے دیوار کھڑی کردی جائے۔

رکوع نمبر ۱۵۔

وَتَحْسَبُهُمْ۔ مجمع البیان میں ہے کہ ان کی آنکھیں کھلی ہیں اور سانس لے رہے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ بات کرنا چاہتے ہیں لیکن نہیں کرتے اسی لئے فرمایا کہ اے مخاطب تو ان کو دیکھے گا تو سمجھے گا کہ وہ جاگتے ہیں حالانکہ وہ سو رہے ہیں۔

وَنُقَلِّبُهُمْ۔ یعنی وہ اس طرح پہلو بدلتے ہیں جسطرح کوئی جاگنے والا انسان کررہا ہو اور اگر وہ پہلو نہ بدلیں تو زمین ان کے جسموں اور لباس کو کہنہ کردے۔

وَكَلْبُهُمْ۔ بعضوں نے کہا ہے کہ وہ رات کے وقت نکلے تھے پس وہ ایک چرواہے کے پاس سے گزرے تو وہ اور اس کا کتا ہمراہ ہولیا اور بعضوں نے کہا ہے کہ کوئی سا کتا ان کے ہمراہ ہوگیا تھا کہ ہزار کوشش کے باوجود اس نے اُن کا پیچھا نہ چھوڑا اور

يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ؕ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ

ایک دن یا دن کا کچھ حصہ کہنے لگے تمہارا رب بہتر جانتا ہے جو کچھ سو چکے ہو پس بھیجو اپنے میں سے ایک کو

بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ

ان درہموں کے ساتھ شہر کی طرف تاکہ دیکھے کونسی پاکیزہ غذا ہے پس تمہیں لاکر دے کھانا

آخر کار بحکم پروردگار بولا کہ میں اللہ کے دوستوں کا دوست ہوں جب تم سو جاؤ گے تو میں تمہاری محافظت کروں گا اور ایک روایت میں ہے کہ تین سو نو برس تک وہ کتا بغیر کھائے پیئے کے رہا نہ وہ سویا اور نہ اپنے مقام سے اُٹھا۔

اَلْوَصِيْدِ۔ اس کے کئی معانی کئے گئے ہیں۔ (۱) غار کا صحن (۲) دروازہ (۳) غار کے اندر جو کھلی جگہ تھی اس کا دروازہ۔ (۴) غار کے اندر کی کھلی جگہ اور عقل اس امر کی تائید کرتی ہے کیونکہ کتا غار کے دروازہ پر یا غار کے صحن میں اگر ہوتا تو باہر سے آنے والے کفار اس کو ضرور دیکھ لیتے اور وہ مزید کھوج لگاتے پس کافر مایوس ہوکر واپس جانے لگے تو غار کے دروازے کو پتھروں سے بند کردیا اور چلے گئے پس ادھر سے ایک چرواہا نکلا تو اس نے اپنے ریوڑ کی جگہ بنانے کے لئے پتھروں کو ہٹا دیا اور غار کے دروازہ کے نزدیک اپنی آرام گاہ بنالی اور اصحاب کہف اس سے بہت آگے اندر کی طرف تھے۔

تَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا۔ یعنی وہ جگہ نہایت ڈراؤنی اور دہشتناک ہے اور خدا نے رعب پیدا کر دیا ہے تاکہ وہاں کوئی پہنچنے کی جرأت نہ کر سکے اور ممکن ہے کہ تلاش کرنے والے کفار وہاں تک پہنچے ہوں اور ڈر کے مارے اندر نہ جا سکے ہوں پس اپنے غصہ کی بھڑاس نکلانے کی خاطر دروازہ کو پتھروں سے بند کر کے چل دیئے ہوں اور ان کا یہ فعل بھی اصحاب کہف کے لئے لطفِ خداوندی بن گیا تاکہ جنگلی جانوروں کے لئے اندر جانے کا راستہ بند ہو جائے اور وہ ان کی ایذا سے محفوظ رہیں۔

بَعَثْنَاهُمْ۔ یعنی اُن کے دوسرے عجائب کی طرح ایک عجیب یہ بھی ہے کہ ہم نے ان کو اٹھایا نیند سے جو موت کے مشابہ اور اس کے لگ بھگ تھی (مجمع)

تفسیر صافی میں بروایت احتجاج امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے والوں کی مثالیں بہت کم ہیں ان میں سے ایک اصحاب کہف بھی ہیں کہ ایک جماعت مرنے کے بعد مبعوث ہونے کی منکر تھی پس خدا نے ان کو زندہ کر کے منکرین پر حجت تمام کردی تاکہ قیامت کی آمد پہ ایمان پختہ ہو جائے۔

يَوْمًا۔ کہتے ہیں جب سوئے تھے تو صبح تھی اور جب جاگے تو عصر تھی اس لئے پہلے کہہ دیا کہ ایک دن پھر دیکھ کر کہا کہ دن کا کچھ حصہ اور اس جگانے یا دوبارہ زندہ کرنے کی مصلحت یہ تھی کہ وہ اپنے سونے کی مقدار اور اللہ کی عجیب حکمت دیکھ کر مزید معرفت حاصل کریں

حدیث سابق میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ خدا نے اسرافیل کو حکم دیا اور اس نے دوبارہ ان میں روح کو پھونک دیا سورج کو چمکتا دیکھ کر ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ہائے ساری رات غفلت میں گذار دی اور عبادت بھی نہ کر سکے (اس روایت سے

بِرِزۡقٍ مِّنۡهُ وَلۡيَتَلَطَّفۡ وَلَا يُشۡعِرَنَّ بِكُمۡ اَحَدًا ﴿۱۹﴾ اِنَّهُمۡ اِنۡ يَّظۡهَرُوۡا

اس سے اور چوکنا رہے کہ تمہارا کسی کو پتہ نہ چل جائے اگر وہ تم پر غالب ہوئے تو

معلوم ہوتا ہے کہ وہ رات کو سوئے تھے پس قرآن میں یوم یا بعض یوم کا اطلاق مجازی ہوگا) اور باہر جو دیکھا تو وہ چشمہ موجود نہ تھا اور نہ اس جگہ کے پھل دار درخت موجود تھے پس بحرِ حیرت میں ڈوب کر کہنے لگے کتنا عجیب ہے کہ ایک رات کے اندر اس قدر گہرے پانی کا چشمہ خشک ہوگیا اور درختوں کا نام ونشان تک نہ رہا۔

اَزۡکٰی طَعَامًا ۔ تفسیر صافی میں بروایت محاسن امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام سے منقول ہے کہ اس سے مراد کھجور ہے ابن عباس کا قول ہے کہ مقصد یہ ہے کہ شہر میں چونکہ اکثر مجوسی و کافر لوگوں کی آبادی تھی اور تھوڑے مومن بھی تھے جو ایمان کو چھپا کر رکھتے تھے پس یہ بات طے پائی کہ جو شخص جائے وہ پاکیزہ غذا تلاش کرے یعنی کسی مومن دوکاندار کا سراغ لگائے اور اس سے خرید کر لائے تاکہ ذبیحہ اس کا حلال اور کھانا طاہر وطیّب ہو۔ (مجمع البیان)

وَلۡيَتَلَطَّفۡ ۔ کہتے ہیں تعداد حروف کے لحاظ سے یہ لفظ قرآن کا نصف ہے تا تک پہلا نصف ختم اور لام سے دوسرا نصف شروع ہوتا ہے۔ حدیث سابق میں حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ بیدار ہوتے ہی انہیں بھوک محسوس ہوئی اور ایک آدمی کو کھانا لانے کے لئے بھیجنے کی تجویز ہوئی تملیخا نے کہا کہ میرے سوا کوئی بھی نہ جائے۔ چرواہے سے کہا تم اپنا لباس مجھے دے دو تاکہ کوئی پہچان نہ سکے پس لباس تبدیل کرکے جانبِ شہر روانہ ہوا۔ اُسے ساری دنیا نئی معلوم ہونے لگی کہ نہ وہ نشانیاں تھیں اور نہ وہ راستے تھے جب شہر کے باہر پہنچا تو دروازے پر دیکھا کہ سبز رنگ کا علم لہرا رہا ہے جس پر زرد رنگ میں لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عِيۡسٰى رَسُوۡلُ اللّٰهِ لکھا ہوا ہے پس علم کو آنکھوں سے لگایا اور دریائے حیرت میں ڈوب کر خیال کیا شاید میں عالمِ خواب میں کوئی شے دیکھ رہا ہوں اسی شش و پنج میں بازار کی راہ لی۔ نانبائی کی دکان پر پہنچا اور اس سے پوچھا کہ تمہارے اس شہر کا نام کیا ہے۔ اس نے شہر کا نام افسوس بتایا تو اس نے بادشاہ کا نام پوچھا اس نے کہا کہ اس کا نام عبدالرحمٰن ہے کہنے لگا بھائی جان میرے جسم کو جھنجھوڑو کیا میں خواب تو نہیں دیکھ رہا۔ نانبائی نے اس کی بات پر حیرت کرتے ہوئے کہا تو کیسا انسان ہے مجھ سے باتیں بھی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نیند میں ہوں۔ تملیخا نے اپنے نفس پر زور ڈال کر اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے جیب سے درہم نکال کر دکاندار کی طرف پھینکا اور اس سے روٹیاں طلب کیں۔ آپ نے فرمایا وہ ہمارے موجودہ سکے کے لحاظ سے دس درہموں کے وزن سے بھی زیادہ تھا۔ نانبائی نے وہ درہم دیکھتے ہی فرطِ حیرت سے تملیخا کے منہ کو تکنا شروع کیا پھر کہنے لگا اے بھلے انسں کیا تمہیں کوئی خزانہ ملا ہے؟ تملیخا نے جواب دیا خزانہ کیسے پرسوں میں نے اپنی کھجوریں بیچ کر یہ پیسے لئے تھے اور شہر چھوڑ کر چلا گیا تھا کیونکہ شہر والے دقیانوس کی پوجا کرتے تھے۔ دکاندار یہ کلمات سُن کر بگڑ گیا اور غصہ میں آکر کہنے لگا کھری کھری بات یہ ہے کہ خزانہ سے مجھے حصہ دو ورنہ حکومت میں رپورٹ کرکے تجھے گرفتار کرادوں گا تو تو ایک ایسے شرابی کا ذکر کرتا ہے جس نے ربوبیت کا دعویٰ کیا تھا اور تین سو برس سے زیادہ عرصہ اس کی موت کو ہوچکا ہے چنانچہ تُو تُو، مَیں مَیں، میں بات بڑھی اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ

عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوكُمْ اَوْ يُعِيدُوكُمْ فِي مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوٓا اِذًا

سنگسار کریں گے یا اپنے دین پر پھیر لیں گے اور پھر ہرگز کبھی بھی تمہیں چھٹکارا نہ

اَبَدًا ﴿۲۰﴾ وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ

ملے گا اور اسی طرح ہم نے ان کو مطلع کیا ان پر تاکہ وہ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور

اَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُونَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ

تحقیق قیامت میں کوئی شک نہیں جب جھگڑتے تھے آپس میں بات پر پس

دکاندار اس کو پکڑ کر دربار شاہی میں لے آیا۔ بادشاہ نے ماجرا دریافت کیا تو نانبائی نے کہا کہ اس کو خزانہ ملا ہے اور مانتا نہیں بادشاہ نے نہایت نرمی و ملائمت سے خطاب کرتے ہوئے کہا، اے جوان گھبرائیے اور ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہمارے پیغمبر حضرت عیسیٰؑ نے خزانوں سے خمس وصول کرنے کا ہمیں حکم دیا ہے پس تم خمس دے دو باقی خود استعمال کرو۔ تملیخا کا حوصلہ بڑھا کہنے لگا بادشاہ سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے کوئی خزانہ نہیں ملا اور میں مسافر نہیں ہوں بلکہ اسی شہر میں سکونت رکھتا ہوں۔ بادشاہ نے آزمائش کے لئے کہا کہ اگر تو اس شہر کا باشندہ ہے تو اپنے واقف کاروں کے نام لو۔ اس نے نام گننے شروع کر دیئے اور کوئی ہزار نام گن ڈالے جن میں سے ایک کو بھی وہ نہ پہچان سکے۔ بادشاہ نے کہا ایسے ناموں کے لوگ یہاں نہیں ہیں۔ اچھا تم اپنا گھر دکھاؤ چنانچہ بادشاہ اور اچھی خاصی ایک جمعیت ساتھ ہو گئی اور شہر کی ایک بہت بڑی عمارت کے دروازہ پر آپہنچے اور کہا یہی میرا گھر ہے۔ چنانچہ دق الباب کیا گیا اور ایک بڑا بوڑھا آدمی جس کے ابرو آنکھوں پر گر چکے تھے نکل آیا۔ بادشاہ نے کہا اے بوڑھے میاں! تجھے عجیب بات ہم سناتے ہیں یہ جوان دعویٰ کرتا ہے کہ یہ گھر میرا ہے بوڑھے نے بڑھ کر پوچھا تیرا نام کیا ہے تو اُس نے جواب دیا تملیخا بن قسطنطین۔ پس بوڑھے نے پہچانا اور قدموں پہ گر کر بوسہ دیتے ہوئے کہنے لگا، خدا کی قسم یہ میرا دادا ہے۔ بادشاہ کہنے لگا پھر یہ ان چھ آدمیوں میں سے ہے جو دقیانوس کے تشدد سے بھاگ کر روپوش ہو گئے تھے پس اس کی تعظیم میں گھوڑے سے اترا اور لوگوں نے اس کے ہاتھوں اور پاؤں کے بوسے لینے شروع کئے پس اُس نے اپنے ساتھیوں کا حال بھی بتایا اور بادشاہ سمیت سب ان کی طرف روانہ ہوئے

اَعْثَرْنَا۔ یعنی ہم نے ان کو سلایا پھر اُٹھایا اور اسی طرح لوگوں کو ان کے حالات سے مطلع کیا۔ مجمع البیان میں ہے کہ کافر بادشاہ جب ان کا تعاقب کر کے غار کے دروازہ پہ پہنچا تھا تو اس نے بطور سزا کے دروازہ کو بند کر دیا تھا کہ وہ بھوک پیاس سے مر جائیں گے اور یہ غار ان کی قبر بن جائے گی اور وہ ان کو زندہ سمجھتا تھا۔ پھر زمانہ بدلا حکومتوں نے پلٹا کھایا اور دو مومنوں نے ان کے نام اور واقعہ کو ایک سیسے کی تختی پر لکھ کر ایک تانبے کے صندوق میں بند کیا اور اس صندوق کو دیوار میں چھپا کر رکھ دیا جو غار کے دروازہ پہ بنائی گئی بہر کیف انقلاب زمانہ سے ایک نیک طینت بادشاہ کو اقتدار ملا اس وقت لوگوں میں مذہبی طور پر کافی انتشار تھا کچھ مومن تھے جو حشر و نشر

فَقَالُوا ابْنُوا عَلَيْهِم بُنْيَانًا ۖ رَّبُّهُمْ أَعْلَمُ بِهِمْ ۚ قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا

کہنے لگے تعمیر کر دو ان کے آگے دیوار، ان کا رب ان کو اچھا جانتا ہے کہا ان لوگوں نے جو اپنے

عَلَىٰ أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا ﴿٢١﴾ سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةٌ رَّابِعُهُمْ

معاملہ میں غالب تھے ہم بنائیں گے ان کے آگے مسجد کچھ کہتے ہیں تین ہیں چوتھا کتا ہے

کے قائل تھے اور کچھ منکر و کافر تھے۔ بادشاہ نے گڑگڑا کر درگاہ ربوبیت میں التجا کی اے پالنے والے تو کوئی ایسی نشانی بھیج جس سے واضح طور پر حشر و نشر کے عقیدے کی صداقت معلوم ہو سکے چنانچہ خدا نے ایک شخص کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ اس دیوار کو گرا دے جو غار کے دروازے پر ہے اور وہاں اپنی بکریوں کے لئے ایک احاطہ تعمیر کرے چنانچہ اس نے دیوار گرا دی اور خدا نے ان کو نیند سے جگایا اور ان میں سے ایک آدمی روٹی لینے کو شہر میں آیا اور بادشاہ تک اطلاع پہنچ گئی اور وہ غار کے دروازے تک پہنچ گیا۔

لِيَعْلَمُوا۔ گویا اس نیک دل بادشاہ کی دعا مستجاب ہوئی۔ اور ان کو موقع دیا گیا تاکہ جان لیں کہ اللہ کی طرف سے ثواب و عقاب اور حشر و نشر کا وعدہ سچا ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں کیونکہ جو خدا اتنی لمبی مدت چند آدمیوں کو سُلا کر جگا سکتا ہے۔ یا مار کر جلا سکتا ہے وہ سب پر بھی قادر ہے۔ پس اس زمانہ میں جو حشر و نشر کا جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اصحاب کہف کے ذریعے سے خدا نے ان کو صحیح نقطۂ نظر سمجھنے کا موقعہ دے دیا۔

إِذْ يَتَنَازَعُونَ۔ مجمع البیان میں ہے جب بادشاہ لوگوں کو لے کر مزید حالات کی دریافت کے لئے وہاں پہنچا اور ان سے خطاب کرنا چاہا تو وہ پھر مر کر سو گئے۔ بادشاہ اس تعجب ناک حادثہ سے حیرت زدہ ہوا۔ اور وہاں یہ اختلاف پیدا ہو گیا کہ ان کی حفاظت کے لئے کونسا انتظام کیا جائے؟ بعضوں نے کہا کہ باہر سے ایک دیوار کھڑی کر دی جائے اور غالب جماعت یعنی بادشاہ اور اس کے ہمنواؤں نے مسجد تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا۔

رَبُّهُمْ أَعْلَمُ۔ یعنی کہنے لگے کہ اس حقیقت کو خدا بہتر جانتا ہے کہ وہ مُردہ ہیں یا زندہ ہیں۔

سَيَقُولُونَ۔ یعنی یہود و نصاریٰ کے اقوال اس بارے میں مختلف ہیں کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ کہتا ہے۔ یہ سب رجم غیب کی خبریں ہیں اور حقیقی علم اللہ کو ہے اور تھوڑے آدمی ہیں جن کو اصلی تعداد کا صحیح علم ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے جب نصاریٰ نجران کا وفد آیا اور اصحابِ کہف کا ذکر چلا تو یعقوبیہ فرقے نے کہا تین ہیں چوتھا کتا ہے نسطوریہ فرقے نے کہا پانچ ہیں چھٹا کتا ہے اور مسلمان کہتے تھے وہ سات ہیں آٹھواں کتا ہے۔

مِرَاءً ظَاهِرًا۔ یعنی آپ ان کے ساتھ اس حد تک بات کریں جو ہم نے ظاہر کر دی ہے چونکہ یہودی جھگڑا کرتے تھے تو تجانس کا لحاظ رکھتے ہوئے حضور کی طرف جھگڑے کا لفظ منسوب کر دیا گیا۔ یا یہ کہ ظاہری طور پر ان کے ساتھ مکالمہ کرتے رہو تاکہ وہ آپ کو جہالت کے ساتھ متہم نہ کریں ورنہ حقیقتِ حال کو تو خدا ہی بہتر جانتا ہے اور حکم ہوا کہ تم اس بارے میں اُن سے رائے

كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ ۚ

اور کچھ کہتے ہیں پانچ ہیں چھٹا کتا ہے غیبی اندازے سے اور

وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ قُلْ رَّبِّي أَعْلَمُ بِعِدَّتِهِم

کچھ کہتے ہیں سات ہیں اور آٹھواں کتا ہے کہہ دو میرا رب خوب جانتا ہے ان

مَّا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ ۗ فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ إِلَّا مِرَاءً ظَاهِرًا وَلَا

کی تعداد کو اُن کو نہیں جانتے مگر تھوڑے پس نہ جھگڑو ان کے متعلق مگر ظاہری طور پر اور نہ

طلب نہ کرو اور سابق حدیث میں حضرت امیر المومنین نے فرمایا کہ بادشاہ و رعایا تملیخا کے ہمراہ دروازۂ غار کے قریب پہنچے تو تملیخا نے کہا تم سب رُک جاؤ کیونکہ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سن کر میرے ساتھی دقیانوس کی فوج کے خیال سے گھبرا نہ جائیں۔ پہلے میں ان کو حقیقت حال سے مطلع کر لوں چنانچہ وہ اندر آیا تو سب اٹھ کر اُسے گلے ملے اور اس کی سلامتی پر شکر ندا بجا لائے۔ تملیخا نے پوچھا تمہارا کیا خیال ہے کہ ہم یہاں کتنی دیر ٹھہرے ہیں کہنے لگے ایک دن یا اس کا بعض حصہ تو تملیخا نے بتایا کہ ہم یہاں تین سو نو برس سو چکے ہیں۔ دقیانوس مر گیا اور صدیاں گذر گئیں اب مومن بادشاہ اپنی رعایا سمیت غار کے دروازہ کے قریب آئے ہوئے ہیں کہنے لگے اے تملیخا اب ہم کو لوگوں کے لئے فتنہ نہیں بننا چاہیے پس خشوع و خضوع کے ساتھ دعا کرو کہ خدا ہمیں پہلی حالت کی طرح سُلا دے۔ چنانچہ سب نے دُعا کے لئے ہاتھ بلند کئے پس دوبارہ ان کی روح قبض کر لی گئی اور وہ سو گئے۔ اور قدرت خداوندی سے غار کا دروازہ بند ہو گیا۔ پس کسی کو اندر جانے کے لئے راستہ میسر نہ ہو سکا اور مسلمان بادشاہ نے دروازۂ غار پر مسجد تعمیر کرا دی۔

تفسیر مجمع البیان میں اصحاب کہف کے نام یہ ہیں۔
مکسلمینا، تملیخا، مرطوس، نینونس، ساریونس، درنونس، اور کشوطینونس (چرواہا)

رکوع نمبر ۱۶

وَلَا تَقُولَنَّ [ص۹۷] ۔ حضور کو حکم ہوا ہے کہ مت کہو کسی شئی کے متعلق کہ میں کل کر دوں گا مگر یہ کہ ساتھ ساتھ کہو انشاء اللہ۔ اور تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ قصہ اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے بارے میں جب آپ سے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا میں کل بتاؤں گا اور انشاء اللہ نہ کہا پس وحی رُک گئی (جیسا کہ سورۂ کہف کے شان نزول کے بیان میں مذکور ہو چکا ہے۔)

وَاذْكُر رَّبَّكَ ۔ مقصد یہ ہے کہ اگر کسی کام کے متعلق بات کرتے ہوئے عین موقع پر ان شاء اللہ کہنا بھول جائے تو جب اور جس جگہ یاد آ جائے فوراً کہہ دینا چاہیئے انشاء اللہ اور اہل بیت عصمت کی طرف سے روایات متواترہ وارد ہیں کہ جب کسی کام

تَسْتَفْتِ فِيهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ﴿۲۲﴾ وَلَا تَقُولَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ

رائے طلب کرو ان کے متعلق ان میں کسی سے اور نہ کہو کسی شی کے لئے کہ میں یہ کل

ذٰلِكَ غَدًا ﴿۲۳﴾ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۫ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ

کروں گا مگر یہ کہ چاہے اللہ اور اپنے رب کو یاد کرلو اگر بھول جاؤ

وَقُلْ عَسٰۤى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴿۲۴﴾

اور کہو اُمید ہے کہ عطا کرے گا مجھے اپنا رب نشانی جو اس سے بھی زیادہ قریب ہدایت ہوگی

وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿۲۵﴾

اور ٹھہرے وہ غار میں تین سو سال اور علاوہ نو سال

کیلئے حلف اُٹھایا جائے اور مشیت پروردگار کا استثنا بھول جائے تو جب بھی یاد آجائے زبان پر جاری کرلینا چاہیئے۔ یعنی انشاء اللہ کہہ دے۔

وَقُلْ عَسٰى ۔ یعنی اصحاب کہف کا قصہ بھی ہدایت کا داعی ہے لیکن کہہ دو کہ خدا مجھے ایسی دلیلیں اور معجزات و آیات عطا فرمائے گا جو اس قصہ سے بھی ہدایت خلق کے لئے زیادہ موثر اور قابل قبول ہوں گی۔

تفسیر صافی میں روضتہ الواعظین سے بروایت امام جعفر صادق علیہ السلام مروی ہے کہ حضرت قائم آل محمدؐ کے ہمراہ ۲۷ آدمی ہوں گے۔ پندرہ آدمی موسیٰ کی قوم سے سات اصحاب کہف اور یوشع بن نون سلمان ابو دجانہ انصاری مقداد اور مالک اشتر اور یہی آپ کے انصار ہوں گے۔

اقول :۔ جن روایات میں اصحاب بدر کی تعداد یا چالیس کا ہونا مذکور ہے ممکن ہے وہ اُن کے علاوہ ہوں۔ واللہ اعلم

وَلَبِثُوْا ۔ تفسیر مجمع البیان میں منقول ہے ایک یہودی نے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے سوال کیا کہ اصحاب کہف کتنی مدت ٹھہرے رہے تو آپ نے فرمایا تین سو نو برس ٹھہرے۔ یہودی نے عرض کی کہ ہماری کتابوں میں پورے تین سو برس لکھے ہوئے ہیں تو آپ نے فرمایا وہ شمسی حساب ہے اور میں نے قمری حساب بتایا ہے (کیونکہ ہر سو سال شمسی کے ساتھ تین سال قمری زیادہ ہو جاتے ہیں۔ پس جب شمسی تین سو ہوں گے تو قمری یقیناً تین سو نو ہو جائیں گے۔)

اَبْصِرْ بِهٖ ص۹۵ :۔ یہ دونوں فعل تعجب کے لئے ہیں جو زیادتی وعظمت پر دلالت کرتے ہیں یعنی کس قدر وہ بصیر اور سمیع ذات ہے

غربا سے ہمدردی

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ ص۹۵ :۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ یہ آیت سلمان ابوذر صہیب عمار اور خباب وغیرہ اصحاب کے حق میں اتری ہے جو غریب طبقہ کے لوگ تھے۔ ادھر عیینہ بن حصین اور اس کے ساتھی حضورؐ کے

قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

کہہ دے کہ اللہ خوب جانتا ہے جتنا ٹھہرے اس کے لیئے ہے آسمانوں اور زمین کا غیب

اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ ؗ وَّلَا يُشْرِكُ

وہ کتنا بصیر اور سمیع ہے نہیں ان کے لئے اس کے سوا کوئی ولی اور نہیں شریک کرتا

فِيْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ وَاتْلُ مَاۤ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ؕ

اپنے حکم میں کسی کو اور پڑھ جو وحی کی گئی تیری طرف تیرے رب کی کتاب سے

لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ قف وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾ وَ

کوئی تبدیل کرنے والا نہیں اس کے کلمات کو اور ہرگز نہ پاؤ گے اس کے سوا کوئی جائے پناہ اور

اصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ

روکو اپنے نفس کو ساتھ ان لوگوں کے جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام

يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ

چاہتے ہیں اس کی رضا اور نہ ہٹاؤ اپنی آنکھیں ان سے کہ چاہو زینت زندگی دنیا کی

الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَ

اور نہ اطاعت کر اس کی جس کا دل ہمارے ذکر سے غافل ہے اور وہ اتباع کرتا ہے خواہش کی اور

پاس آئے تو یہ غریب صحابی بھی موجود تھے جن کے جُبّے اُونی تھے وہ کہنے لگے "سنو! ہمیں ان دگوں سے بدبو آتی ہے آپ ان کو دور کر دیا کریں تو ہم بھی آپ کی صحبت سے فیضیاب ہوسکیں گے اور تفسیر برہان میں ہے کہ اس دن سخت گرمی تھی اور سلمان کے پاس ایک ہی اُونی چادر تھی جس میں روٹی بھی باندھتا تھا اور پہنتا بھی تھا اور گرمی کی وجہ سے سلمان کو پسینہ آیا ہُوا تھا اور وہ چادر تر اور بوری تھی پس عینیہ کہنے لگا، جب تک ہم آپ کے پاس بیٹھے رہیں ان لوگوں کو نکال دیا کیجئے۔ پس یہ آیت اتری اور بروایت مجمع البیان آپ ان غریبوں کو ڈھونڈتے پھرتے کہ کہاں ہیں؟ دیکھا تو مسجد کے آخر میں سب سے پیچھے ذکر خدا میں مشغول تھے تو آپ کی زبان درفشاں سے یہ کلمات جاری ہوئے اس اللہ کا شکر ہے جس نے مرنے سے پہلے مجھے یہ حکم دے دیا کہ میں امت کے ان آدمیوں کے ساتھ

كَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ

اس کی عادت تجاوز کرنا ہے اور کہہ دو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے جو چاہے ایمان لائے اور جو

وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا

چاہے کفر کرے۔ تحقیق ہم نے تیار کیا ہے ظالموں کے لئے دوزخ کہ ان کو گھیر لے گی اس کی فصیل

وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ بِئْسَ

اور اگر فریاد کریں گے تو دیا جائے گا ان کو پانی پگھلی ہوئی دھاتوں کی طرح جو جلا دے گا چہروں کو بُرا

الشَّرَابُ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۲۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

پینا ہے اور بُری رہائش ہے تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے

اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ﴿۳۰﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ

ہم نہیں ضائع کرتے اجر اس کا جو نیک کام کرے ان کے لئے ہمیشہ باغات ہیں

عَدْنٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ

کہ ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی آراستہ کئے جائیں گے سونے کے کنگنوں سے

مِنْ ذَهَبٍ وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ

اور پہنیں گے اطلس اور دیبا کے سبز لباس آرام سے

رہوں اور اپنے نفس کو اس پر رضامند رکھوں پس میرا مرنا اور جینا تمہارے ہی ساتھ ہے۔

امراء طبقہ کو نصیحتیں

چونکہ امراء طبقہ کے لئے غرباء کا ایمان اور ان کا صحبت پیغمبر میں بیٹھنا ناگوار تھا بنا بریں قرآن مجید میں امراء کی نصیحت کے لئے کئی انداز اختیار کئے گئے ہیں (۱) اتمام حجت (۲) جنت کی پیش کش اور جہنم کی تہدید چنانچہ فرماتا ہے۔

وَقُلِ الْحَقُّ ۔ یعنی امیر طبقہ کے لوگوں سے کہہ دیجئے کہ حق اللہ کی جانب سے واضح ہو چکا ہے اگر چاہو تو اُسے قبول کر لو اگر نہ چاہو تو بے شک ٹھکرا دو۔ غریب طبقہ سے بیر رکھنے کی کیا ضرورت ہے خدا کا دین ہر ایک کے لئے ہے اور اس کے نزدیک عزت دار وہی ہے جو اس کے دین کی پاس کرے خواہ امیر ہو یا غریب۔

مُتَّكِـِٔیْنَ فِیْهَا عَلَى الْاَرَآىِٕكِ ؕ نِعْمَ الثَّوَابُ ؕ وَ حَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۳۱﴾

بیٹھیں گے اس میں تکیے لگا کر اچھا بدلہ ہے اور اچھی رہائش ہے

وَ اضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَیْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَیْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّ

اور سناؤ ان کو مثال دو شخصوں کی کہ دیئے ہم نے ایک کو دو باغ انگوروں کے اور

حَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّ جَعَلْنَا بَیْنَهُمَا زَرْعًا ؕ ﴿۳۲﴾ كِلْتَا الْجَنَّتَیْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا

گھیرا ان کو کھجوروں کے ساتھ اور ان کے درمیان کھیتی بھی تھی دونو باغوں نے اپنا پورا پھل نکالا

وَ لَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَیْـًٔا ۙ وَّ فَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ﴿۳۳﴾ وَّ كَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ

اور نہ کم کیا اس سے کچھ بھی اور ہم نے بہا دی ان دونو کے درمیان نہر اور تھا اس کے لئے اور پھل بھی (ان کے علاوہ)

لِلظّٰلِمِیْنَ - امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ ظلم تین قسم کے ہیں (۱) وہ ظلم جو قابل بخشش نہیں (۲) وہ ظلم جو بخشا جا سکے گا۔ (۳) وہ ظلم جو نہ چھوڑا جائے گا۔ پہلا ناقابل مغفرت ظلم تو ہے شرک اور دوسرا قابل بخشش ظلم ہے اپنے نفس پر زیادتی کرنا اور تیسرا حقوق العباد کا ظلم ہے جو معاف نہ کیا جائے گا جب تک صاحب حق راضی نہ ہو۔

سُرَادِقُهَا - آگ کی دیوار جو ان کا احاطہ کرے گی اور بعض نے اس سے مراد دھواں لیا ہے۔

كَالْمُهْلِ - مہل کے کئی معانی کئے گئے ہیں (۱) پگھلی ہوئی دھاتیں سکہ پیتل تانبا وغیرہ (۲) تیل کا تلچھٹ (۳) پیپ اور خون وغیرہ

یَشْوِی الْوُجُوْهَ - یعنی وہ اس قدر گرم ہوگا کہ جب یہ لوگ پانی پینے کو طلب کریں گے تو یہ اُن کے منہ میں ڈالا جائے گا جس سے ان کے منہ جھلس جائیں گے اور پیٹ کے اندر بھی آگ کی سی جلن پیدا ہو جائے گی۔

رکوع نمبر ۱۷

تیسرا طریقہ درس آموز مثال

وَاضْرِبْ - جنت کے انعام اور دوزخ کی تہدید کے بعد تیسرا طریقہ ایک عام فہم مثال پیش فرماتا ہے تاکہ مال و دولت پر اترانے کی بجائے اللہ کے قہر و غضب کا خوف کریں اور انقلاب زمانہ کے تقاضوں سے سبق سیکھیں ایک دولت مند آدمی مر گیا۔ اس کے دو لڑکے تھے انہوں نے برابر برابر ورثہ تقسیم کیا ایک مومن تھا اس نے اپنے پیسہ کو اخروی نیک کاموں میں لگا دیا اور صابر و شاکر رہا لیکن دوسرے نے جائیداد بنا لی۔ چنانچہ دو باغوں کے علاوہ کھیتی باڑی کا سلسلہ بھی شروع کیا جس کا قرآن ذکر کر رہا ہے

كَانَ لَهٗ ثَمَرٌ - یعنی ان باغوں کی آمدنی کے علاوہ بھی اس کے پاس غلہ یا پھل یا پیسہ موجود تھا اور ساتھ افراد خاندان بھی زیادہ تھے

ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ - یعنی وہ کافر اور مشرک تھا۔ صد ۹۸

لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ﴿٣٤﴾ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ

تو ساتھی کو کہنے لگا کہ وہ اس سے باتیں کر رہا تھا میں تجھ سے مال اور قبیلے کے اعتبار سے بڑا ہوں اور اپنے باغ میں

وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ﴿٣٥﴾ وَّمَآ اَظُنُّ

داخل ہوا کہ وہ اپنے نفس کا ظالم تھا کہنے لگا میرا خیال نہیں کہ یہ برباد ہو جائے کبھی اور نہ میں یہ خیال

السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿٣٦﴾

کرتا ہوں کہ قیامت قائم ہوگی اور اگر بالفرض پلٹایا جاؤں گا طرف اپنے رب کے تو پاؤں گا اس سے بھی اچھی بازگشت

قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ

اس کو ساتھی نے کہا جو اس سے باتیں کرتا تھا کیا تو نے انکار کیا ہے اس کا جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا ہے

ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ﴿٣٧﴾ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ

پھر نطفے سے پھر تجھے درست مرد بنایا لیکن میں (کہتا ہوں) اللہ میرا رب ہے اور نہیں

بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴿٣٨﴾ وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ

شریک کرتا اپنے رب کا کسی کو اور تو نے کیوں نہیں کہا جب اپنے باغ میں گیا (ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ)

اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿٣٩﴾ ۚ فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ

اگر تو دیکھتا ہے مجھے کہ مال اور اولاد میں تجھ سے کمزور ہوں شاید خدا مجھے عطا

ما اَظُنُّ - یعنی میری طاقت نہیں کہ تا زیست اس آمدنی اور دولت کو ختم کر سکوں یا یہ کہ میرا یہ بخت و اقبال قابل زوال نہیں
لئن رُدِدْتُّ - گویا وہ ساتھی اس کو قیامت کے قیام سے ڈرایا کرتا تھا لیکن اس کا خیال یہ تھا کہ اول تو قیامت نہ
آئے گی لیکن بالفرض آ بھی گئی تو جس طرح اس دنیا میں خدا نے مجھے نعمات دے رکھی ہیں وہاں وہ مجھے اس سے بھی زیادہ
دے گا ایک روایت میں ہے کہ دونوں بھائی نہیں تھے بلکہ ہمسائے تھے، ایک مالدار تھا اور دوسرا فقیر تھا

بروایت اختصاص مفید حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جب حضرت علیؑ کو مجبور کر کے بیعت کے
لئے لے چلے تو آپ نے قبر پیغمبر کو دیکھ کر یہ آیت پڑھی یَابْنَ الْعَمِّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ الخ جس طرح حضرت
ہارون نے حضرت موسیٰ سے قوم کا شکوہ کیا تھا کہ انہوں نے مجھے کمزور سمجھا ہے اور میرے قتل کے درپے ہوئے ہیں۔

يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ
کر دے بہتر تیرے باغ سے اور بھیج دے اس پر آگ آسمان سے پس
فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ﴿۴۰﴾ اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ
ہو جائے مٹی پھسلنی یا ہو جائے اس کا پانی خشک تو تمہیں ہرگز طاقت نہیں اس
لَهٗ طَلَبًا ﴿۴۱﴾ وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ
کو تلاش کر لانے کی اور چنانچہ ہلاک کیا گیا اس کا پھل تو وہ دونو ہاتھ ملتا تھا اس پر جو خرچ کر چکا تھا

پس رسولؐ کی قبر سے ہاتھ نکلا اور وہ پہچانتے تھے کہ رسول کا ہاتھ ہے اور آواز بھی سنائی دی کہ سب نے پہچانی کہ یہ رسول کی آواز ہے فرمایا۔ یَاھٰذَا اَکَفَرْتَ بِالَّذِیْ خَلَقَکَ مِنْ تُرَابٍ ۔ الخ۔

لٰكِنَّا ۔ اصل میں لٰکِنْ اَنَا تھا ہمزہ کو گرا کر نون کو نون ادغام کر دیا گیا۔

لَوْلَا ۔ غریب نے اس کو یہ مشورہ دیا کہ دولت پر ناز کرنے کی بجائے ماشاء اللہ الخ پڑھا کرو لیکن وہ نہ مانا پس نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا سب کچھ تباہ ہو گیا اور اس کے پاس سوائے کفِ افسوس ملنے کے اور کچھ نہ رہا۔

تفسیر برہان میں بروایت ابن بابویہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ مجھے تعجب ہے اس شخص سے جو چار چیزوں سے گھبراتا ہے وہ چار چیزوں پر عمل کیوں نہیں کرتا (۱) مجھے تعجب ہے جو کسی کے خوف سے گھبراتا ہے وہ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ کیوں نہیں پڑھتا حالانکہ خدا اس کے بعد فرماتا ہے فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰہِ وَفَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْھُمْ سُوْٓءٌ ۔ (۲) جو غمزدہ ہوتا ہے وہ کیوں نہیں پڑھتا لَا اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۔ کیونکہ اس کے بعد خدا فرماتا ہے فَاسْتَجَبْنَا لَہٗ وَنَجَّیْنٰہُ مِنَ الْغَمِّ الخ ۔ (۳) جس کے ساتھ دھوکا فریب کیا جائے وہ کیوں نہیں پڑھتا وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۔ کیونکہ اس کے بعد خدا فرماتا ہے فَوَقٰہُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِ مَا مَکَرُوْا (۴) جو شخص دنیا اور اس کی زینت چاہتا ہے وہ کیوں نہیں پڑھتا مَاشَآءَ اللّٰہُ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ کیونکہ اس کے بعد خدا فرماتا ہے فَعَسٰی رَبِّیْٓ اَنْ یُّؤْتِیَنِ خَیْرًا مِّنْ جَنَّتِکَ الخ ۔

حُسْبَانًا ۔ اس کا مادہ حساب ہے۔ یہاں مراد عذاب ہے۔

زَلَقًا ۔ وہ مٹی جس سے پاؤں پھسلے۔

وَاُحِیْطَ ۔ یعنی امیر نے غریب کی بات پر کان نہ دھرا اور نتیجہ میں اس کا سارا باغ تباہ و برباد ہو گیا۔ یہ قصہ امراء کے لئے بلکہ ہر صاحبِ نعمت کے لئے باعثِ عبرت و نصیحت ہے۔

فِيهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا وَيَقُولُ يَٰلَيْتَنِي لَمْ أُشْرِكْ بِرَبِّي أَحَدًا ﴿۴۲﴾

اور وہ گر چکے تھے اپنی چھتوں سمیت اور وہ کہتا تھا کاش ہیں نہ شریک کرتا اپنے رب کے ساتھ کسی کو

وَلَمْ تَكُن لَّهُۥ فِئَةٌ يَنصُرُونَهُۥ مِن دُونِ ٱللَّهِ وَمَا كَانَ مُنتَصِرًا ﴿۴۳﴾

اور نہ تھا اس کا کوئی گروہ جو اس کی مدد کریں اللہ کے بغیر اور نہ وہ بدلہ لینے والا ہوا

هُنَالِكَ ٱلْوَلَٰيَةُ لِلَّهِ ٱلْحَقِّ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَخَيْرٌ عُقْبًا ﴿۴۴﴾ وَٱضْرِبْ لَهُم

اس جگہ حکومت اللہ کے لئے ہے جو حق ہے وہی اچھا ہے بدلہ کیلئے اور خوب ہے انجام کے اعتبار سے اور بیان کرو ان سے مثال

مَّثَلَ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا كَمَآءٍ أَنزَلْنَٰهُ مِنَ ٱلسَّمَآءِ فَٱخْتَلَطَ بِهِۦ نَبَاتُ ٱلْأَرْضِ

زندگیٔ دنیا کی مثل بارش کے ہے جو نازل کی ہم نے آسمان سے پس گھنی اُگے اس کے ذریعے سے انگوری زمین

فَأَصْبَحَ هَشِيمًا تَذْرُوهُ ٱلرِّيَٰحُ وَكَانَ ٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿۴۵﴾

کی پھر ایک وقت کے بعد ہوگئی بھوسہ جس کو اڑا دیا ہواؤں نے اور اللہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے

ٱلْمَالُ وَٱلْبَنُونَ زِينَةُ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَٱلْبَٰقِيَٰتُ ٱلصَّٰلِحَٰتُ خَيْرٌ عِندَ

مال اور اولاد زینت ہیں زندگیٔ دنیا کی اور باقی رہنے والی نیکیاں خوب ہیں

رکوع نمبر ۱۸۔

وَاضْرِبْ ۔ یہ امراء طبقہ کو سمجھانے کے لئے چوتھا طریقہ ہے کہ اس سے زندگی دنیا کی مثال بارش کے پانی کی طرح ہے جس طرح بارش سے پانی کی سبزیاں خوب اگتی ہیں اور ایک وقت تک زمین کے لئے باعثِ رونق بنتی ہیں لیکن ایک وقت کے بعد خشک ہو کر گل سڑ جاتی ہیں اور بھوسے کی طرح ہوا ان کو فضا میں بکھیر دیا کرتی ہے اسی طرح دنیاوی بخت و اقبال انسان کے لئے ایک عارضی رونق ہے اور اس کا انجام بھی وہی فنا ہے پھر مرنے کے بعد امیر و غریب نے ایک وادی میں قدم رکھنا ہے پس مال و دولت سے دھوکا کھانے والے اور فقراء و مساکین کو ذلت آمیز نگاہوں سے دیکھنے والے متکبرین کو اس سے نصیحت حاصل کرنی چاہیئے۔

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ ۔ یہ پانچواں طریقہ ہے جو ہر فرد بشر کے لئے مہمیز نصیحت اور تازیانہ عبرت ہے کہ دنیا میں مال کی فراوانی اور اولاد کی کثرت عارضی زینت ہے اولاد سے اچھے بدلے کی توقع ہوتی ہے اور مال سے اچھے انجام کی خواہش ہوتی ہے ان دونو کے مقابلہ میں نیک اعمال جو باقیات صالحات ہوں اللہ کے نزدیک اچھے بدلے اور اچھے انجام کی توقع ان سے رکھنا زیادہ بہتر ہے

رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّ

تیرے رب کے نزدیک بدلے کیلئے اور اچھی امید کیلئے اور جس دن ہم چلائیں گے پہاڑوں کو اور تو دیکھے گا زمین کو چٹیل میدان اور

حَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴿۴۷﴾ وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ

جمع کریں گے ہم ان کو پس نہ چھوڑیں گے ان میں سے کسی کو اور پیش ہوں گے تیرے رب پہ صف بستہ تحقیق

جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۢ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ

تم آئے ہو ہمارے پاس (بے بس ہوکر) جس طرح پیدا کیا تھا ہم نے تمہیں پہلی دفعہ بلکہ تم نے گمان کیا کہ ہم نہ مقرر کریں گے تمہارے لئے

مَّوْعِدًا ﴿۴۸﴾ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَ

وعدہ گاہ اور رکھی جائے گی کتاب پس دیکھو گے مجرم لوگوں کو ڈرتے ہوئے اس سے جو اس میں ہوگا اور

باقیات صالحات کی کئی تاویلیں کی گئی ہیں (۱) اطاعات وعبادات (۲) تسبیحات اربعہ ۔ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الّا اللہ واللہ اکبر کا ورد ۔ چنانچہ حضورؐ سے مروی ہے کہ اگر تم رات کو عبادت کے لئے نہیں کھڑے ہو سکتے اور دشمن کے ساتھ جہاد کرنے سے بھی تم قاصر ہو تو تسبیحات اربعہ کے پڑھنے سے تو عاجز نہ ہو یہ باقیات صالحات ہیں ان کو پڑھتے رہا کرو (۳) نماز پنجگانہ (۴) نماز تہجد (۵) نیک لڑکیاں اور علامہ طبرسی نے فرمایا ہے اس کا عام معنی کرنا بہتر ہے جس میں سب مفہوم داخل ہو جائیں (۶) اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے حسین بن عبدالرحمٰن سے فرمایا کہ ہماری مودت کو حقیر نہ سمجھ کیونکہ یہ باقیات صالحات میں سے ہے اس نے عرض کی اے فرزند رسول میں اس کو حقیر کیوں سمجھوں میں تو اس نعمت پہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں ۔

تَرَى الْاَرْضَ ۔ یعنی زمین بالکل ہموار اور صاف چٹیل میدان کی طرح ہوگی ۔

صَفًّا ۔ یعنی ہر گروہ صف بستہ پیش ہوگا ۔ یا یہ کہ تمام لوگوں کی ایک ہی صف ہوگی ۔

كَمَا خَلَقْنٰكُمْ ۔ یعنی پروردگار کی طرف سے ندا پہنچے گی کہ آج تم اسی طرح بے بس ہو کر پیش ہو رہے ہو جس طرح بوقت پیدائش بے بس تھے کیونکہ آج اقتدار صرف میرے ہی ہاتھ میں ہے اور تم کسی شے کے مالک نہیں ہو ۔ یہاں مال اولاد اور غلام کوئی بھی کام نہ آسکے گا اور حضورؐ سے مروی ہے کہ لوگ قبروں سے برہنہ محشور ہوں گے (جس طرح پیدا ہوئے تھے) عائشہ نے سوال کیا ایک دوسرے کا حیا نہ ہوگا تو آپ نے فرمایا لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ یعنی ہر شخص اپنے دھیان میں ہوگا کسی کو کسی کا پتہ نہ ہوگا اور ایک روایت میں ہے جناب فاطمہ بنت اسد نے یہ سن کر وَاسَوْءَتَاہ کہا تھا حضرت رسالتمآبؐ نے اپنی قمیص سے کفن پہنانے کا ان سے وعدہ کیا تھا جس کو ایفا فرمایا اور یہی وجہ بیان کی ۔ پوری روایت تفسیر کی چھٹی جلد میں ص ۱۷۹ پہ ملاحظہ ہو ۔

يَقُولُونَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا

کہیں گے ہائے یہ کتاب کیسی ہے کہ نہیں چھوڑتی کسی چھوٹے بڑے گناہ کو مگر اس پر حاوی ہے

وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿۴۹﴾ وَاِذْ قُلْنَا

اور پائیں گے جو عمل کر آئے تھے اس میں حاضر اور نہیں ظلم کرے گا تیرا رب کسی پر اور جب ہم نے کہا

لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ

فرشتوں کو کہ سجدہ کرو آدم کا تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے یہ تھا قوم جن سے پس اس نے

وُضِعَ الْكِتٰبُ ۔ یہاں کتاب اسم جنس ہے اور مراد ہے تمام بنی آدم کے اعمال نامے وہاں موجود ہوں گے اور ہر شخص اپنے کرتوتوں کو ان میں لکھا ہوا دیکھے گا اور مجرم لوگ خوف زدہ ہوں گے اور کہیں گے ہائے یہ کتاب تو کسی چھوٹے یا بڑے گناہ کو نہیں چھوڑتی بلکہ سب اس میں لکھے پڑے ہیں۔

وَلَا یَظْلِمُ ۔ یعنی خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا کہ ناکردہ گناہ کی سزا دے یا اس کے نیک اعمال کی جزا کو ضبط کرلے البتہ نبی و امام کی شفاعت سے کسی کے گناہ کو معاف کرنا ظلم نہیں بلکہ فضل ہے اور گناہوں پر گرفت کرنا اس کا عدل ہے۔

تفسیر صافی میں بروایت احتجاج امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ بروز محشر زمین کی لمبائی میں ایک لاکھ بیس ہزار صفیں ہوں گی اور ہر آدمی ہر صف کے ہر انسان کو دیکھ سکے گا۔ نہ دُوری دیکھنے سے مانع ہو گی اور نہ صفوں کا حائل ہونا دیکھنے سے روک سکے گا پس نیک بخت کی نیک بختی اور خوش حالی کو تمام اہل محشر دیکھیں گے اور بدکار بدبخت کی نوعیت گناہ اور روسیاہی سے بھی سب اہل محشر مطلع ہوں گے۔

ہر انسان کا چھوٹا یا بڑا عمل لکھا ہوا ان کے سامنے ہوگا اور ان کو اس طرح معلوم ہوگا جیسا کہ ابھی کیا ہو پس دوزخ کی آگ سے پہلے حسرت ارمان اور شرمساری کا عذاب چکھیں گے۔ اعاذنا اللہ منہ،

رکوع نمبر ۱۹۔

وَاِذْ قُلْنَا ۔ یہ امر اطبقہ کو سمجھانے کا پانچواں انداز بیان ہے کہ فرمایا دیکھو ہم نے تم کو آدم کی اولاد سے بنایا ہے۔ اور آدم کے لئے جب ہم نے تمام فرشتوں کو حکم دیا تھا تو سوائے ابلیس کے سب نے سجدہ کیا تھا وہ تکبّر کر کے اکڑ گیا تھا غریب و امیر ہیں تو سب اولادِ آدم۔ پس شیطان کا طریقہ تکبّر تم اختیار کرتے ہو جو تمہارا آبائی دشمن ہے اور میری بات کو قبول نہیں کرتے حالانکہ میں تمہارا مہربان خالق ہوں۔ پھر مجھے چھوڑ کر جن کی تم پوجا کرتے ہو کیا وہ آسمان و زمین کی تخلیق میں میرے شریک ہیں؟ حالانکہ نہ ان کو آسمان و زمین کی پیدائش کا صحیح علم ہے اور نہ اپنے پیدا ہونے کا صحیح پتہ ہے میں نے ان سے مدد نہیں لی

عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗۤ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ

تجاوز کیا اپنے رب کے امر سے تو کیا تم بناتے ہو اس کو اور اس کی اولاد کو اپنا ولی میرے علاوہ حالانکہ وہ تمہارے

لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴿۵۰﴾ مَاۤ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ

دشمن ہیں ؟ بُرا ہوگا ظالموں کا بدلہ میں نے نہیں حاضر کیا تھا ان کو آسمانوں اور

وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۪ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ﴿۵۱﴾

زمین کی پیدائش کے وقت اور نہ ان کی اپنی خلقت کے وقت اور نہ میں بناتا ہوں گمراہ کرنے والوں کو اپنا معاون

وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ

اور جس دن کہے گا کہ بلاؤ میرے شریکوں کو جو تمہارا گمان تھا پس ان کو پکاریں گے لیکن وہ جواب

يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ﴿۵۲﴾ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ

نہ دیں گے ان کو اور کریں گے ہم ان کے درمیان ایک پردہ اور دیکھیں گے مجرم لوگ دوزخ کو تو

فَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴿۵۳﴾ ع۱۹ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا

خیال کریں گے کہ تحقیق وہ اس میں پڑنے والے ہیں اور نہ پائیں گے اس سے کوئی پھرنے کی جگہ اور تحقیق پھیر پھیر کر

فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ

بیان کر دیں ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لئے ہر قسم کی مثالیں اور ہے انسان بہت

تھی اور میں کسی گمراہ سے مدد نہیں لیا کرتا اور نہ کسی نیک سے مدد لینے کا محتاج ہوں حضرت آدم کی تخلیق اور ابلیس کے سجدہ کا ذکر تفسیر کی پہلی جلد میں ملاحظہ فرمائیں۔

وَيَوْمَ يَقُوْلُ۔ بروز محشر حکم ہوگا کہ اپنے مفروضہ خداؤں کو امداد کے لئے ذرا بلاؤ تو۔ چنانچہ وہ آواز دیں گے لیکن بے سود اور یہ حکم صرف ان کی حسرت کو ظاہر کرنے کے لئے ہوگا اور یہی حسرت ان کے عذاب کو بڑھانے والی ہوگی۔

مَوْبِقًا۔ مروی ہے کہ نیک اور بد لوگوں کے درمیان ایک وادی حائل ہوگی جس کا نام موبق ہے۔

رکوع نمبر ۲۰۔

اتمام حجت وَلَقَدْ صَرَّفْنَا۔ یعنی لوگوں کے سمجھانے کے لئے ہر ممکن طریقے سے اور ہر قالب [illegible]

جَدَلًا ﴿۵۴﴾ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَ

جھگڑالو اور نہیں روکا لوگوں کو ایمان لانے سے جب ان کے پاس ہدایت پہنچی اور

يَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ

اپنے رب سے مغفرت طلب کرنے سے مگر اس بات نے کہ آئے ان پر پہلے لوگوں کا ساقہر یا آئے

يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿۵۵﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا

ان پر عذاب سامنے اور نہیں بھیجتے ہم رسولوں کو مگر خوش خبری

مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْ

دینے والے اور ڈرانے والے اور مقابلہ کرتے ہیں جو کافر ہیں باطل کے ذریعے تاکہ

حِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿۵۶﴾ وَمَنْ

گرائیں اس کے ذریعے حق کو اور ٹھہرایا انہوں نے میری آیات کو اور جس کے ساتھ ڈرائے گئے مسخری اور کون

اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا

زیادہ ظالم ہے اس سے جس کو نصیحت کی جائے اپنے رب کی نشانیوں سے پس وہ ان سے روگردانی کرے اور بھول جائے

ہم حقائق ایمان کو واضح کرتے ہیں جس طرح غربا طبقے سے نفرت کرنے والے متکبر امراء کی تفہیم کے لئے پانچ جداگانہ طریقے عمل میں لائے پہلے اس کے حق ہونے کا اعلان پھر جنت دینے کی پیش کش بعد میں بصورت مخالفت دوزخ کی تہدید پھر انقلاب زمانہ سے درس لینے کی دعوت بعد میں دنیاوی نعمات کے فنا ہونے سے عبرت اور باقیات صالحات کو اختیار کرنے کی دعوت اور آخر میں شیطانی چالوں کا تذکرہ اور اس کے دام تزویر سے بچنے کی ہدایت فرمائی اور اس آیت مجیدہ میں ایک بار اتمام حجت کے طور پر فرماتا ہے کہ ہم ہر ممکن طریقہ سے حق کی وضاحت سے بخل نہیں کرتے لیکن یہ کافر لوگ خواہ مخواہ جھگڑالو ہیں اور ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد ایمان لانے اور سابقہ گناہوں سے معافی طلب کرنے کی بجائے ان کا نہ ماننا اور ضد و انکار پر ڈٹے رہنا صرف اسی ہی انتظار کے لئے ہے کہ گذشتہ کافروں کی طرح ان کو اچانک گرفتار قہر و غضب کر لیا جائے یا ظاہر بظاہر عذاب بھیج کر ان سے زمین کو پاک کر لیا جائے۔

لِيُدْحِضُوْا۔ یہ دحض سے ہے جس کا معنی ہے پھسلنا یعنی کافر لوگ اپنی باطل خواہشات کے بل بوتے پر حق کی مضبوط

قَدَّمَتْ يَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ

اس کو جو کر چکا ہے تحقیق ہم نے چڑھا دیئے ان کے دلوں پر غلاف کہ سمجھیں اس کو اور ان

اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا

کے کانوں پر پردے اور اگر تم بلاؤ ان کو ہدایت کی طرف تو ہرگز نہ قبول کریں

اِذًا اَبَدًا ﴿۵۷﴾ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا

گے کبھی بھی اور تیرا رب بخشنہار رحمت والا ہے اگر ان کو پکڑے ان کے کرتوتوں

كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ؕ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا

سے تو جلدی دے دے ان کو عذاب لیکن ان کے لئے وعدے کا دن ہے کہ نہ

مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا ﴿۵۸﴾ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا

پائیں گے اس کے سوا جائے پناہ اور ان بستیوں کے بسنے والوں کو ہم نے ہلاک کیا جب انہوں نے

وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿۵۹﴾ ع وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ

ظلم کیا اور مقرر کیا تھا ہم نے ان کی ہلاکت کا وعدہ اور جب کہا موسےٰ نے اپنے ساتھی کو کہ میں

چٹانوں سے ٹکرا کر اُسے پھسلانا چاہتے ہیں حالانکہ یہ ان کا خیال خام ہے آخر کار حق کا بول بالا رہے گا اور باطل کا منہ کالا۔

وَمَنْ اَظْلَمُ ۔ یعنی اس سے زیادہ ظالم اور کون ہوگا کہ اس کے سامنے نصیحت و خیر خواہی کے طور پر اللہ کی نشانیوں کا مظاہرہ ہو۔ پس وہ بجائے اس کے کہ اپنے سابقہ بداعمالیوں پر نادم ہو کر دامنِ توحید سے وابستہ ہو جائے الٹا ان سے کنارہ کشی کرے اور نصیحت کرنے والے سے مسخری و مخول کرے اور اپنے کرتوتوں کو یکسر بھول جائے۔

اِنَّا جَعَلْنَا ۔ دلوں پر پردے یا کانوں آنکھوں پر مہر وغیرہ کا اللہ کی طرف منسوب ہونا اس لئے ہے کہ بنیادی قوتیں عطا کرنے والا وہ ہے اور وہ ہدایت پر کسی کو مجبور نہیں کرتا اور ہم مزید وضاحت تفسیر کی دوسری جلد ختم اللہ کی تفسیر میں کر چکے ہیں۔

وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ۔ اس کے معنی میں کئی اقوال ہیں (۱) غفور کا معنی پردہ ڈالنے والا اور رسوا نہ کرنے والا۔ اور ذوالرحمۃ کا معنی صاحبِ فضل و کرم (۲) غفور کا معنی توبہ قبول کرنے والا اور ذوالرحمۃ کا معنی مہلت دے کر جلدی نہ گرفت کرنے والا (۳) غفور کا معنی فوری طور پر گرفت نہ کرنے والا اور ذوالرحمۃ کا معنی ہے توبہ کی مہلت دینے والا۔

اَبۡرَحُ حَتّٰۤى اَبۡلُغَ مَجۡمَعَ الۡبَحۡرَيۡنِ اَوۡ اَمۡضِىَ حُقُبًا ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا بَلَغَا

سفر کو جاری رکھوں گا۔ یہانتک کہ پہنچوں دونو دریاؤں کے منبع پر ورنہ چلوں کا سالہا سال تو جب پہنچے دونو

مَجۡمَعَ بَيۡنِهِمَا نَسِيَا حُوۡتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيۡلَهٗ فِى الۡبَحۡرِ سَرَبًا ﴿۶۱﴾

کے منبع پر بھول گئے اپنی مچھلی کو پس پکڑا اس نے اپنا راستہ دریا میں جانے کا

تِلۡكَ الۡقُرٰٓى ۔ ان بستیوں سے مراد عاد اور ثمود کی بستیاں ہیں اور مراد بسنے والے ہیں اسی لئے اَهۡلَكۡنٰهُمۡ میں غائب کی ضمیر ذوی العقول کے لئے لائی گئی ہے ورنہ اَهۡلَكۡنَاهَا ہوتا اور یہ مجاز مرسل ہے جس طرح کہا جائے کہ نہر خشک ہو گئی حالانکہ پانی خشک ہوتا ہے۔

رکوع نمبر ۲۱

حضرت موسیٰ اور خضر کا قصہ

وَاِذۡ قَالَ ۔ بعضوں نے کہا ہے کہ اس جگہ موسیٰ سے مراد موسیٰ کلیم اللہ نہیں بلکہ یہ موسیٰ بن میشا بن یوسف تھا اور یہ بھی بنی اسرائیل میں نبی تھا بقول محمد بن اسحٰق اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کا قول یہی ہے اور یہ حضرت موسیٰ بن عمران سے پہلے نبی مبعوث ہوا تھا لیکن صاحب مجمع البیان فرماتے ہیں جمہور اہل اسلام کا قول یہ ہے کہ یہ موسیٰ بن عمران تھا اور قرآن میں موسیٰ کا علی الاطلاق مذکور ہونا بھی موسیٰ کلیم اللہ ہونے کی تائید کرتا ہے۔

لِفَتٰىهُ ۔ فتی سے مراد یوشع بن نون ہے اس کو فتی اس لئے کہا گیا ہے کہ آپ کا صحابی تھا اور سفر و حضر میں پڑھنے کے لئے آپ کے ہمراہ رہتا تھا اور یہ یوشع بن نون بن افراہیم بن یوسف تھا (مجمع البیان)

مَجۡمَعَ الۡبَحۡرَيۡنِ ۔ یعنی دریائے روم اور دریائے فارس جس منبع سے نکلتے ہیں وہی دونو کے ملنے کی جگہ مراد ہے اور ان کو خبر دی گئی تھی کہ وہاں خضر ملے گا۔

حُقُبًا ۔ اس کا معنی ایک لمبی مدت ۔ بعضوں نے ستر سال بعضوں نے اسی سال بتائی ہے اس کی جمع احقاب ہے ہم نے اس کا ترجمہ سالہا سال کیا ہے۔

قصّہ :۔ فرعون کی غرقابی کے بعد ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں منبر پر کھڑے ہو کر وعظ فرما رہے تھے کہ کسی نے پوچھ لیا کہ لوگوں میں سے اعلم کون ہے ؟ تو آپ نے جواب دیا کہ میں ہوں چونکہ اللہ کی طرف علم کی نسبت نہ دی ۔ پس سرزنش ہو گئی اور تفسیر برہان کی روایت میں ہے کہ دل میں یہ خیال گزرا تھا کہ مخلوق میں مجھ سے اعلم کوئی نہیں ہے کیونکہ تورات کے متعلق ہے کہ اس میں ہر شے کی تفصیل موجود ہے اور حضرت موسیٰ کو وہ عطا ہوئی تھی ۔ پس موسیٰ کے دل میں خیال آتا تھا کہ خدا کی جانب سے جبرئیل کو حکم ہوا کہ میرے بندے موسیٰ کو سنبھالو اور اسے کہو دو دریاؤں کے منبع پر پتھر کی ایک چٹان کے پاس ایک

فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ز لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا

پس جب وہاں سے آگے بڑھے تو اپنے ساتھی سے کہا کہ لاؤ کھانا تحقیق اٹھائی ہے ہم نے اس سفر سے

هٰذَا نَصَبًا ﴿۶۲﴾ قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَا اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ

تھکان اس نے کہا کیا دیکھا تھا جب ہم گئے تھے پتھر کی طرف تو میں بھول گیا وہاں

الْحُوْتَ ز وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ج وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ

مچھلی اور وہ نہیں بھلوائی مگر شیطان نے کہ یاد کرتا اس کو اور اس نے لیا

فِي الْبَحْرِ ق عَجَبًا ﴿۶۳﴾ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ق فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا

اپنا راستہ دریا میں عجیب کہا یہی وہ ہے جس کو ہم چاہتے تھے پس پلٹے پچھلے قدموں

مرد عابد و عالم موجود ہے اس کی پیروی کرو اور اس سے علم بھی سیکھو۔ پس موسیٰ سمجھ گئے کہ یہ حکم اسی خیال یا قول کی وجہ سے ہے چنانچہ یوشع کو تیاری کا حکم دے دیا۔ اور یہ بھی کہ بحکم پروردگار ایک مچھلی راستہ کی غذا کے لئے زنبیل میں بھون کر رکھ لیں پس سفر اختیار کر لیا اور بالآخر اس مکان پر جا پہنچے۔

فَلَمَّا بَلَغَا۔ جب دونوں دریاؤں کے منبع پر پہنچے تو دیکھا پشت کے بل ایک آدمی سویا ہوا ہے انہوں نے اس کو نہ پہچانا۔ ایک روایت میں ہے کہ عصا ان کے پہلو میں پڑا تھا۔ اور انہوں نے ایک چادر اپنے اوپر ڈالی ہوئی تھی کہ سر کو ڈھانپے تھے تو پیر ننگے ہوتے تھے اور پاؤں پر ڈالتے تھے تو سر ننگا رہتا تھا۔ وہاں حضرت موسیٰ نماز میں مشغول ہو گئے ادھر سے پانی میں لہر اٹھی اور ایک قطرہ یا چند قطرے مچھلی پر پڑے پس وہ زندہ ہو کر تڑپنے لگی اور آخر کار زنبیل کو بھی پانی میں لے گئی ایک روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ کے وصی نے مچھلی نکال کر پانی میں دھولی اور پھر پتھر پر رکھ دی پھر وہاں سے بوقت روانگی یاد نہ رہی اور وہ پانی چونکہ آب حیات تھا لہٰذا مچھلی بقدرت خدا زندہ ہو کر پانی میں چلی گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ مچھلی اس کے ہاتھ میں زندہ ہو گئی تھی اور نکل کر پانی میں کود گئی اور تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ پتھر پہ سر رکھ کر وہاں دونوں سو گئے اور اسی اثنا میں مچھلی زندہ ہو کر پانی میں چلی گئی اور بقدرت خدا مچھلی کو پانی بہا کر نہ لے جا سکا۔ جب جاگے تو حضرت یوشع کو مچھلی کا ذکر کرنا بھول گیا اور روانہ ہو گئے۔

سَرَبًا۔ اس کا معنی ہے راستہ یا تو اِتَّخَذَ کا دوسرا مفعول ہے اور یا مصدر کے معنی میں مفعول مطلق ہے یعنی سَرَبَ سَرَبًا اور کہتے ہیں کہ وہ مچھلی جب پانی کو چیر کر گئی تو جس جگہ سے جاتی تھی وہ نالی کی طرح شگاف بنتا جاتا تھا اور پانی آپس میں ملتا نہ تھا بلکہ جامد ہو کر رک جاتا تھا ادھر دریا کے کنارے پہ ایک پرندہ دیکھا جس نے پانی میں اپنی چونچ کو داخل کیا اور کہنے لگا۔

قَصَصًا ﴿۶۴﴾ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا

پھر واپس پس پایا ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو جس کو ہم نے اپنی طرف سے رحمت دی

وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿۶۵﴾ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى

اور اپنی جانب سے علم عطا کیا کہا اس سے موسیٰ نے کیا میں آپ کی پیروی کروں اس بنا

اے موسیٰ علم خداوندی سے تجھے اتنا بھی نہیں ملا جتنا کہ میں نے بھرے دریا سے اپنی چونچ میں پانی لیا ہے۔

تفسیر برہان میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت خضر کا نام تالیا بن عامر بن ارفخشد بن سام بن نوح ہے اس کو خدا نے نبی و رسول بنا کر بھیجا تھا اور اس کا معجزہ یہ تھا کہ خشک لکڑی پر بیٹھتے تو وہ سرسبز ہو جاتی تھی اور خشک ولے آب و گیاہ زمین پر تشریف رکھتے تو وہ سرسبز ہو جاتی اسی بنا پر ان کو خضر کہا جاتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہدایت کی گئی تھی کہ بھونی ہوئی نمکین مچھلی زنبیل میں رکھ لو کیونکہ یہ تم کو اس مقام کی نشاندہی کرے گی جو تم کو مطلوب ہے کیونکہ دونوں دریاؤں کے منبع کے پاس جہاں پتھر کی چٹان موجود ہے وہاں ایک چشمہ ہے جس کا نام آب حیات ہے اس کا پانی جس مردہ پر پڑ جائے وہ زندہ ہو جاتا ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ دونوں دریاؤں کے منبع کے پاس موسیٰ سے خضر کی ملاقات کا وعدہ تھا ساحل دریا پر سفر کرتے ہوئے پتھر کی چٹان پر پہنچے تو وہاں بیٹھ گئے قریب ہی آب حیات کا چشمہ تھا جب حضرت یوشع وضو کرنے لگے تو پانی مچھلی پر جا پڑا، اور وہ زندہ ہو کر چلی گئی پس وہاں سے چلے تو مچھلی بھول گئے اگرچہ یہ بھول حضرت یوشع سے ہوئی تھی لیکن چونکہ دونو ساتھی تھے لہٰذا مجازاً دونو کی طرف نسیان کو منسوب کر دیا گیا۔ پس فرمایا فَنَسِيَا حُوْتَهُمَا۔ یا یہ کہ دونوں کو نسیان ہوا۔ حضرت یوشع کو یہ کہ مچھلی بھول گئے نیز حضرت موسیٰ سے اس عجیب واقعہ کا ذکر کرنا بھول گئے اور حضرت موسیٰ کو یہ کہ اس پانی کو آزمانا بھول گئے کہ آیا یہ وہی آب حیات ہے جو ہمیں بطور نشانی بتلایا گیا ہے اور یہ بھول منافیٔ عصمت و نبوت نہیں ہے۔

تفسیر برہان میں ایک روایت ہے کہ نبی جب کسی مقصد کے لئے روانہ ہو تو اس کو تھکان نہیں ہوتی مگر اس وقت جب منزل مقصود سے آگے بڑھ جائے اور تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ حضرت موسیٰ نے کبھی تھکان محسوس نہیں کی تھی سوائے اس دن کے۔ پس نمازیں پڑھ کر اس آدمی کو سویا چھوڑ کر روانہ ہو گئے باقی دن بھر چلے پھر آنیوالی ساری رات سفر کو جاری رکھا۔ جب صبح ہوئی تو موسیٰ نے فرمایا۔ اٰتِنَا غَدَآءَنَا۔ یعنی صبح کا کھانا لاؤ میں تو تھک چکا ہوں اور یہ عام دستور ہے کہ شام کی بہ نسبت صبح کے کھانے کی انسان کو زیادہ خواہش ہوتی ہے اور کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ پر خدا نے بھوک بھیج دی تاکہ مچھلی یاد آ جائے اور پتہ چلے کہ ہم مقصد سے آگے نکل چکے ہیں چنانچہ حضرت یوشع نے اب سارا ماجرا سنا دیا کہ مچھلی تو زندہ ہو کر دریا میں چلی گئی تھی اور مجھے ذکر کرنا یاد ہی نہ رہا۔

اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿٦٦﴾ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ

پر کہ آپ مجھے علم سکھائیں اس سے جو آپ کو علم رشد دیا گیا ہے کہا (خضر نے) تحقیق تو میرے ساتھ صبر نہ

صَبْرًا ﴿٦٧﴾ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿٦٨﴾ قَالَ

کر سکے گا اور کیسے صبر کرے گا اس پر جس کی حقیقت کا تجھے پتہ نہ ہو گا کہا

سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ﴿٦٩﴾

(موسیٰ نے) آپ مجھے انشاء اللہ صابر پائیں گے اور میں آپ کے حکم کی نافرمانی نہ کروں گا

قَالَ ذٰلِكَ ۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا ہم اسی کی تلاش میں تو تھے پس پچھلے قدموں پہ واپس پلٹے جاتے ہوئے موسیٰ آگے تھا اور پلٹتے ہوئے یوشع آگے ہو گیا گویا راستہ ہی اس قسم کا تھا کہ بغیر اس کے کوئی چارہ نہ تھا پس واپس پلٹ کر وہاں پہنچے تو کپڑا تان کر خضر کو چٹان پر سویا ہوا پایا اور ایک روایت میں ہے کہ مچھلی جس طرح پانی کو چیر کر گئی تھی وہ راستہ بن چکا تھا اور پانی جامد ہو چکا تھا پس حضرت موسیٰ وہاں پہنچ کر مچھلی کے بنائے ہوئے راستہ میں پانی کی اس منجمد دھار پر روانہ ہو گئے اور ایک جزیرہ میں جا پہنچے جہاں خضر تکیہ لگا کر یا چادر اوڑھے ہوئے تشریف فرما تھے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ مصروف عبادت تھے اور نماز پڑھ رہے تھے جب فارغ ہوئے تو موسیٰ نے سلام دیا اور بیٹھ گئے۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ انہوں نے سلام دیا تو خضر نے کہا وعلیک السلام یا نبی بنی اسرائیل۔ یعنی اے بنی اسرائیل کے نبی تجھ پہ میرا سلام ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا تجھے کیسے معلوم ہوا ہے کہ میں کون ہوں اور میرا نبی ہونا تجھے کیسے معلوم ہوا حضرت خضر نے جواب دیا مجھے اس نے بتایا جس نے تجھے بھیجا پس رسمی گفتگو شروع ہو گئی حضرت خضر نے پوچھا آپ کون ہیں حضرت موسیٰ نے اپنا تعارف کرایا کہ میں موسیٰ بن عمران ہوں تو حضرت خضر نے پوچھا وہی موسیٰ جو کلیم اللہ ہے حضرت موسیٰ نے کہا کہ ہاں میں وہی ہوں حضرت خضر نے پوچھا اپنی تشریف آوری کا مقصد بیان کیجئے تو حضرت موسیٰ نے تعلیم حاصل کرنے کی درخواست پیش کی حضرت خضر نے جواب دیا کہ مجھے خدا نے وہ چیز دی ہے جس کو آپ برداشت نہیں کر سکتے اور آپ کو جو چیز عطا ہوئی ہے وہ میری برداشت سے بالا ہے اس کے بعد تفسیر قمی کی روایت کے ماتحت حضرت خضر نے مصائب آلِ محمد پڑھنے شروع کئے تو دونوں نبی سخت روئے پھر اس نے فضائل آلِ محمد شروع کئے اور حضرت محمد مصطفٰی کا ذکر اور اس کے وفاداروں اور قوم کے غداروں کا تفصیلی ذکر کیا تو حضرت موسےٰ نے پھر اپنی درخواست دھرائی کہ مجھے اپنی شاگردی میں قبول کیجئے اور خدا کا عطا کردہ علم مجھے تعلیم کیجئے۔

قَالَ اِنَّكَ ۔ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ کی درخواست ان لفظوں سے رد کر دی کہ آپ میرے ساتھ صبر

قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْئَلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰٓی اُحْدِثَ

کہا (خضر نے) اگر تو میری پیروی کرتا ہے تو مجھ سے کسی شے کے متعلق سوال نہ کرنا

لَکَ مِنْهُ ذِكْرًا ۝ۧ ع ۲۱

جب تک میں خود اس کا ذکر نہ کروں

نہ کرسکیں گے کیونکہ جس چیز کا پتہ نہ ہو اس پر صبر نہیں ہو سکتا اور یہ پروردگار کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توبیخ اور سرزنش ہے کہ انہوں نے یہ خیال کیا تھا کہ مجھ جیسا عالم کوئی نہیں اس جگہ یہ منظر پیش کیا گیا کہ ایک عالم اس کو اپنی شاگردی میں قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے یہ منتیں کرتے ہیں اور وہ ان کو بے صبرا کہہ کر مانتے نہیں انہوں نے شاگردی کی درخواست کے ساتھ اپنی غلامی کا عہد پہلے کیا تھا چنانچہ کہا تھا۔ هَلْ اَتَّبِعُكَ ۔یعنی کیا میں آپ کی تابعداری اور غلامی میں رہ جاؤں تاکہ آپ مجھے علم سکھائیں جب انہوں نے کہا تو صبر نہ کرے گا تو جواب میں کہا سَتَجِدُنِیْ صَابِرًا ۔میں صبر کروں گا انشاء اللہ۔ پس جب آپ نے ان شاء اللہ کہہ کر صبر کا وعدہ کیا اور یہ بھی عہد کیا کہ میں آپ کے کسی حکم کی نافرمانی نہ کروں گا تو انہوں نے درخواست منظور کی۔ اور صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ اگر میرے ساتھ چلنا ہے تو خاموش رہنا اور مجھ سے کسی بات کا سوال نہ کرنا میں جس وقت چاہوں گا اور جو چاہوں گا خود ہی بیان کردوں گا۔

سوال وجواب :۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ اولوالعزم پیغمبر اور صاحب کتاب تھے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس زمانہ میں کوئی دوسرا نبی ان سے علوم میں زیادہ ہو کیونکہ شرف کا معیار جب علم ہے تو اشرف وہی ہوگا جو اعلم ہوگا۔ حالانکہ حضرت موسیٰ ہی اپنے زمانہ میں اشرف تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کو بعض باطنی امور کا علم دیا گیا تھا جن کا ظاہر سے کوئی تعلق نہ تھا اور نہ ان کے ظاہر کرنے پر حضرت خضر مامور تھے یعنی وہ ایسے امور تھے جن کا نبوت کی تبلیغ میں کوئی دخل نہ تھا اور حضرت موسیٰ کو وہ علم عطا ہوا جو تبلیغ کے لئے تھا اور لوگوں تک پہنچانے کے لئے تھا اور تورات میں یہ باتیں درج نہ تھیں جو خضر کے پاس تھیں اور موسیٰ کا خیال تھا کہ سب کچھ تورات میں ہے اور جو علم انبیاء کی ایک دوسرے پر فضیلت کا معیار ہے وہ وہ علم ہے جو خدا کی جانب سے مخلوق کی ہدایت کے لئے ہو اور اس لحاظ سے حضرت موسیٰ اعلم تھے اور افضل تھے اور قرآن کا یہ دعویٰ کہ الواح موسیٰ میں سب کچھ تھا یا یہ کہ تورات میں ہر شے کا علم ہے تو اس سے مراد وہ علوم ہیں جن کا تبلیغ خلق سے تعلق تھا۔

لَنْ تَسْتَطِیْعَ ۔ اس سے مراد نہیں کہ تجھ میں صبر کی طاقت ہی نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ آپ کے لئے صبر کرنا مشکل ہوگا اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت موسیٰ ظواہر پر عمل کرتے تھے اور حضرت خضر حقیقت اور باطن کے لحاظ سے فیصلہ کرتے تھے اور حضرت خضر نے اُن کی بے صبری کی یہی وجہ بیان کی کہ جس چیز کا آپ کو علم نہیں اس پر آپ صبر کیسے کریں گے۔ یعنی علم ہوتا تو صبر کر لیتے

معلوم ہوا کہ صبر کی ان میں طاقت تھی۔ پس حقیقت کا علم نہ ہونا ان کی بے صبری کا موجب بتایا۔

عظمت علم اور آداب

ان آیات میں عظمت علم پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور آداب بھی بتلائے گئے ہیں۔

(۱) حضورؐ کی حدیث ہے کہ دو طالب کبھی سیر نہیں ہوتے ایک طالب دنیا اور دوسرا طالب علم چنانچہ حضرت رسالتمآب کو یہی تعلیم دی گئی ہے قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔ اور اس واقعہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اولوالعزم پیغمبر اور کلیم اللہ ہونے کے باوجود طالب علم بن کر چلے۔

(۲) اس سے یہ درس ملتا ہے کہ تحصیل علم کے لئے دشوار گذار اور دور دراز کی مسافت طے کرلینا اللہ کو محبوب ہے۔

(۳) علم کی تحصیل میں اپنے مرتبے کی عظمت سے مرعوب نہیں ہونا چاہیئے۔

(۴) اپنے سے کم مرتبہ لوگوں سے بھی علم حاصل کرنا عقلمندی کا شیوہ ہے۔

(۵) طالب علم کو چاہیئے کہ استاد کے سامنے اپنے علم کا اظہار نہ کرے بلکہ اُستاد کو عالم جان کر اس کی شایان شان مراعات کرے اور اس کی عزت دل میں رکھے۔ چنانچہ باہمی خطاب میں حضرت موسیٰؑ حضرت خضرؑ کی طرف علم کو منسوب کرتے رہے اور اپنی طرف انہوں نے تابعداری کو منسوب کیا۔

(۶) اُستاد کی اطاعت اور تابعداری کو اپنے لئے مایۂ افتخار سمجھنا چاہیئے۔

(۷) جس سے علم حاصل کرنا ہو اس کا انتخاب ضروری ہے کہیں نااہل کو اپنا استاد نہ بنا بیٹھے۔

(۸) اُستاد کی سختی کو کھلی پیشانی سے برداشت کرلینا چاہیئے۔

(۹) جو بات فوری طور پر سمجھ میں نہ آئے اُستاد سے اُلجھنے کی بجائے اُسے دوسرے وقت پر ٹال دینا چاہئے۔

(۱۰) بات بات پر اُستاد کو بولنے پر مجبور نہ کیا جائے بلکہ اُستاد کی طبیعت پر بیان کو چھوڑ دینا چاہیئے۔

(۱۱) اُستاد پر بدظنی یا بدگمانی سے ہر ممکن طریقہ سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

(۱۲) اپنے سے زیادہ علم رکھنے والے کے ساتھ تواضع اور فروتنی سے پیش آنا چاہیئے۔

(۱۳) علم پر ناز کرنے کی بجائے اس نعمت عظمیٰ کے عطا ہونے پر پروردگار کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔

(۱۴) اگر سمجھے کہ استاد سے ایک غلط کام ہوا ہے تب بھی استاد کی طرف غلطی کی نسبت نہ دے بلکہ ایسے طریقہ سے بات کرے کہ ادب کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے۔

(۱۵) استاد کے سامنے گستاخانہ اور بازاری لہجہ استعمال نہ ہو۔

تفسیر صافی میں کافی سے مروی ہے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اگر موسیٰ اور خضر کے درمیان میں ہوتا تو ثابت ہوتا کہ میں ان دونوں سے اعلم ہوں اور ان کو ایسی چیزیں بتاتا جو ان کو معلوم نہ ہوتیں۔ الخ۔

فَانْطَلَقَا وقفة حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِى السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا ط قَالَ اَخَرَقْتَهَا

پس روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب سوار ہوئے کشتی میں تو اس کو توڑ دیا (موسٰے نے) کہا تونے اس کو توڑ دیا

لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ج لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا ﴿۷۱﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ

تاکہ غرق کرے اس کی اہل کو تحقیق تونے بُرا کام کیا ہے (خضر نے) کہا کیا میں نے تجھے نہیں کہا

لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْرًا ﴿۷۲﴾ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِىْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا

کہ تو صبر نہ کر سکے گا ؟ موسٰی نے کہا نہ گرفت کرو میری کہ میں بھول گیا اور نہ

تُرْهِقْنِىْ مِنْ اَمْرِىْ عُسْرًا ﴿۷۳﴾ فَانْطَلَقَا وقفة حَتّٰٓى اِذَا لَقِيَا

سخت گیری کرو میرے معاملہ میں تنگی سے پھر روانہ ہوئے یہاں تک کہ ملے ایک لڑکے سے

رکوع نمبر ۲۲

فَانْطَلَقَا - پس حضرت خضر نے جب حضرت موسٰی کو شاگردی کے لئے قبول کر لیا تو وہ دونو وہاں سے دریا کے کنارے کنارے روانہ ہوگئے اور ایک طرف سے دوسری طرف جانے کا ارادہ کیا تو گزرگاہ پر تشریف لائے وہاں پار جانے کے لئے کشتی تیار کھڑی تھی جس میں کافی لوگ سوار تھے ملاحوں نے دیکھا کہ تین آدمی ادھر آرہے ہیں پس انتظار میں ٹھہر گئے اور کسی نے کہا کہ یہ نیک لوگ ہیں ان کو بھی ساتھ لیتے جاؤ۔ جب قریب پہنچے تو کشتی بانوں نے حضرت خضر کو پہچان لیا پس کرایہ وصول کئے بغیر ان کو سوار کر لیا اور کشتی دریا میں روانہ ہوگئی پرلے کنارہ پر پہنچنے سے پہلے حضرت خضر اٹھے اور ایک طرف سے کشتی کو شگاف کر دیا کہ اس میں پانی داخل ہوگیا پس وہاں کیچڑ بھر دیا اور ایک روایت میں ہے کہ ایک تختہ ڈھیلا کر دیا۔ اور حضرت موسٰے اس شگاف کو اپنے کپڑے سے بند کرتے تھے حضرت موسٰی سے تاب برداشت نہ رہی اور کہنے لگے واہ ان لوگوں نے ہم سے کرایہ بھی نہیں لیا لیکن اُلٹا آپ نے ان کی کشتی میں شگاف کر دیا۔ یہ بہت بُری بات ہے۔

بِمَا نَسِيْتُ - یعنی حضرت موسٰی نے جواب دیا کہ میری بھول چوک کا مجھ سے مواخذہ نہ کیجئے اور ممکن ہے اس سے مراد عدم توجہ ہو۔ یعنی مجھے وعدہ یاد ہے کہ آپ کے کسی فعل پر اعتراض نہ کروں گا۔ بلکہ صبر کروں گا لیکن مجھے خیال نہیں رہا۔ اور توجہ نہیں کی اور یہ سب صیغے تثنیہ کے ہیں حالانکہ یوشع بھی ان کے ہمراہ تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مقصود کلام حضرت موسٰی اور حضرت خضر ہیں اور حضرت یوشع تابع کی حیثیت سے تھا۔ پس دو کا صیغہ استعمال کیا گیا۔

غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ؕ

تو قتل کر دیا (موسےٰ نے) کہا تو نے قتل کر دیا بے گناہ نفس کو بغیر بدلے کے

لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا ﴿۷۴﴾

تحقیق کیا تو نے غلط کام

اَقَتَلْتَ - اب کشتی سے اتر کر دوسرے کنارے پر جا رہے تھے تو دیکھا کہ چند لڑکے کھیل رہے ہیں۔ ان میں سے ایک خوبصورت لڑکا دیکھا جس کا چاند سا چہرہ تھا اور اس کے کانوں میں دو گوشوارے تھے حضرت خضر نے اس کو غور سے دیکھا پھر پکڑ کر زمین پر دے مارا کہ وہ وہیں مر گیا اس مرتبہ حضرت موسیٰ کو بہت غصہ آیا اور حضرت خضر کے گریبان کو پکڑ لیا اور ایک روایت میں ہے کہ اس کو زمین پر گرا دیا اور کہا کہ آپ نے بلا جرم اس کو قتل کر دیا ہے؛ بعض کہتے ہیں کہ وہ نوجوان تھا کیونکہ نابالغ پر شرعی سزا نہیں عائد ہوتی۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت خضر نے اس کے سر کو باقی جسم سے توڑ دیا تھا اور بعضوں نے کہا ہے کہ زمین پر گرا کر پاؤں کی ٹھوکر سے مار دیا تھا اور بعض نے ذبح کرنا بھی لکھا ہے۔

۱۶
پارہ

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿۷۵﴾ قَالَ

کہا (خضر نے) کیا میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ تو میرے ہمراہ صبر نہ کر سکے گا (موسٰے نے) کہا

اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَیْءٍۭ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِیْ ج قَدْ بَلَغْتَ مِنْ

اگر میں سوال کروں پھر کسی شے کا تو مجھے ساتھ نہ لے جانا تحقیق تو نے میرا عذر قطع

لَّدُنِّیْ عُذْرًا ﴿۷۶﴾ فَانْطَلَقَا وقفة حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَیَاۤ اَهْلَ قَرْيَةِ ۣاسْتَطْعَمَاۤ

کر دیا ہے پس روانہ ہوئے یہاں تک کہ ایک بستی والوں کے پاس آئے اور ان

اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ

سے کھانا طلب کیا تو انہوں نے ان کی میزبانی سے انکار کر دیا پس دیکھی اس میں ایک دیوار جو گرنے والی تھی

فَاَقَامَهٗ ط قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴿۷۷﴾ قَالَ هٰذَا

تو اس کو (خضر نے) سیدھا کر دیا، کہا (موسٰے نے) اگر چاہتا تو مزدوری لے لیتا (خضر نے) کہا یہ

رکوع نمبر ا

قَالَ اَلَمْ ۔ جب حضرت خضرؑ نے حضرت موسٰے کا بچے کے قتل پر طیش ملاحظہ کیا تو فرمایا کہ میں نے آپ کو کہا نہیں تھا کہ آپ سے صبر نہ ہو سکے گا۔ اب کی بار حضرت موسٰےؑ نے خفت محسوس کرتے ہوئے دوٹوک فیصلے کی بات کر دی کہ اگر اس کے بعد میں نے کسی بات پر لب کشائی کی تو آپ کو اختیار ہے کہ مجھے اپنی شاگردی سے الگ کر دیں۔ تفسیر مجمع البیان میں جناب رسالتمآبؐ سے مروی ہے کہ حضرت موسٰےؑ کو شرم آیا ورنہ اگر صبر کرتے اور حضرت خضر کی صحبت کو جاری رکھتے تو ہزاروں عجائبات ملاحظہ فرماتے

اَهْلَ قَرْيَةٍ ۔ اس بستی کے متعلق تین قول ہیں (۱) انطاکیہ (۲) ایلہ (۳) ناصرہ ، جس کی طرف نصاریٰ منسوب ہیں اور آخری قول حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف منسوب ہے۔ اس بستی کے باشندے بخیل تھے اور امام حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ انہوں نے نہ حضرت خضر و موسٰے کی ضیافت کی اور نہ قیامت تک وہ کسی کی ضیافت کریں گے ایک غیر شیعہ واعظ کی زبانی سُنا تھا کہ اس بستی کے لوگ بعد میں مسلمان ہوئے تو اپنی خفت مٹانے کے لئے انہوں نے حضور سے خواہش کی تھی کہ آیت مجیدہ میں اَبَوْا کی بجائے اَتَوْا کر دیں تاکہ ہمارے لئے ہمیشہ کی خجالت باقی نہ رہے لیکن آپ نے اس ترمیم سے انکار فرما دیا کہتے ہیں جب شہر والوں نے ان کو اپنی طرف متوجہ دیکھا تو پہلے سے شہر کے دروازے بند کر ڈالے اور انہوں نے ساری رات بھوکے پیاسے شہر سے باہر گذاری۔

فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ سَأُنَبِّئُكَ بِتَأْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ

جدائی ہے میرے اور تیرے درمیان میں تجھے بتاؤں گا تاویل اس کی جس پر تو صبر نہیں

صَبْرًا ﴿۷۸﴾ أَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ

کر سکا لیکن کشتی مسکینوں کی تھی جو دریا میں کام کرتے تھے میں نے اس کو

فَأَرَدْتُّ أَنْ أَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّأْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ

عیب دار کرنا چاہا کہ ان کے پیچھے ایک بادشاہ تھا جو ہر (بے عیب) کشتی کو غصب

غَصْبًا ﴿۷۹﴾ وَأَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ أَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ أَنْ

کرتا تھا لیکن لڑکا پس اس کے ماں باپ مومن تھے ہمیں ڈر تھا کہ ان پر غلبہ نہ پالے

يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ﴿۸۰﴾ فَأَرَدْنَآ أَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا

سرکشی اور کفر کے لحاظ سے پس ہم نے چاہا کہ بدلہ دے ان کو ان کا خدا اس سے

فَوَجَدَا - جب صبح کو اٹھے اور شہر سے گزرے تو حضرت خضر نے ایک دیوار کو کمزور دیکھا جو آج نہیں تو کل گر جاتی پس آپ نے از سرِ نو اس کی مرمت کر دی اور بعض کہتے ہیں کہ اپنے اعجاز سے اس گرتی ہوئی دیوار کو سیدھا کر دیا لیکن پہلی بات اس لئے قرینِ عقل ہے کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے اُجرت کا مشورہ دیا تھا اگر ہاتھ سے کام نہ کیا ہوتا بلکہ اعجاز سے کھڑی کی ہوتی تو اُجرت طلبی کا معنی ہی کوئی نہیں تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام دوسرے دن سے بھوک محسوس کر رہے تھے سفر کے تھکے ماندے تھے پہلی بار غذا طلب کی تو حضرت یوشع نے جواب دیا کہ وہ مچھلی آبِ حیات کے قطرات پڑنے سے زندہ ہو کر دریا میں کود گئی ہے۔ پھر حضرت خضر کی ملاقات سے پچھلا غم غلط ہوا۔ اور تازہ دم سفر کو جاری کیا لیکن کشتی کے شگاف لڑکے کے قتل اور بستی والوں کی بے رُخی نے سفر کی کوفت کو زخم پر نمک پاشی کا رنگ دے دیا پس بھوک اُبھری اور دامنِ صبر و ضبط ہاتھ سے نکلا آپس کی جدائی کا تلخ گھونٹ گوارا کرتے ہوئے کہنے لگے۔ اے خضر اگر تو نے یہ کام کرنا تھا تو مزدوری پر کر لیتے تاکہ ہماری بھوک کا سدِّباب ہو جاتا۔ یہ سنتے ہی حضرت خضر نے جواب دیا کہ قول و قرار کے مطابق ہماری باہمی رفاقت کی یہی آخری گھڑی ہے پھر اپنے افعال عجیبہ کی تاویل کو بیان کرنا شروع کیا۔

وَرَآءَهُمْ - وراء کا لفظ لغاتِ اضداد میں سے ہے اس کا معنی آگے بھی ہے اور پیچھے بھی۔ اس مقام پر اکثر لوگ کہتے ہیں کہ وہ بادشاہ ان کے آگے تھا اگر پیچھے ہوتا تو کشتی توڑنے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ یہ لوگ اس سے نکل چکے تھے۔ اور

مِّنْهُ زَكٰوةً وَّ اَقْرَبَ رُحْمًا ﴿٨١﴾ وَ اَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ

بہتر پاکیزگی نفس میں اور قریب تر رحم دلی میں — لیکن دیوار پس وہ دو یتیم بچوں کی تھی جو اس شہر میں تھے

فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ

اور تھا اس کے نیچے ان کا خزانہ اور ان کا باپ نیک تھا پس تیرے رب نے چاہا

رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ

کہ پہنچیں جائیں اپنی جوانی کو اور نکالیں اپنا خزانہ (ہمارا یہ کام) تیرے رب کی رحمت سے تھا

بعضوں نے کہا ہے کہ بادشاہ پیچھے تھا اور اس نے دوبارہ سواریاں لے کر پلٹنا تھا پس حضرت خضر نے سوراخ کر کے واپس پلٹنے سے رکاوٹ ڈال دی تاکہ غصب سے بچ جائیں۔ پس حضرت خضر نے اپنے فعل کی تاویل یہ بیان فرمائی کہ اس علاقہ میں ایک بادشاہ ہے جو صحیح و سالم کشتیوں کو غصب کرتا ہوا چلا آرہا ہے ان غریب ملاحوں کا گذر اوقات اسی کشتی سے تھا پس میں نے اس کو عیب دار کر دیا۔ تاکہ غصب سے بچ جائے تاکہ اس ظالم بادشاہ کے چلے جانے کے بعد شکستہ مقام کو مرمت کر کے پھر یہ لوگ اپنا کام چلاتے رہیں۔

اَمَّا الْغُلٰمُ ۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ لڑکا کافر تھا اور اس کے والدین مومن تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بالغ و عاقل تھا کیونکہ نابالغ پر کافر کا اطلاق نہیں ہو سکتا اور یہ حضرت خضر کا کلام ہے کیونکہ خدا کی طرف خشیہ کی نسبت نہیں دی جا سکتی۔

آیت مجیدہ میں عبرت و نصیحت موجود ہے کہ بندے کے لئے جو خدا چاہتا ہے وہ یقیناً بہتر ہوتا ہے اس سے جو بندہ اپنے لئے خود چاہتا ہے۔ چنانچہ اس لڑکے کے ماں باپ اپنے بیٹے کی بقا کے خواہشمند تھے اور اس کی جوانی کی موت ان کے لئے بہت بڑا صدمہ تھا لیکن وہ اس کے انجام بد کو نہیں جانتے تھے۔ خدا نے ان کو اس کے بدلہ میں ایک لڑکی عطا فرمائی جس کے بطن سے ستر نبی پیدا ہوئے اور کہتے ہیں یہ لڑکی ایک نبی کا حرم بنی اور اس سے ایک نبی پیدا ہوا جس کی بدولت ایک پوری امت کو ہدایت حاصل ہوئی۔ پس انسان اپنے فیصلے سے خدا کے فیصلہ کو بہتر سمجھے اور اسی پہ راضی رہنے میں بھلائی سمجھے اور خدا کی جانب سے آدمی کے لئے اس کی پسند کے خلاف کا فیصلہ اس کی پسند کے فیصلے سے بہتر ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ اس میں اس کی عاقبت کی بھلائی کا راز مضمر ہوا کرتا ہے اور تفسیر عیاشی سے منقول ہے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ جب حضرت موسیٰ نے لڑکے کے قتل پر اعتراض کیا تو حضرت خضر نے اس مقتول کا کندھا کھولا اس پہ لکھا ہوا تھا کہ یہ کافر ہے پس حضرت موسیٰ خاموش ہو گئے۔

رَبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ ؕ ذٰلِكَ تَاْوِیْلُ مَا لَمْ

اور میں نے اپنی طرف سے یہ نہیں کیا تھا یہ تاویل ہے اس کی

تَسْطِعْ عَّلَیْهِ صَبْرًا ﴿۸۲﴾ ؕ ع

جس پر آپ صبر نہ کر سکے

وَ اَمَّا الْجِدَارُ - شہر میں دو یتیم لڑکے تھے اور اس دیوار کے نیچے ان کا خزانہ مدفون تھا۔ پس خدا نے اس خزانہ کی حفاظت کے لئے نبی کو دیوار کی مرمت کا حکم دیا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ نیک باپ کی بدولت خدا پشتوں تک اولاد کی حفاظت کرتا ہے چنانچہ اس جگہ بچوں کی نیکی کا کوئی تذکرہ نہیں بلکہ صرف باپ کی نیکی کی بدولت ان کے خزانہ کی حفاظت کی گئی اور منقول ہے کہ یہ بچے اس نیک باپ کی ساتویں پشت میں تھے ان کے اس خزانہ کے متعلق مفسرین کے اقوال مختلف ہیں۔ بعضوں نے سونے چاندی کا ذخیرہ لکھا ہے اور بعضوں نے علم کا ذخیرہ نقل کیا ہے۔ چنانچہ تفسیر مجمع البیان میں بروایت ابوالدرداء حضرت رسالت مآبؐ سے مروی ہے کہ اس کے نیچے ایک سونے کی تختی تھی جس پر یہ کلمات تحریر تھے۔

عَجَبًا لِمَنْ یُّؤْمِنُ بِالْقَدَرِ کَیْفَ یَحْزَنُ	تعجب ہے اس پر جو قدر پر ایمان رکھتا ہے کیسے غمگین ہوتا ہے تعجب ہے
عَجَبًا لِمَنْ اَیْقَنَ بِالرِّزْقِ کَیْفَ یَتْعَبُ	اس پر جسے رزق کا یقین ہے کیسے بے جا دوڑ دھوپ کرتا ہے تعجب ہے
عَجَبًا لِمَنْ اَیْقَنَ بِالْمَوْتِ کَیْفَ یَفْرَحُ	اس پر جسے موت کا یقین ہے کیسے خوش ہوتا ہے تعجب ہے
عَجَبًا لِمَنْ یُّؤْمِنُ بِالْحِسَابِ کَیْفَ یَغْفَلُ	اس پر جو حساب پر ایمان رکھتا ہے کیسے غافل ہے تعجب ہے
عَجَبًا لِمَنْ رَاَی الدُّنْیَا وَ تَقَلُّبَهَا بِاَهْلِهَا کَیْفَ	اس پر جو دنیا اور اس کے انقلابات کو دیکھتا ہے کیسے اس کی طرف مطمئن ہے
یَطْمَئِنُّ اِلَیْهَا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ	اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں حضرت محمد مصطفےٰ اللہ کا رسول ہے۔

تفسیر برہان میں بروایت کافی صفوان جمال سے مروی ہے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ خزانہ نہ سونا تھا نہ چاندی بلکہ وہ علم و حکمت کے چار کلمات تھے (۱) لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (۲) مَنْ اَیْقَنَ بِالْمَوْتِ لَمْ یَفْرَحْ یعنی جس کو موت کا یقین ہو وہ نہیں ہنستا (۳) وَمَنْ اَیْقَنَ بِالْحِسَابِ لَمْ یَفْرَحْ قَلْبُهٗ اور جس کو حساب کا یقین ہو اس کا دل خوش نہیں ہوتا (۴) وَمَنْ اَیْقَنَ بِالْقَدَرِ لَمْ یَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ اور جس کو قدر کا یقین ہو وہ سوائے خدا کے کسی سے خوف نہیں کرتا حضرت موسیٰ اور خضر کے باہمی سفر کے بعض عجیب واقعات اور اس سے مناسب بعض احادیث تفسیر کی جلد نمبر ۸ صفحہ ۲۳۹ تا ۲۴۹ پر مذکور ہو چکی ہیں۔

رَحْمَةً - مفعول لہ ہے یعنی فَعَلْتُهٗ رَحْمَةً ۱ لخ۔

حضرت خضر کی طولانی زندگی | مشہور یہ ہے کہ چار نبیوں کو خدا نے زندگی طولانی عطا فرمائی ہے۔

(۱) حضرت ادریسؑ کہ ان کو زندہ بہشت میں اٹھا لیا گیا (۲) حضرت الیاسؑ کہ وہ جنگلوں میں رہائش پذیر ہیں۔ (۳) حضرت خضرؑ کہ دریاؤں میں اُن کی رہائش ہے (۴) حضرت عیسےٰ مسیحؑ کہ چرخ چہارم ان کی قیام گاہ ہے اور حضرت عیسےٰ علیہ السّلام کے علاوہ باقی انبیاء کی زندگی پر قرآنی نص موجود نہیں اور نہ یہ عقیدہ جزوِ مذہب ہے البتہ خدا کی قدرت سے بعید نہیں وہ جسے چاہے خلافِ عادت ایک لمبی مدت تک زندہ رکھ سکتا ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے۔ ابو علی جبائی کہتا ہے حضرت خضر کا اب تک زندہ رہنا ناممکن ہے جس کی تین وجوہ اس نے بیان کیں (۱) اگر وہ اب تک زندہ ہوتے تو لوگ ان سے متعارف ہوتے (۲) اگر وہ زندہ ہوتے تو ان کی رہائش گاہ ڈھونڈنے سے مل جاتی (۳) اگر وہ زندہ ہوتے تو عقیدہ ختم نبوّت باطل ہو جائے گا۔ لیکن یہ تینوں اعتراضات بالکل بے بنیاد اور غلط ہیں کیونکہ کسی انسان کا تعارف یا اس کے گھر کا پتہ اس کی زندگی کے لوازم سے نہیں ہیں ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی زندہ ہو۔ لیکن دنیائے تعارف سے الگ تھلگ اوقاتِ زندگی بسر کر رہا ہو۔ پس وہ لوگوں میں چلتے پھرتے ہوں گے لیکن جان پہچان نہ ہوگی اور ختم نبوّت کا عقیدہ اپنے مقام پر درست ہے لیکن حضرت خضر خاتم الانبیاء کی نبوّت سے پہلے نبی ہیں نہ کہ بعد میں ان کو نبوّت عطا ہوئی پس اگر وہ شریعتِ خاصہ کے مالک تھے تو وہ اسلام کے آنے سے منسوخ ہو گئی اور اگر کسی دوسرے نبی کی شریعت کے مروج و مبلغ تھے تو جس طرح اسلام نے سابقہ شریعتوں کو منسوخ کر دیا ان کی ترویج و تبلیغ کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا۔ اب اگر ہوں گے تو شریعتِ مقدسہ اسلام ہی کے مبلّغ و مروّج ہوں گے۔ جناب رسالتمآبؐ اور آئمہ طاہرین علیہم السّلام کے ساتھ حضرت خضر کی ملاقات کے واقعات کتب میں ملتے ہیں پس جب حجّت خدا کا ظہور ہو گا تو جس طرح حضرت عیسےٰ چرخ چہارم سے اُتر کر نصرتِ دین کا فریضہ انجام دیں گے۔ اسی طرح بعید نہیں کہ حضرت خضر ادریس و الیاس و اصحاب کہف وغیرہ بھی دامنِ غیبت کو چاک کر کے فریضۂ نصرت انجام دیں۔ خداوندکریم قادر حکیم ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے اور اس کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

تفسیر برہان میں بروایت علی بن ابراہیم حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ حضرت خضر کا والد ایک مملکت کا بادشاہ تھا اور حضرت خضر اپنے باپ کے محل میں ایک حجرہ کے اندر عبادتِ خدا میں شب و روز مصروف رہا کرتے تھے اور ان کے علاوہ ان کے والدین کی کوئی دوسری اولاد نہ تھی۔ اراکین دولت اور اساطینِ مملکت نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ خضر کی شادی کی جائے ممکن ہے خدا اس کو تخت و تاج کا وارث عطا فرمائے۔ چنانچہ ایک باکرہ نوجوان عورت سے اس کی شادی رچائی گئی لیکن حضرت خضر کو عبادتِ پروردگار میں اس قدر انہماک تھا کہ انہوں نے عورت کی طرف توجہ نہ کی اور اُسے تاکید کر دی کہ میرے اس راز کو افشا نہ کیا جائے چنانچہ عورت نے رازداری کا وعدہ کیا۔ کچھ عرصہ بعد عورتوں کے ذریعہ سے پتہ چلا کہ وہ عورت بدستور باکرہ ہے پس سلطنت کے بہی خواہوں نے کسی بیوہ عورت سے اس کی دوبارہ شادی کا مشورہ دیا۔ چنانچہ حضرت خضر نے اس کی طرف بھی نظر التفات نہ کی اور اس کو بھی رازداری کی تلقین کی لیکن اس نے راز فاش کر دیا اور حضرت خضر کے والد سے صاف

صاف کہہ دیا کہ آپ کے فرزند کو عورتوں کی خواہش ہی نہیں ہے حضرت خضر کے والد کو اس کا بہت رنج پہنچا لیکن شفقتِ پدری کے ماتحت اپنے غصہ پر دامنِ رحم وکرم ڈال کر اُسے ختم کر دیا۔

حضرت خضر باعجاز خداوندی جس حجرہ میں مصروفِ عبادت رہتے تھے اچانک غائب ہوگئے اور پھر حضرت ذوالقرنین کی فوج میں بھرتی ہوئے اور چونکہ حیرت انگیز قوتِ جسمانی کے مالک تھے لہذا ترقی کر کے مقدمۃ الجیش کے افسر اعلیٰ مقرر ہوئے جب ذوالقرنین آبِ حیات کی تلاش میں نکلے تو پورے لشکر کے پیش رو حضرت خضر ہی تھے چنانچہ سفر ظلمات میں آبِ حیات تک پہنچے اور وہاں سے پانی پی لیا اور موت سے بچ گئے اور ایک جزیرہ میں قیام کر لیا۔

ایک دفعہ اس کے آبائی شہر کے دو تاجر اس جزیرہ میں جا نکلے اور انہوں نے حضرت خضر کو پہچان لیا جبکہ وہ مصروفِ عبادتِ پروردگار تھے جب آپ نے سلام پڑھا تو ان کو دیکھ لیا احوال پُرسی کے بعد فرمایا اگر میں تم دونو کو آج ابھی ابھی اپنے گھروں میں پہنچا دوں تو کیا تم میرا راز افشا تو نہ کرو گے؟ ان دونو نے ظاہراً وعدہ کیا کہ ہم راز افشا نہ کریں گے لیکن ایک کا وعدہ سچے دل سے تھا اور دوسرے نے منافقانہ وعدہ کیا حضرت خضر نے ایک بادل کو بُلایا اور اس کو حُکم دیا کہ ان دونوں کو اپنے وطن تک پہنچا دے چنانچہ اس نے اُن کو گھروں میں پہنچا دیا۔ پس ایک نے راز کو مخفی رکھا اور دوسرے نے بادشاہ کو اطلاع دے دی کہ تیرا بیٹا فلاں جزیرہ میں موجود ہے بادشاہ نے پوچھا کوئی گواہ لاؤ تو اس نے دوسرے ساتھی کا نام لیا لیکن اس نے اپنی رازداری کو محفوظ رکھا اور انکار کر دیا چنانچہ پہلے شخص نے بادشاہ سے فوج اور زاد سفر حاصل کر کے جزیرہ کا رُخ کیا لیکن پُوری تلاش کے بعد ناکام واپس پلٹا پس دوسرے تاجر کو رہا کر دیا گیا۔

پھر ایک عرصہ کے بعد (غالباً جب کہ حضرت خضر کا والد فوت ہوگیا) لوگ اللہ کی نافرمانی اعلانیہ کرنے لگ گئے تو خدا نے ان کو عذاب میں مبتلا کر کے نیست و نابود کر دیا۔ اس عذاب کی گرفت سے صرف دو آدمی بچے ایک عورت اور ایک مرد جنہوں نے حضرت خضر کا راز افشا نہ کیا تھا۔ چنانچہ انہیں معلوم ہوگیا کہ ہماری رازداری ہماری نجات کا موجب ہے پس وہ مومن ہوئے اور مومن رہے آپس میں نکاح کیا اور صاحبِ اولاد ہوئے یہ دونوں جس بادشاہ کے زیر سایہ آباد تھے۔ عورت مذکور شاہی خاندان کی عورتوں کی مشاطہ گری کر کے گذر اوقات کرتی تھی۔ ایک دن جو اس کے ہاتھ سے کنگھی گری تو اس نے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ کا کلمہ زبان سے جاری کیا۔ شہزادی نے پوچھا یہ کونسا کلمہ ہے کیا میرے باپ کے علاوہ کوئی اور الٰہ بھی ہے؟ تو اُس نے جواب دیا کہ ہاں خدا وہ ہے جس نے تجھے اور تیرے باپ کو پیدا کیا ہے اور وہ سب کا الٰہ و معبود ہے چنانچہ اُس نے اپنے باپ کو رپورٹ کی بادشاہ نے عورت سے باز پرس کی۔ اس نے بتایا کہ میرا میرے شوہر کا اور میرے بیٹے کا یہی دین ہے کہ ہم اللہ کے علاوہ کسی کو اپنا معبود نہیں سمجھتے چنانچہ بادشاہ نے پانی گرم کرا کے ان کو اس میں ڈالنے کا حکم دیا پھر اُوپر مکان کی چھت گرا دی گئی۔ شب معراج جناب رسالتمآبؐ نے ایک خوشبو محسوس فرمائی تو جبریل نے جواب دیا یہ خوشبو اس گھر سے آرہی ہے جس کے بسنے والوں کو صرف اللہ کی محبت میں عذاب دے کر مارا گیا تھا۔

تفسیر برہان میں بروایت کافی امام علی نقی علیہ السّلام سے منقول ہے ایک دن حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام اپنے فرزند امام حسنؑ کے ہمراہ تشریف لارہے تھے سلمان بھی ہمراہ تھا آپ مسجد الحرام میں آکر بیٹھ گئے۔ اتنے میں ایک خوبصورت خوش پوش جوان آیا اور اس نے آپ کو سلام کہا آپ نے جواب سلام دیا اور وہ بیٹھ گیا۔ پھر عرض کرنے لگا میں آپ سے تین سوال کرتا ہوں اگر آپ صحیح جواب دیں گے تو میں سمجھوں گا کہ آپ حق پر ہیں اور آپ کے غاصب ناحق پر ہیں اور اگر آپ جواب نہ دے سکے تو میں سمجھوں گا کہ آپ اور وہ برابر ہیں۔ چنانچہ اس نے اپنے تین سوال بیان کئے۔ آپ نے امام حسن کی طرف اشارہ کیا۔ اور امام حسنؑ نے ان کا ایسا حل بیان کیا کہ وہ عش عش کر اٹھا پس شہادت توحید و رسالت کے بعد کہنے لگا۔ اَشْھَدُ اَنَّکَ وَصِیُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ۔ پھر بارہ اماموں کے نام بنام امامت کی گواہی دی اور آخر میں سلام کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ آپ نے امام حسن کو حکم دیا کہ دیکھو کہاں جاتا ہے چنانچہ امام حسنؑ نے واپس آکر عرض کی اس نے ایک قدم مسجد کے باہر رکھا اس کے بعد نہ معلوم وہ کہاں غائب ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ حضرت خضر علیہ السّلام پیغمبر تھا۔

زمانۂ طالب علمی میں جب ہمیں علم ہیئت پڑھنے کا شوق دامن گیر ہوا تو اس کے لئے ضلع گجرات تحصیل پھالیہ کے ایک دیہات اہنی میں مولوی ولی اللہ صاحب کے درس میں بحالت تقیہ جا پہنچے۔ یہ درس اسی فن کی تدریس میں معروف تھا۔ چنانچہ ہم نے اپنے شوق کی پیاس بجھائی۔ ایک دن فارسی کی کتاب شرح بست باب کا درس پڑھ رہے تھے جس میں اسطرلاب بنانے اور ستارگانِ آسمانی کے مراکز و حرکات کی پہچان کا طریقہ موجود تھا پس مولوی صاحب نے علم نجوم کی کسی کتاب کے حوالہ سے بیان کیا کہ حضرت خضر کے والد علم نجوم کے ماہر ترین انسان تھے انہوں نے اسطرلاب کی مدد سے اپنے خداداد علم کی روشنی میں معلوم کیا کہ ایک ستارہ ایک خاص برج میں ہزاروں برس کے بعد طلوع کرتا ہے جس کا خاصہ یہ ہے کہ اس ساعت میں اگر کوئی جوڑا آپس میں ہمبستری کرے اور نطفہ قرار پکڑے تو پیدا ہونیوالا بچہ حکمران ہوگا چنانچہ انہوں نے اپنی بیوی سے اسی بات کا تذکرہ کیا اور کہا کہ میں تھکا ماندہ ہوں جاگ نہیں سکتا تم جاگتے رہنا اور اسطرلاب پر نظر رکھنا فلاں ساعت کی فلاں گھڑی میں مجھے بیدار کر دینا کہ اس کے بعد اسی ستارہ کے طلوع کا وقت ہوگا پس ممکن ہے کہ خدا ہمیں حکمران فرزند عطا فرمائے۔ یہی گفتگو ان کی بیوی کی بہن بھی سُن رہی تھی چنانچہ اس نے اپنے شوہر کو خبردار کر دیا اور وہ بھی وقت کی انتظار میں اسطرلاب سامنے رکھ کر بیٹھ گئے اور حضرت خضر کے باپ پر نیند غالب تھی اور حضرت خضر کی والدہ جاگ رہی تھی لیکن عین وقتِ مخصوص پر اس کو بھی اونگھ آگئی اور وقت ہاتھ سے نکل گیا۔ ہمسایہ میں اس کی بہن اور اس کے شوہر نے اپنی طبیعت کو ضبط میں رکھا۔ اور عین اسی وقت میں ہمبستر ہوگئے اور خدا نے ان کو فرزند عطا فرمایا جس کا نام انہوں نے سکندر رکھا۔ ادھر ساعتِ مخصوصہ کے گزرنے کے بعد جو حضرت خضر کے والد کی آنکھ کھلی تو بیوی پر خفا ہوئے وہ کہنے لگی مجھے نیند نے بے بس کر دیا تھا پس دونوں نے گہرا افسوس کیا حضرت خضر کے باپ نے کہا اچھا وہ وقت تو اب ہاتھ آنے کا نہیں ہے اب دوسری ساعت باقی ہے جس میں نطفہ قرار پکڑے تو پیدا ہونے والا بچہ موت سے محفوظ ہو کر ہمیشہ زندہ رہے گا چنانچہ ان کے ہاں حضرت خضر پیدا ہوئے

(گویا حضرت خضر اور سکندر خالہ زاد بھائی تھے) واللہ اعلم

تفسیر برہان میں حضرت ذوالقرنین کے ذکر میں ہے کہ جب خدا نے اُن کو مشرق و مغرب کی حکومت عطا فرمائی تو انہیں بتایا گیا کہ زمین میں ایک چشمہ ہے جسے آب حیات کہتے ہیں اس سے پانی پینے والا کوئی ذی رُوح نفخ صور سے پہلے نہیں مرے گا۔ پس انہوں نے حضرت خضر کو بلایا جو ان کے مقرب درباری تھے اور ان کے علاوہ تین سو ساٹھ دیگر اراکین سلطنت کو بھی بلایا اور ہر ایک کو ایک ایک مچھلی دے کر حکم دیا کہ فلاں مقام پر جاؤ کہ وہاں تین سو ساٹھ چشمے ہیں۔ ہر شخص الگ الگ چشمے سے مچھلی دھو کر میرے پاس واپس لاؤ۔ چنانچہ حسب تعمیل سب روانہ ہوئے اور الگ الگ چشموں کے کناروں پر پہنچے۔ حضرت خضر نے جونہی مچھلی کو دھونا چاہا تو پانی پڑنے سے وہ زندہ ہو کر مچھلی اور پانی میں غائب ہو گئی۔ حضرت خضر کافی دیر تک چشمے میں اس کو تلاش کرتے رہے چنانچہ اسی چشمہ سے پانی بھی پی لیا۔ لیکن مچھلی ہاتھ نہ آئی۔ واپس آنے پر سب نے دُھلی ہوئی مچھلیاں پیش کیں اور حضرت خضر خالی ہاتھ پلٹے۔ جب حضرت سکندر نے وجہ پوچھی تو انہوں نے سارا ماجرا بیان کیا پس سکندر نے اس چشمہ کو تلاش کرنا چاہا لیکن ناکام رہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ذوالقرنین نے ایک فرشتے سے سنا کہ زمین میں ایک چشمہ ہے جس کا نام آب حیات ہے۔ اور خدا کا وعدہ ہے جو اس سے پئے گا اس کو نفخ صور سے پہلے موت نہ آئے گی۔ حضرت ذوالقرنین کو اس کی تلاش کی شوق دامن گیر ہوئی تاکہ اپنے خالق محسن کی اس طویل زندگی میں جی بھر کر عبادت کروں اور اس کا حق شکر ادا کروں پس لشکر سمیت اس کی تلاش میں نکلا اور حضرت خضر اس کے مقدمۃ لشکر میں تھا چنانچہ سفر ظلمات کو طے کرتے ہوئے حضرت خضر چشمہ آب حیات پر جا پہنچے وہاں غسل بھی کیا اور پانی بھی پی لیا اور حضرت ذوالقرنین اُسے نہ پا سکے روایت بہت طولانی ہے جس کا من وعن نقل کرنا خالی از فائدہ ہے۔

بروایت ابن بابویہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت خضر نے آب حیات سے پیا لہٰذا وہ زندہ ہیں اور نفخ صور تک نہ مریں گے وہ ہمارے پاس وقتاً فوقتاً تشریف لاتے ہیں اور ہم ان کی باتیں سنتے ہیں لیکن وہ خود نظر نہیں آسکتے اور جہاں کہیں ان کا ذکر خیر ہو وہ آجاتے ہیں۔ لہٰذا ان کو ذکر کرنے والا جب بھی ان کا ذکر کرے ان کو سلام کہے اور ایام حج میں مکہ تشریف لے جاتے ہیں اور اعمال حج بجالاتے ہیں۔ نیز مقام عرفہ میں وقوف کے دوران مومن حاجیوں کی دعاؤں پر آمین کہتے ہیں نیز زمانہ غیبت میں وہ ہمارے قائم کے انیس و مونس ہوں گے اور خدا ان کے ذریعے سے ہمارے قائم کی تنہائی اور وحشت کو دُور فرمائے گا۔

تفسیر برہان میں بروایت عیاشی امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت سلیمان آصف بن برخیا سے اعلم تھے اور حضرت موسٰے اس سے اعلم تھے جس کی اتباع کا ان کو حکم دیا گیا تھا۔ بروایت ابن بابویہ حضرت ابن عباس ایک مرتبہ چاہ زمزم کے کنارہ پر بیٹھے لوگوں کو احادیث سُنا رہے تھے تو ایک شامی نے سوال کیا کہ حضرت علی کے ہاتھوں ایسے لوگ قتل ہوئے ہیں جنہوں نے کفر کا ارتکاب نہیں کیا تھا اور نمازی روزہ دار حاجی اور پابند زکوۃ بھی تھے تو علی کا یہ فعل کیسے جائز قرار دیا جاسکتا ہے۔ ابن عباس

وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ۖ قُلْ سَأَتْلُو عَلَيْكُمْ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿۸۳﴾

اور تجھ سے پوچھتے ہیں ذوالقرنین کے متعلق کہہ دو میں ابھی پڑھوں گا تمہارے سامنے اس کا قصہ

إِنَّا مَكَّنَّا لَهُ فِي الْأَرْضِ وَآتَيْنَاهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ﴿۸۴﴾ فَأَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۵﴾

ہم نے اس کو زمین میں ٹھکانا دیا اور ہم نے اس کو ہر قسم کے طریقے تعلیم کئے پس اس نے ایک طریقہ اختیار کیا

نے بات کو ٹالنے کی کوشش کی لیکن وہ نہ مانا آپ نے اس کے اصرار کے پیش نظر بالآخر یہ فرمایا کہ حضرت موسٰے باوجود اولوالعزم صاحب شریعت پیغمبر ہونے کے خضر کے قتل کی مصلحت کو نہ سمجھ سکے اور اس کو بے گناہ سمجھتے رہے حالانکہ اس کے قتل میں اللہ کی رضا تھی اسی طرح علیؑ نے ان لوگوں کو قتل کیا جن کے قتل میں اللہ کی رضا تھی اور جاہل اس بات کو نہیں سمجھ سکتے۔

رکوع نمبر ۲

حضرت ذوالقرنین کا ذکر

اگر پوری تسلی سے نہیں کہا جا سکتا تاہم اغلب یہ ہے کہ مقدونیہ کے بادشاہ سکندر کو ذوالقرنین کہا گیا ہے چنانچہ شیخ ابوالحسن شعرانی نے اسی نظریہ کو مذہب صحیح قرار دیا ہے چونکہ یہ سوال قوم یہود کی جانب سے تھا اور وہ سکندر کو جانتے تھے اس نے بیت المقدس پر حملہ کیا لیکن کوئی ان کا جانی نقصان نہ کیا بلکہ علماء یہود کی اس نے عزت کی اور اُن کے احکام کو باقی رکھا اور تورات کی اتباع کا حکم دیا جو ان میں مروج تھی اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ ذوالقرنین مومن مخلص تھا چنانچہ منقول ہے کہ ارسطو حکیم اس کا استاد تھا اور توحید خالق اور موت کے بعد نفس کی زندگی ارسطو کا عقیدہ تھا سکندر چونکہ دنیا کا فاتح ہوا اور خدا نے زمین کی فتح کے اسباب و ذرائع پر اس کو قدرت دے دی تھی جیسا کہ آیت نمبر ۸۴ میں اس کی تصریح موجود ہے پس خداداد قوت و طاقت کی بنا پر اس نے مشرق و مغرب کو فتح کر کے اپنی سلطنت کا جھنڈا لہرا دیا۔ چونکہ یہ یونانی تھا۔ پس یونانی علوم دنیا میں پھیل گئے اور ان کی زبان اطراف عالم میں رائج ہوگئی۔ طب نجوم اور فلسفہ کے مدرسے ہر جگہ کھل گئے اور اس کے بعد ایک ہزار سال تک یونانی زبان پوری روئے زمین پر مسلط رہی جس طرح اسلام کی آمد نے زبان عربی کو فروغ دیا یا جس طرح آجکل انگریزی زبان کو فروغ حاصل ہے۔ تفسیر برہان میں امام موسٰی کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ ذوالقرنین بارہ برس کی عمر میں تخت حکومت پر بیٹھا اور تیس برس حکومت کی تفسیر قمی سے منقول ہے کہ تبلیغ دین کے صلہ میں قوم نے اس کے سر پر تلوار ماری جس سے سر کا دایاں حصہ زخمی ہوا پس خدا نے اس کو پانچ سو برس تک آغوش موت میں سلانے کے بعد دوبارہ بھیجا تو سلسلۂ تبلیغ انہوں نے جاری کیا پھر قوم نے ان کے سر پر تلوار ماری جس سے سر کا بایاں حصہ زخمی ہوا۔ پس پانچ سو برس موت کی نیند سو گئے پھر خدا نے ان کو زندہ کر کے تخت حکومت عطا فرمایا۔ بہرکیف اسکندریہ انہی کی یادگار ہے۔ اور مکتبۂ اسکندریہ انہی کی نشانیوں میں سے ہے کیونکہ اس دور کے علوم و فنون کا مرکز مصر تھا اور یوں سمجھئے کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد علوم و فنون کی تدریج میں یہ شخص لاثانی حیثیت رکھتا ہے اس نے انسانی معاشرہ کی اصلاح میں قابل قدر کردار پیش کیا اسی وجہ

حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَةٍ

یہاں تک کہ جب انتہائے مغرب تک پہنچے تو دیکھا کہ سورج سیاہی مائل پانی کے چشمے میں غروب کرتا ہے

سے تمام سلاطین میں سے اسی کا ذکر قرآن کا حصّہ قرار دیا گیا۔ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ ذوالقرنین ایک عبد صالح تھا اللہ کو دوست رکھتا تھا دین خدا کا خیر خواہ تھا اس نے اپنی قوم کو تقوٰی کا حکم دیا تو انہوں نے ان پر تلوار کا وار کیا جو سر کے ایک کنارے پر لگا پس آپ غائب ہوگئے پھر ایک عرصہ بعد واپس پلٹے اور حسب سابق قوم کو دین خدا کی طرف بلایا تو انہوں نے پھر تلوار سے وار کرکے سر کا دوسرا کنارہ زخمی کر دیا اور اسی وجہ سے ان کو ذوالقرنین کہا جاتا ہے پھر آپ نے فرمایا کہ تم میں بھی اس کی مثل موجود ہے (یعنی ایسا مبلّغ موجود ہے جس کو تبلیغ کے بدلہ میں نشانہ بنایا جائے گا گویا آپ اپنی طرف اشارہ کر رہے تھے)

مَکَّنَّا لَهٗ ۔ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ خدا نے ان کے لئے بادل کو مسخر کر دیا تھا اور اسباب فتح و کامرانی میسّر کر دیئے تھے رات کے وقت ان کے لئے نور پیدا کیا جاتا تھا پس شب و روز کی محنت ان کے لئے آسان تھی اور سہل و سخت زمین کا سفر ان کے لئے برابر تھا۔

مَغْرِبَ الشَّمْسِ ۔ یعنی پہلے پہل انہوں نے عنان عزم کو سفر مغرب کی طرف موڑا اور مغرب اقصٰی تک پہنچے جس کے بعد آبادی ختم تھی۔

عَیْنٍ حَمِئَةٍ ۔ عین کا معنی چشمہ اور حَمِئَةٍ کا معنی ہے سیاہی مائل اور یہ چیز مشاہدہ سے تعلق رکھتی ہے کہ جب انسان ایک کھلے میدان میں موجود ہو تو بوقت غروب اس کو سورج زمین کی سطح میں ڈھلتا ہوا نظر آتا ہے اور ظاہراً سمندر کے پانی کا رنگ چونکہ سیاہی مائل ہوتا ہے اس لئے کہا گیا کہ انہوں نے سورج کو سیاہی مائل پانی کے چشمے میں غروب کرتے دیکھا اور مروی ہے کہ ان کی آواز میں شیر کی گرج کا سا رعب تھا پس جب نعرہ لگاتے تو کفار کے دل دہل جاتے تھے اور وہ دم توڑتے نظر آتے تھے پس مشرق و مغرب پر ان کا سکّہ بیٹھ گیا۔ نیز مروی ہے کہ بادل کی سواری خدا نے ان کو عطا فرمائی تھی۔

قَوْمًا ۔ آیت کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ لوگ کافر تھے مقصد یہ ہے کہ حکم پروردگار ہوا کہ ان کو دین حق کی تبلیغ کرو پس اگر نہ مانیں اور اپنے کفر پر ڈٹ جائیں تو آپ کو اختیار ہے کہ ان کو سزائے موت دیدو یا ان کے ساتھ مزید نیکی کا برتاؤ کرو یعنی ان کو ایک عرصہ تک مہلت دے کر ان کو زیور تعلیم سے آراستہ کرو تاکہ حق و باطل میں تمیز کرنے کے اہل ہو جائیں۔ اس آیت سے بعض لوگوں نے اسکندر کی نبوّت کا استدلال بھی کیا ہے کیونکہ کسی پر خدا کی وحی کا نزول اس کی نبوّت کی دلیل ہے لیکن اس کا جواب دیا گیا ہے کہ یہاں حکم خدا بصورت الہام تھا جس طرح مادر موسٰے کے متعلق وارد ہے کہ ہم نے اس کو وحی کی اور مراد الہام تھا اور نبوّت کی علامت وہ وحی ہے جو بصورت نزول ملک ہو۔ بہر کیف اگر وہ نبی تھے تو وحی سے مراد وہی ہے جو انبیاء کی طرف خدا کی جانب سے ہوا کرتی ہے ورنہ وحی سے مراد الہام ہوگا جو غیر نبی بلکہ غیر انسان کی جانب بھی ہو سکتا ہے۔

ص ۱۲۵

مَنْ ظَلَمَ ۔ یہاں ظلم سے مراد شرک ہے یعنی حضرت ذوالقرنین نے خدا کے حکم کے مطابق عمل کیا وہاں کے باشندوں کو

وَّ وَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ۚ قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَ
اور وہاں ایک قوم دیکھی ہم نے کہا اے ذوالقرنین یا تو ان کو سزا دو اور
اِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ﴿۸۶﴾ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ
یا نیکی کا برتاؤ اختیار کرو فرمایا کہ جو ظلم کرے گا پس ہم اس کو
ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ﴿۸۷﴾ وَ اَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَ
عذاب دیں گے پھر پلٹے گا طرف اپنے رب کے تو وہ بھی اس کو سخت عذاب دے گا اور جو ایمان لائے گا اور
عَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨالْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ﴿۸۸﴾
نیک عمل کرے گا تو اس کا اچھا بدلہ ہوگا اور ہم اس کو آسان امر کریں گے

توحید کا پیغام سُنایا اور شرک پر ڈٹے رہنے والوں کو عذاب کی دھمکی دی کہ جس نے ظلم کیا یعنی جو مشرک رہا اس کو دنیا میں ہم سزائے موت دیں گے اور جب بروز محشر اٹھے گا تو عذاب خداوندی میں بھی سخت طور پر گرفتار ہوگا لیکن جو ایمان لائے اور اس پر ثابت قدم رہے اس کے ساتھ ہم اچھا سلوک کریں گے اور اس پر ہمارے احکام کا بوجھ اس قدر ہوگا جو وہ آسانی سے برداشت کر سکے گا پس اس کی گزشتہ لغزشیں معاف کر دی جائیں گی اور بروز محشر اس کو نیک جزا ملے گی۔

ثُمَّ اَتْبَعَ ۔ یعنی ہمارے عطا کردہ اسباب میں سے ایک سبب کو اختیار کیا اور مشرق کی طرف عنان سفر کو موڑا۔

مَطْلِعَ الشَّمْسِ ۔ یعنی مغربی ممالک پر حکومت مستحکم کر لینے کے بعد شرقی ممالک کی طرف اقدام کیا اس مقام پر مشرق کی انتہائے آبادی مراد لینا بھی ممکن ہے اور صرف سمتِ مشرق بھی مراد لی جا سکتی ہے اور بعضوں نے جانب مشرق کی ابتدائے آبادی بھی مراد لی ہے۔ بہر کیف مقصد یہ ہے کہ پہلے یونان سے روانہ ہو کر انہوں نے مغرب کو فتح کیا اور بعد میں مشرق پر اپنے اقتدار کا جھنڈا لہرایا۔ آیاتِ مجیدہ سے یہ خوب اندازہ ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں مغرب کے لوگ تہذیب و تمدن میں منازلِ ترقی پہ گامزن تھے۔ اور وہ شرک و ایمان میں امتیاز کرنا جانتے تھے پس حضرت ذوالقرنین نے بفرمان خداوندی ان کو دعوتِ اسلام دی لیکن اہلِ مشرق جس میں ترک، ایران اور ہندوستان وغیرہ سب شامل تھے یہ لوگ معاشرتی پہلو میں بہت گرے ہوئے تھے اور تمدنی زندگی سے ناآشنا تھے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے وہاں ایسی قوم کو دیکھا جن کا سورج کے علاوہ کوئی ستر نہ تھا یعنی نہ وہ لباس بنانا اور پہننا جانتے تھے اور نہ گھر بنانا اور ان میں رہائش رکھنا جانتے تھے چنانچہ جب دن ہوتا تھا تو پانی یا سرنگ یا کسی غار میں گھس جاتے تھے اور رات کو اپنے کاروبار کرتے تھے اور امام محمد باقر علیہ السلام سے بھی اسی قسم کی روایت منقول ہے۔

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۹﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ

پھر اس نے ایک راستہ اختیار کیا یہاں تک کہ جب اقصائے مشرق تک پہنچے دیکھا کہ وہ طلوع کرتا ہے

عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿۹۰﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَقَدْ

ایسی قوم پر کہ ہم نے ان کے لئے اس کے علاوہ کوئی ستر نہیں بنایا تھا اسی طرح تحقیق ہم نے

اَحَطْنَا بِمَا لَدَیْهِ خُبْرًا ﴿۹۱﴾ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۹۲﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ بَیْنَ

احاطہ کیا جو اس کے پاس تھا علم سے پھر اس نے ایک راستہ اختیار کیا یہانتک کہ جب پہنچے درمیان

السَّدَّیْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا یَكَادُوْنَ یَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿۹۳﴾

دو بندوں (پہاڑوں) کے وہاں ایک قوم دیکھی جو بات نہ سمجھتے تھے (انہوں نے)

قَالُوْا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِنَّ یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ

بتایا اے ذوالقرنین تحقیق یاجوج و ماجوج فساد کرتے ہیں زمین میں تو کیا ہم

فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰۤى اَنْ تَجْعَلَ بَیْنَنَا وَبَیْنَهُمْ سَدًّا ﴿۹۴﴾

چندہ کر دیں آپ کو کچھ رقم؟ کہ بنائیں آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک بند

قَالَ مَا مَكَّنِّیْ فِیْهِ رَبِّیْ خَیْرٌ فَاَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَیْنَكُمْ وَ

کہا جو طاقت دی مجھے رب نے بہتر ہے پس تم میری مدد کرو جسمانی قوت سے تاکہ بناؤں تمہارے اور

اَحَطْنَا ۔ یعنی ذوالقرنین کے پاس جس قدر طاقت فوج اور آلات و اسباب موجود تھے ہم ان کا علمی احاطہ رکھتے ہیں۔

ثُمَّ اَتْبَعَ ۔ یعنی مشرق و مغرب کو فتح کر لینے کے بعد تیسری جانب روانہ ہوئے حتیٰ کہ ایک مقام پر پہنچے کہ دو طرفوں سے پہاڑ وہاں ختم ہوتے تھے اور درمیان میں گذرگاہ تھی۔ اس کے پرلی جانب یاجوج و ماجوج آباد تھے اور ادھر ایک قوم فروکش تھی جو ذوالقرنین اور اس کی قوم کی زبان کو نہ جانتے تھے جب انہوں نے ان سے احوال پرسی کی تو ان لوگوں نے اشاروں اشاروں میں سمجھایا یا بقدرت خدا ذوالقرنین کو ان کی بولی سمجھنے کی توفیق ملی یا کسی ترجمان کے ذریعے سے پتہ چلا بہرکیف انہوں نے اس امر کی شکایت کی کہ ان پہاڑوں کے پیچھے یاجوج و ماجوج آباد ہیں جو ہمیں بہت ستاتے ہیں وہ ان دونو پہاڑوں کے درمیانی درے سے گزر کر ہمارا جانی و مالی ہر قسم کا نقصان کرتے ہیں جس سے ہم بہت تنگ ہیں لہٰذا ہم اخراجات کے لئے آپس میں چندہ کر کے آپ کو دیتے ہیں تاکہ اس

بَیْنَهُمْ رَدْمًا ﴿٩٥﴾ اٰتُوْنِیْ زُبَرَ الْحَدِیْدِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا سَاوٰى بَیْنَ الصَّدَفَیْنِ

ان کے درمیان دیوار لاؤ لوہے کے ٹکڑے یہانتک کہ جب برابر ہوگئی دونو پہاڑوں

قَالَ انْفُخُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِیْۤ اُفْرِغْ عَلَیْهِ قِطْرًا ﴿٩٦﴾

کے درمیان کی جگہ تو فرمایا پھونکو یہانتک کہ جب اس کو آگ بنادیا فرمایا لاؤ تاکہ ڈال دوں اس پر پگھلا ہوا تانبا

فَمَا اسْطَاعُوْۤا اَنْ یَّظْهَرُوْهُ وَ مَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿٩٧﴾ قَالَ هٰذَا

پس نہ ان کے بس میں تھا کہ اس پر چڑھ جائیں اور نہ ان کے بس میں تھا کہ سوراخ کرلیں فرمایا یہ

رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّیْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّیْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَ كَانَ وَعْدُ

رحم ہے میرے رب کی طرف سے تو جب آئے گا وعدہ میرے رب کا اس کو پیس دے گا اور ہے وعدہ میرے

رَبِّیْ حَقًّا ﴿٩٨﴾ وَ تَرَكْنَا بَعْضَهُمْ یَوْمَئِذٍ یَّمُوْجُ فِیْ بَعْضٍ وَّ نُفِخَ فِی

رب کا سچا اور چھوڑا ہم نے ان کو اس دن ایک دوسرے کے ساتھ گھلے ملے ہوئے اور پھونکا جائے گا

الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴿٩٩﴾ وَّ عَرَضْنَا جَهَنَّمَ یَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِیْنَ

صور میں پس ان کو جمع کریں گے اور پیش کریں گے جہنم کو اس دن کافروں پر

عَرْضَا ﴿١٠٠﴾ الَّذِیْنَ كَانَتْ اَعْیُنُهُمْ فِیْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِیْ وَ كَانُوْا

جن کی آنکھیں میری یاد سے پردہ میں تھیں اور وہ (حق بات کو) سن

درمیانی راہ کو بند کر دیا جائے اور ہمیں لوگوں کے شر سے محفوظ کیا جائے۔ آپ نے فرمایا میرے پاس اپنے پروردگار کی عطا کردہ دولت کافی ہے البتہ اگر بند تعمیر کرنا ہے تو مجھے جانی امداد دو اور کام کرنے کے لئے مزدور فراہم کرو۔ میں تمہارے اور ان لوگوں کے درمیان ایک مضبوط دیوار کھڑی کرتا ہوں جس کو نہ وہ گرا سکیں گے اور نہ اس میں سوراخ نکال سکیں گے اور نہ اوپر سے پھلانگ کر ادھر کا رُخ کر سکیں گے تفسیر برہان میں عیاشی سے منقول ہے کہ ذوالقرنین کا نام عیاش تھا اور ابن بابویہ کی روایت میں اس کا اصلی نام عبداللہ تھا۔ واللہ اعلم

اٰتُوْنِیْ ۔ آپ نے حکم دیا کہ لوہے کی ٹکڑے اکٹھے کئے جائیں چنانچہ تعمیل ارشاد میں دونو پہاڑوں کے درمیانی خالی جگہ کو لوہے سے بھر دیا گیا جب چوڑائی اور بلندی میں لوہے کا ڈھیر دونو طرف کی پہاڑیوں کے برابر ہوگیا تو آپ نے اس تمام لوہے کو آگ سے پگھلانے کا حکم دیا تاکہ سب یک جان ہو جائے اور کوئی سوراخ نہ بچے چنانچہ لوہے کو پھونکنیوں کے ذریعے سے آگ بنا دیا گیا

حتٰے کہ سارا لوہا پگھل کر ایک جسم ہوگیا اس کے بعد پیتل اور تانبا پگھلا کر اُوپر ڈال دیا گیا تاکہ مضبوط حصار بن جائے۔ چنانچہ اس عمل کے بعد وہ نہ اُوپر چڑھ کر اس کو عبور کر سکے اور نہ اس میں سوراخ نکال سکے۔

جَعَلَهٗ دَكًّا - یعنی جب وعدہ کا دن ہوگا تو وہ دیوار بحکم پروردگار زمین کے برابر ہو جائے گی اس سے ظہور قائم آلِ محمدؐ کا زمانہ مراد ہے اور یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ سدّ سکندری ایک لمبا بند نہیں تھا بلکہ دو پہاڑوں کے درمیان جو درّہ تھا جس سے لٹیرے گذر کر اس زمانہ کی مہذّب اقوام کو پریشان کرتے تھے ان کی رپورٹ پر آپ نے اس کو بند کر دیا تھا اور حسبِ ضرورت ہر زمانہ میں بادشاہ ایسا کیا کرتے ہیں۔ اس سے دیوارِ چین مراد لینا بلا دلیل ہے بعضوں نے اس کا مقام بحرِ روم کے قریب بیان کیا ہے اس کی بلندی دو سو ذراع اور چوڑائی پچاس ذراع بیان کی گئی ہے (مجمع البیان)

وَتَرَكْنَا - یعنی ان کی کثرت کا یہ عالم ہے کہ ان کو دیکھنے سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کا ایک سمندر ہے جو ٹھاٹھیں مار رہا ہے اور ممکن ہے اس سے مراد قیامت کا اجتماع ہو کہ بروزِ محشر لوگوں کی کثرت موجزن سمندر کی مثال ہوگی جبکہ نفخ صور ہوگا۔

نُفِخَ فِي الصُّوْرِ - نفخ صور پر مامور فرشتے کا نام اسرافیل ہے تفسیر مجمع البیان میں ہے نفخ صور تین مرتبہ ہوگا۔
(۱) پہلی دفعہ نفخ صور ہوگا تو تمام مخلوقات میں سنسنی چھا جائے گی اور لوگ متحیّر ہو جائیں گے۔ (۲) دوسری دفعہ نفخ صور ہوگا تو سب لوگ مر جائیں گے۔ (۳) تیسری دفعہ جب نفخ صور ہوگا تو لوگ دوبارہ زندہ ہو کر بارگاہِ ربوبیت میں پیش ہوں گے۔

عَنْ ذِكْرِيْ - تفسیر برہان میں بروایت علی بن ابراہیم امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس کی تفسیر میں مذکور ہے کہ ذکر سے مراد حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی ولایت ہے یعنی جو لوگ کافر ہیں ان کی آنکھوں پر پردہ ہے کہ ولایت علیؑ کی پہچان کر سکیں اور وہ لوگ از راہِ حسد علی کا ذکر سُن بھی نہیں سکتے اور بروایت ابن بابویہ مامون نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو آپ نے فرمایا آنکھوں کا پردہ ذکر خداوندی سے نہیں روکا کرتا کیونکہ ذکر آنکھوں سے دیکھنے کی شئی نہیں ہے بلکہ اس جگہ خدا نے حضرت علی کی ولا کے منکروں کی تشبیہ بیان کی ہے۔

انوارِ علمیّہ

(۱) بعض قاریوں نے اٰتُوْنِيْ کی بجائے اِئْتُوْنِيْ پڑھا ہے۔ پہلی صورت میں ہمزہ قطعی ہے اور دوسری صورت میں ہمزہ وصلی ہے جو پڑھنے میں نہیں آتا۔ نیز پہلی صورت میں بابِ افعال ایتاء سے ہے جو اعطاء کے مترادف ہے اور اس کے دو معانی ہیں (۱) ہبہ اور بخشش کے طور پر دینا۔ استحقاق کی بناء پر دینا پس اگر صیغہ اعطو ہو تو چونکہ یہ عطا سے ہے لہذا اس میں ہبہ اور بخشش کا مفہوم زیادہ واضح ہوتا ہے اور اگر آتِ ہو تو اس میں استحقاق کی بنا پر دینا واضح ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ آتِ کا لفظ دونو معنوں میں مشترک ہے لہذا بعض قاریوں نے اِئْتُوْنِيْ پڑھا ہے تاکہ ہبہ کے معنی کا احتمال بھی نہ رہے۔

(۲) استطاع میں تین صورتیں جائز ہیں۔ اِسْتَطَاعَ يَسْتَطِيْعُ (۲) اَسْطَاعَ يَسْطِيْعُ (۳) اِسْتَاعَ يَسْتِيْعُ
پہلی صورت میں باب استفعال ہے دوسری صورت میں باب افعال سے ہے اصل میں اَطَاعَ يُطِيْعُ تھا اجوف واوی میں قاعدہ

کی رُو سے واؤ الف سے بدل گئی تو واؤ کی حرکت کے عوض میں شروع میں ایک سین کا اضافہ کر دیا گیا پس اِسْطَاعَ ہو گیا جس طرح اَرَاقَ میں ھا کا اضافہ ہوا پس اَھْرَاقَ یُھْرِیْقُ پڑھا گیا۔ تیسری صورت میں باب استفعال استطاع میں تا اور طاء کے اجتماع میں ثقل محسوس کرتے ہوئے طاء کو حذف کر دیا گیا پس استاع ہو گیا۔

(۳) یاجوج و ماجوج۔ اگر ان دونو لفظوں کو عجمی قرار دیا جائے تو ان کی اصل تلاش کرنے کی ضرورت نہیں پس عجمہ و معرفہ ہونے کی وجہ سے ان کو غیر منصرف قرار دیا جائے گا اور اگر عربی لفظ قرار دیئے جائیں تو یاجُوج اگر ہمزہ کے ساتھ ہے تو اس کا مادہ اَجّ اور یفعول ہوگا اور اگر الف کے ساتھ ہے تو مادہ یجّ اور وزن فاعول ہوگا۔ اسی طرح ماجُوج کا لفظ اگر ہمزہ کے ساتھ ہو تو مفعول کے وزن پر مادہ اَجّ سے ہوگا گویا دونوں لفظوں کا مادہ ایک ہی ہوگا اور اگر الف کو زائد قرار دیا جائے تو وزن فاعول اور مادہ مجّ ہوگا۔ پس دونو لفظوں کی اصلیں جُدا جُدا ہوں گی اور دونو لفظیں دونو صورتوں میں غیر منصرف ہیں۔ تانیث اور معرفہ کی بناء پر۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے جناب رسالتمآبؐ سے یاجوج ماجوج کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا یاجُوج اور ماجُوج دو قوموں کے الگ الگ نام ہیں ہر قوم چار چار سو خاندانوں پر مشتمل ہے اور وہ اس قدر کثیر الاولاد ہوتے ہیں کہ ان میں سے ایک ایک مرد ایک ہزار افراد اولاد نرینہ میں سے دیکھ کر مرتا ہے۔ الحدیث۔ اور مشہور یہی ہے کہ یہ لوگ اولاد آدمؑ سے ہیں اور بقول وہب یافث بن نوح کی اولاد ہیں جو ترک قوم کا جدّ اعلیٰ ہے اور بقول سدی ترک و مغل دونو قومیں انہی کا حصہ ہیں کیونکہ دیوار کی تعمیر کے وقت یاجُوج و ماجوج اقوام کے جو افراد ڈاکہ زنی و لوٹ کھسوٹ کے لئے راستہ عبور کر کے آچکے تھے وہ دیوار تعمیر ہو جانے کے بعد واپس نہ جا سکے پس ادھر ہی رہ گئے اور ان علاقوں میں انہوں نے ایک مدت دراز تک اپنی حکومت قائم رکھی۔

ابوالحسن شعرانی محشی مجمع البیان میں تحریر فرماتے ہیں میں نے علماء ہند کی بعض کتب میں دیکھا ہے کہ یاجُوج و ماجُوج سے پوری یورپی اقوام مراد ہیں جو سکندر کے زمانہ میں وحشی قسم کے درندہ صفت انسان تھے اور اپنے ارد گرد کی بسنے والی کمزور اقوام کو قتل و غارت سے پریشان کئے رہتے تھے۔ پس حضرت سکندر ذوالقرنین نے ان کا راستہ بند کر کے امن قائم کیا۔ اور آج وہی لوگ ہیں جو اطرافِ دنیا پر چھائے ہوئے ہیں۔ نیز بعض لوگ چینی اقوام کو یاجُوج و ماجوج قرار دیتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

تفسیر مجمع البیان میں قتادہ کا قول ہے کہ یاجوج و ماجوج کے کل ۲۱ قبیلے تھے جب بند تعمیر ہوا تو ایک قبیلہ باہر رہ گیا اور وہی ترک ہیں۔

(۴) سد اور ردم میں فرق یہ ہے کہ سد دو دیواروں کے درمیان کو پُر کر دینے کو کہا جاتا ہے اور ردم پختہ طور پر اس کو بند کرنے پر اطلاق ہوتا ہے۔ ابن عباس سے منقول ہے اَلرَّدْمُ اَشَدُّ الْحِجَابِ یعنی ردم مضبوط رکاوٹ کا نام ہے اور بعض نے کہا ہے ھُوَ السَّدُّ الْمُتَرَاکِبُ بَعْضُہٗ عَلٰی بَعْضٍ۔ یعنی ردم اُس بند کو کہا جاتا ہے جو تہ بہ تہ کر کے زیادہ پختہ و مضبوط کیا گیا ہو۔

لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَمْعًا ﴿۱۰۱﴾ اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْۤا اَنْ یَّتَّخِذُوْا عِبَادِیْ

نہ سکتے تھے کیا خیال کرتے ہیں وہ جو کافر ہیں کہ پکڑیں میرے بندوں کو میرے سوا

(۵) خرج اور خراج میں متعدد فرق بیان کئے گئے ہیں۔

(۱) زمین سے نکلنے والی چیز کا نام خراج ہے اور مال سے نکلنے والے حصّہ کو خرج کہتے ہیں (۲) خراج کا اطلاق غلّہ پر اور خرج کا اطلاق نقدی پر ہوتا ہے (۳) خراج وہ ٹیکس ہے جو زمین سے وصول کیا جائے اور خرج وہ ٹیکس ہے جو آدمیوں پر لگایا جائے (۴) خراج وہ ٹیکس ہے جو سالانہ ادا کیا جائے اور خرج وہ ہے جو ایک دفعہ ادا کیا جائے۔

(۶) صدفین کو بعض قاریوں نے صاد اور دال کی زبر سے پڑھا ہے یعنی صَدَفَیْن اور بعضوں نے دونو کا ضمہ پڑھا ہے۔ یعنی صُدُفَین اور صدف کا معنی ہے پہاڑ کا کنارہ اور جائے اختتام۔

(۷) تفسیر برہان میں بروایت عیاشی حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ حضرت نوح کے بعد چار نبی بادشاہ ہوئے (۱) ذوالقرنین جنہوں نے تمام روئے زمین پر حکومت کی (۲) حضرت داؤد جن کی حکومت شام و گرد و نواح پر تھی (۳) حضرت سلیمان یہ حضرت داؤد کے وارث تھے (ان کی حکومت انسانوں کے علاوہ جنّوں اور حیوانوں پر بھی تھی) (۴) حضرت یوسف مصر کے بادشاہ تھے۔

(۸) حضرت ذوالقرنین کا زمانہ طوفانِ نوح کے بعد ہے اور بروایت برہان یہ پہلا شخص ہے جس نے زمین پر مکان بنانے کی ابتدا کی۔

(۹) بروایت ابن بابویہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ پوری روئے زمین کے حکمران چار آدمی گزرے ہیں۔ جن میں دو مومن تھے حضرت سلیمان اور ذوالقرنین اور دو کافر تھے نمرود اور بخت نصر۔ روئے زمین کی حکومت سے مراد یہ ہے کہ ان کے علاوہ اس زمانہ میں کوئی دوسری منظم حکومت نہ تھی اور انہی کو اقتدار اعلیٰ حاصل تھا اور یا یہ کہ دنیا کے مختلف خطوں کے باقی حکمران ان کے باجگذار تھے یا ان کے مقابلہ میں کالعدم تھے اور مشہور ہے کہ سکندر نے بوقت وفات اپنی ماں کو وصیت کی تھی کہ میرے دونو ہاتھ کفن سے باہر رکھنا تاکہ دنیا میرا جنازہ دیکھ کر عبرت حاصل کرے کہ عمل کے سوا کوئی شے انسان کے ساتھ نہیں جاتی۔ چنانچہ روئے زمین کا شہنشاہ بھی خالی ہاتھ جا رہا ہے۔ ع

سکندر جب چلا دنیا سے دونو ہاتھ خالی تھے

رکوع نمبر ۳

مشرکین کو تہدید

اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ۔ یعنی وہ لوگ جو منشاء خداوندی کے خلاف کام کرنے کے باوجود اللہ کے نیک بندوں کے متعلق یہ گمان کریں کہ وہ ہمیں عذاب پروردگار سے چھڑا لیں گے ان کا یہ مزعومہ بالکل باطل ہے خواہ کوئی فرشتوں کو خدا کا شریک بنائے یا عیسیٰ و عزیر کو شریک قرار دے یا محمدؐ و آل محمدؐ کو اس کا شریک مانے آیت مجیدہ کا خطاب سب کے لئے یکساں ہے۔ عبید اور عباد دونو عبد کی جمع ہیں لیکن عبید کا اطلاق غلاموں پر ہوتا ہے۔

مِنْ دُوْنِیْٓ اَوْلِیَآءَ ؕ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ﴿۱۰۲﴾ قُلْ

اپنا کار ساز تحقیق ہم نے تیار کیا ہے دوزخ کافروں کے لئے جائے رہائش کہہ دو

هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ﴿۱۰۳﴾ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي

کیا ہم تم کو بتائیں جو لوگ اعمال کے لحاظ سے خسارہ میں ہیں جن کی کوشش حیاتِ دنیا میں ضائع

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿۱۰۴﴾ اُولٰٓئِكَ

ہو گئی اور وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم اچھے عمل کر رہے ہیں وہ وہ لوگ ہیں

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا

جنہوں نے کفر کیا اپنے رب کی آیات سے اور اس کی ملاقات سے پس ضائع ہوئے ان کے عمل

نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ﴿۱۰۵﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا

پس نہ قائم کریں گے ہم بروز قیامت ان کے لئے میزان یہ ان کا بدلہ ہے دوزخ بوجہ کفر کے

وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ﴿۱۰۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ

اور یہ کہ بنایا انہوں نے ہماری آیات اور رسولوں کو جائے مسخری تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿۱۰۷﴾

عمل نیک بجا لائے جنت فردوس اُن کا ٹھکانا ہے۔

اور عباد کا اطلاق مطلق انسانوں پر ہوتا ہے۔

قُلْ هَلْ ۔ یعنی بعض لوگ ظاہری طور پر نیک اعمال بجا لاتے ہیں لیکن ان کے عقائد غلط ہوتے ہیں پس ایسے لوگوں کو اپنے اعمال کی بناء پر اترانا نہیں چاہیئے بلکہ ایسے لوگوں کے اعمال ضائع ہوں گے اور قیامت کے روز ان کا کوئی وزن نہ ہوگا بروایت احتجاج حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا اس آیتِ مجیدہ کے معداق اہل کتاب یہود و نصاریٰ میں سے وہ لوگ ہیں جو پہلے حق پر تھے پھر اپنے دین میں بدعت ایجاد کر کے غلط راہ پر گامزن ہوئے وہ اپنے خیال میں سمجھتے ہیں کہ ہم نیک اعمال بجا لا رہے ہیں حالانکہ ان کے اعمال ضائع اور رائیگاں ہیں۔ پس اس آیت کی تاویل مسلمانوں کے ان گروہوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے گی جو سنّتِ رسولؐ کو چھوڑ کر بدعات کے پیچھے پڑ گئے اور اپنی خواہشاتِ نفسانیہ کو مذہب کا پیشرو

خٰلِدِیْنَ فِیْهَا لَا یَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ﴿۱۰۸﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ

ہمیشہ اس میں ہوں گے کہ اس سے تبدیلی نہ چاہیں گے کہہ دے اگر سمندر سیاہی

مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ

ہو جائیں میرے رب کے کلمات کے لئے تو سمندر ختم ہو جائیں گے اس سے پہلے کہ رب کے کلمات

جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾ قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰۤى اِلَیَّ اَنَّمَاۤ

ختم ہوں اگرچہ اتنی سیاہی اور بھی ملا دیں کہہ دے میں تو تم جیسا انسان ہی ہوں مجھ پر وحی کی گئی ہے کہ تمہارا

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْیَعْمَلْ

معبود صرف ایک خدا ہے پس جو امید رکھتا ہے اپنے رب کے ثواب کی اسے نیک

عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾ ع

اعمال کرنے چاہئیں اور وہ عبادت پروردگار میں کسی کو شریک نہ کرے

قرار دے کر کفر کی وادی میں جا گرے۔

اَلْفِرْدَوْسِ ۔ وہ باغ جس میں ہر قسم کے میوہ جات اور پھول پھل موجود ہوں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ فردوس رومی زبان کا لفظ ہے اور عربی میں منتقل ہو کر آیا ہے اور جنت الفردوس جنت کے بہترین درجہ کا نام ہے تفسیر مجمع البیان میں جناب رسالتمآبؐ سے مروی ہے کہ جنت کے سو درجے ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان زمین و آسمان کا فاصلہ ہے اور فردوس سب سے بلند ہے اور جنت کی چاروں نہریں اس سے نکلتی ہیں (یعنی دودھ پانی شہد اور شراب) تفسیر قمی سے منقول ہے کہ اس آیت کے مصداق ابوذر سلمان مقداد اور عمار بن یاسر ہیں۔

لِكَلِمٰتِ رَبِّیْ ۔ اس مقام پر کلمات پروردگار سے مراد اس کی قدرتیں حکمتیں علمی وسعتیں اور نعمتیں ہیں چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کا امتحان کلمات سے لیا گیا اور حضرت آدم علیہ السلام کو بھی کلمات تعلیم کئے گئے۔ پس حضرت ابراہیمؑ کو نتیجہ میں امامت ملی اور آدمؑ کو صفوت نصیب ہوئی۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے متعلق حضور سرور کائناتؐ سے مروی ہے کہ اگر سمندر سیاہی ہوں جن و انسان تحریر کرنے والے ہوں تو علیؑ کے فضائل کا شمار نہیں کر سکیں گے۔

شرک عملی سے منع

فَلْیَعْمَلْ ۔ مقصد یہ ہے کہ عمل صالح صرف خوشنودی پروردگار کے لئے ہونا چاہیئے۔ اس میں دوسرے کسی کی خوشنودی حتی کہ اپنے نفس کی خوشنودی بھی ملحوظ نہ ہو چنانچہ تفسیر مجمع البیان

میں ہے ایک شخص نے جناب رسالتمآبؐ سے گذارش کی کہ میں اللہ کے لئے صدقہ کرتا ہوں اور صلہ رحمی کرتا ہوں لیکن اس کا ذکر کیا جائے اور میری تعریف کی جائے تو خوش ہوتا ہوں۔ یہ سنتے ہی آپ خاموش ہوگئے پس یہی آیت نازل ہوئی۔ پس یہاں شرک عملی سے منع کیا گیا ہے۔ یعنی عمل صرف خوشنودئ خالق کے لئے ہو اسی لئے عبادت پروردگار میں شرک کرنے سے بچنے کی دعوت ہے اور حدیث میں ہے جو نماز ریاکاری کے لئے پڑھے یا جو شخص روزہ ریا کے لئے رکھے تو گویا اُس نے شرک کیا۔

ایک دفعہ امام رضا علیہ السلام مامون کے پاس پہنچے تو وہ وضو کر رہا تھا اور غلام اس کے ہاتھ پر پانی ڈالتا تھا آپ نے فرمایا عبادت پروردگار میں کسی کو شریک نہ بناؤ۔ پس مامون نے غلام کو رخصت کردیا اور خود پانی ڈال کر وضو کیا۔

تفسیر برہان میں بروایت کافی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے اگر کوئی شخص رضائے خداوندی کے لئے نہیں بلکہ نیک کام اس لئے کرے کہ لوگوں میں اس کا چرچا ہو جائے تو ایسا شخص عمل میں مشرک ہے۔

بروایت علی بن ابراہیم حضرت رسالتمآبؐ سے آیت مجیدہ کا معنی دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا جو شخص نماز ریا کے لئے پڑھے تو مشرک ہے جو شخص زکوٰۃ ریاکاری کے لئے دے تو وہ مشرک ہے جو شخص روزہ دکھلاوے کا رکھے تو وہ مشرک ہے اور جو شخص حج ریا کے لئے کرے تو وہ مشرک ہے غرضیکہ خدا ریاکاری کا کوئی عمل قبول نہیں فرماتا اور یہ شرک عملی ہے جو موجب کفر نہیں اور شرک اعتقادی موجب کفر ہوتا ہے۔

تنبیہ شرک کی دو قسمیں ہیں (۱) شرک اعتقادی (۲) شرک عملی۔
پہلی قسم کا شرک قابل بخشش نہیں یعنی خدا کی ذات وصفات عبادت اور افعال میں کسی کو شریک قرار دینا اور اسی کے متعلق ارشاد ہے کہ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ۔ نیز فرمایا کہ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ۔ یعنی شرک کا گناہ نہ بخشا جائے گا ایک اور مقام پر فرمایا جو شرک کرے خدا نے اس پر جنّت کو حرام قرار دیا ہے اور اس کی تفصیل ہم نے کتاب لمعۃ الانوار فی عقائد الابرار میں بیان کی ہے

دوسری قسم کا شرک یعنی ریاکاری وغیرہ، یعنی ایسی عملی لغزشیں جن پر احادیث میں شرک کا اطلاق کیا گیا ہے اگرچہ عمل میں خشوع وخضوع کے سخت منافی ہیں اسی لئے احادیث میں اس کی سخت مذمت وارد ہوئی ہے لیکن خداوند کریم کے رحم وکرم اور اس کے فیض عمیم اور فضل جسیم سے بعید نہیں کہ اسے بخش دے چنانچہ بروایت عیاشی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اسی آیت مجیدہ کی تفسیر میں منقول ہے کہ جو شخص نماز روزہ حج اور غلام آزاد اس لئے کرے کہ لوگ اُسے واہ واہ کہیں تو وہ اپنے عمل میں مشرک ہے لیکن اس کا یہ شرک قابل بخشش ہے۔ (ملخص از صافی)

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ بِجَاهِ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهِ الطَّاهِرِيْنَ۔

وضاحت آیت مجیدہ میں ان لوگوں کے لئے درس ہے جو بشریت اور رسالت کو ایک دوسرے کے

منافی جانتے ہیں۔ آیت میں صاف اعلان ہے کہ آپ واشگاف الفاظ میں کہہ دیں میں تم جیسا کھاتا پیتا سوتا جاگتا ایک بشر ہوں اور خدا نے مجھے نعمتِ نبوّت سے سرفراز فرمایا ہے اور جس دنیاوی لحاظ سے بعض لوگ نعمات سے سرفراز ہوتے ہیں اور دوسرے اُن سے محروم ہوتے ہیں۔ اسی طرح یہ بات بھی قابلِ تعجب نہیں کہ خدا نے مجھے نبوّت عطا کی ہے اور اسی معنی کی ایک حدیث امام حسن عسکری علیہ السلام سے تفسیر برہان میں منقول ہے۔

سُورَۂ مَرْیَمْ

یہ سورۂ مکیہ ہے۔
اس کی آیات کی تعداد ۹۸ ہے۔ اور بسم اللہ کو ملانے سے آیات کی کُل تعداد ۹۹ ہو گی۔

مجمع البیان میں ہے جو شخص سُورۂ مریم کی تلاوت کرے گا حضرت زکریا یحییٰ مریم عیسیٰ موسیٰ ہارون ابراہیم اسحق، یعقوب اور حضرت اسماعیل علیہم السّلام کی تصدیق یا تکذیب کرنے والوں کی تعداد سے دس گنا نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں درج ہوں گی۔ اسی طرح جن لوگوں نے اللہ کے لئے اولاد تجویز کی یا جن لوگوں نے اللہ سے اولاد کی نفی کی ان کے برابر اس کے نامہ میں نیکیاں لکھی جائیں گی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے جو شخص ہمیشہ سورہ مریم کی تلاوت کرے گا وہ اپنے نفس مال اور اولاد میں تونگری دیکھ کر مرے گا اور آخرت میں حضرت عیسیٰ کے دوستوں سے ہوگا اور اس کو اس قدر ملک عطا ہوگا جتنا دنیا میں حضرت سلیمان بن داؤد کو عطا ہُوا تھا۔

تفسیر برہان میں ہے جو شخص اس کو لکھ کر اپنے پاس رکھے وہ نیند میں اچھائی دیکھے گا اگر گھر کی کسی دیوار پر لکھے تو چوری ڈاکے اور ہر قسم کی آفت سے محفوظ رہے گا اور اگر خوف زدہ انسان اس کو پٹے گا تو امن میں رہے گا۔

امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے اس سورہ کو لکھ کر تنگ منہ والی شیشی میں بند کر کے گھر میں رکھنے سے خیر و برکت زیادہ ہو گی۔

فوائد القرآن میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ اگر کوئی انسان کسی جابر سلطان کے دربار میں جائے کہٰیٰعص کہہ کر ایک ایک حرف کے ساتھ داہنے ہاتھ کی انگلیاں بند کرتا جائے اور پھر حٰمعسق کہہ کر ایک ایک حرف سے بائیں ہاتھ کی انگلیاں بند کرتا جائے پھر حاکم کے سامنے چپکے سے پڑھے عَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ وَخَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا اس کے بعد انگلیاں کھول دے۔ انشاء اللہ اس کے شر سے محفوظ رہے گا۔

◎

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

کٓہٰیٰعٓصٓ ۝۱ ذِکۡرُ رَحۡمَتِ رَبِّکَ عَبۡدَہٗ زَکَرِیَّا ۝۲ اِذۡ نَادٰی

کھیعص یہ ذکر ہے تیرے رب کی رحمت کا اپنے بندے زکریا پر جب اُس

رَبَّہٗ نِدَآءً خَفِیًّا ۝۳ قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ وَہَنَ الۡعَظۡمُ مِنِّیۡ وَاشۡتَعَلَ

نے پکارا اپنے رب کو آہستہ کہا اے رب میری ہڈی کمزور ہوگئی اور سر سفید ہوگیا بڑھاپے

الرَّاۡسُ شَیۡبًا وَّلَمۡ اَکُنۡۢ بِدُعَآئِکَ رَبِّ شَقِیًّا ۝۴ وَاِنِّیۡ خِفۡتُ

سے اور میں تیری دعا سے مایُوس نہیں ہوں اور مجھے ڈر ہے

رکوع نمبر ۴

کٓہٰیٰعٓصٓ۔ تفسیر صافی میں بروایت اکمال حضرت حجّت علیہ السلام سے اس کی تاویل اس طرح منقول ہے کہ یہ اخبار غیب میں سے ہے جس کی اطلاع اللہ نے حضرت زکریا کو دی اور رسولِ خدا پر اس کا قصہ پیش کیا۔ حضرت زکریاؑ نے اللہ سے دعا مانگی کہ مجھے پنجتن کے نام تعلیم فرما چنانچہ ان کو تعلیم کئے گئے۔ پس جب حضرت زکریاؑ محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ اور حسنؑ کے نام لیتے تھے تو غم دُور ہو جاتا۔ لیکن جب حسینؑ کا نام آتا تو دل بھر آتا اور آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا جاتیں۔ ایک دن مناجات میں عرض کی اے پروردگار چار ناموں سے تو میرے دل کو تسکین پہنچتی ہے لیکن پانچویں نام سے مجھے گریہ طاری ہو جاتا ہے اور رونے کے لئے بے بس ہو جاتا ہوں پس کٓہٰیٰعٓصٓ نازل ہوئی۔ یعنی کاف سے مراد کربلا ہا سے مراد ہلاکت عترت یا سے یزید عین سے عطش اور صاد سے صبر مراد ہے یہ سنتے ہی حضرت زکریا تین دن متواتر مسجد سے باہر نہ نکلے اور صفِ ماتم بچھا کر محوِ گریہ و بُکا رہے اور یہی کہتے تھے کہ اے اللہ کیا تو علیؑ و فاطمہؑ اور مخلوق کے سرور کو اپنے بیٹے کی مصیبت دے گا؟ اور دعا مانگتے تھے کہ مجھے عالم ضعیفی میں بیٹا عطا کر جو میرا وارث اور وصی ہو اور مجھے اس کی محبت عطا فرما پھر مجھے اس کی مصیبت میں مبتلا کر پس خُدا نے اُن کو یحییٰ عطا فرمایا اور پھر اس کو شرفِ شہادت بھی عطا کیا اور حضرت حسینؑ اور حضرت یحییٰ کی مدّت حمل چھ ماہ تھی۔ (ملخصًا)

حروف مقطعات قرآنیہ کے متعلق مفسّرین کے اقوال اور قدرے تفصیل کی دوسری جلد ۵۶ پر گزر چکی ہے۔ اس مقام پر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے اس کی تاویل منقول ہے کہ کاف سے مراد کربلا ھاء سے مراد ہلاکت یا سے مراد یزید عین سے عطش (پیاس) اور صاد سے مراد صبر ہے گویا یہ صرف شہادتِ عظمیٰ حضرت امام حسین علیہ السلام کے ذکر کا اجمالی خاکہ

الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ وَكَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ

وارثوں کا اپنے بعد اور میری عورت بانجھ ہے پس بخش مجھے اپنی طرف سے

وَلِیًّا ﴿۵﴾ یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا ﴿۶﴾

ولی (بیٹا) جو میرا وارث ہو اور وارث ہو آل یعقوب سے اور کر اس کو اے رب برگزیدہ (جواب ملا)

ہیں۔ ایک روایت میں کاف سے کریم ھا سے ہادی یا سے حکیم عین سے علیم اور صاد سے صادق مراد ہے اور تیسری روایت میں کاف سے مراد کافی ھا سے مراد ھادی یا سے مراد اس کا ید (ہاتھ) جو تمام ہاتھوں سے بلند ہے عین سے مراد عالم اور صاد سے مراد صادق الوعد ہے گویا ان دونوں روایتوں کے ماتحت یہ اللہ سبحانہ کے اسماء علیا کا مخفف ہے اور اسی بناء پر حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے ایک دعا میں یا کھیعص کے خطاب سے دعا مانگنا منقول ہے (از مجمع)

ذِكْرُ رَحْمَتِ ۔ یعنی تیرے رب نے جو اپنے بندے زکریا پر رحمت نازل فرمائی یہ اس کا ذکر ہے حضرت زکریا کا سلسلۂ نسب حضرت موسےٰ کے بھائی حضرت ہارون سے جاکر ملتا ہے اور وہ لاوی بن یعقوب کی نسل سے ہے اور ان کی زوجہ حضرت مریم بتول کی خالہ یا بہن تھی جس کا سلسلۂ نسب حضرت سلیمان بن داؤد سے ملتا ہے اور وہ یہودا ابن یعقوب کی اولاد سے تھے۔

نِدَآءً خَفِیًّا ۔ یعنی طلب اولاد کے لئے آہستہ آہستہ دعا مانگتے تھے یا تو اس لئے کہ ایسی دعا ریاکاری کے عیب سے پاک و پاکیزہ اور دولت خلوص سے بھرپور ہوتی ہے اور حدیث میں بھی ہے کہ بہتر دعا وہ ہے جو آہستہ مانگی جائے اور بہتر رزق وہ ہے جو کافی ہو رہے اور آیت مجیدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جہری دعا سے آہستہ کی دعا اچھی ہے اور وہ مقبولیت کے زیادہ قریب ہے اور آہستہ دعا مانگنے کی دوسری وجہ یہ بھی بتائی گئی ہے کہ شرم کے مارے ایسا کرتے تھے اگر وہ باآواز بلند مانگتے تو چونکہ ضعیف العمر تھے لہٰذا لوگوں کی بالخصوص جہلا طبقہ کی مسخری اور مخول بازی کا محور بن جاتے۔

لَمْ اَكُنْ ۔ یعنی اس سے قبل جس قدر دعائیں مانگ چکا ہوں ان میں مجھے ناکامی نہیں ہوئی اور مایوسی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ لہٰذا آئندہ کی دعاؤں میں بھی مایوس نہیں ہوں۔ تفسیر صافی میں بروایت علل حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت ابراہیمؑ سے پہلے بالوں میں سفیدی نہ ہوتی تھی۔ جب حضرت ابراہیمؑ نے پہلے پہل سفید بال دیکھے تو پوچھا کہ اے پروردگار یہ کیا ہے تو جواب ملا کہ یہ وقار ہے تو دعا مانگی کہ اے پروردگار میرے وقار کو زیادہ کر۔

یَرِثُنِیْ ۔ اس مقام پر مفسرین اہل سنت نبوت کا ورثہ مراد لیتے ہیں تاکہ نبیوں کی مالی وراثت کا انکار کر کے جناب بتول معظمہ کے مقدمۂ فدک کی تردید کی جاسکے۔ علامہ طبرسی تفسیر مجمع البیان میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہمارے علماء اعلام رضوان اللہ علیہم اس آیت مجیدہ سے انبیاء کی مالی وراثت ثابت کرتے ہیں۔ کیونکہ لغت اور شریعت میں میراث کا اطلاق اس ترکہ پر ہوا کرتا ہے جس کا مورث سے وارث کی طرف انتقال ہوسکے اور وہ مال ہی ہے ہاں اگر مال کے علاوہ کسی صفت کے انتقال پر

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۣ اسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ

اے زکریا ہم تجھے خوش خبری دیتے ہیں لڑکے کی جس کا نام یحیٰ ہوگا کہ نہیں بنایا ہم نے اس سے پہلے

سَمِيًّا ۝۷ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا

اس کا ہم نام کہا اے رب کیسے ہوگا میرا لڑکا حالانکہ میری عورت بانجھ ہے

وراثت کا اطلاق ہو جائے تو اُسے مجاز قرار دیا جائے گا اور جہاں حقیقت اور مجاز دونو کا لفظ سے احتمال ہو سکتا ہو اور قرینہ قائم نہ ہو تو یقیناً لفظ کو معنیٔ حقیقی پر ہی محمول کیا جائے گا اور آیت مجیدہ میں مجاز کے منافی قرینہ موجود ہے جو معنیٔ حقیقی کی تعیین پر دلالت کرتا ہے کیونکہ بعد میں ارشاد ہوتا ہے۔ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا۔ (اے رب اس کو پسندیدہ و برگزیدہ قرار دے) اگر وراثت سے معنیٔ مجازی یعنی علم و نبوّت کا انتقال مراد لیا جائے تو اس کے پسندیدہ ہونے کی دعا مانگنا لغو ہے اس لئے کہ نبی ہوتا ہی وہی ہے جو پسندیدہ و برگزیدہ ہو یہ دعا تو پھر اس طرح ہو جائے گی کہ کہا جائے اے اللہ تو نبی بھیج اور اس کو عقل و فہم بھی عطا فرما البتہ مالی وراثت کی صورت میں اس کی برگزیدگی کی دعا بجا و برمحل ہے۔ نیز تمہید میں ان کے الفاظ یہ ہیں کہ مجھے وارثوں کا ڈر ہے۔ حالانکہ علم اور نبوّت میں وارثوں کا ڈر بے معنی ہے وہ جانتے تھے کہ خدا عہدۂ نبوّت جس کو عطا فرماتا ہے وہ اس کے لئے اہل کا انتخاب کرتا ہے جب نااہل کو یہ عہدہ مل نہیں سکتا اور نااہل مجازی طور پر عہدہ نبوّت کا وارث ہو نہیں سکتا تو زکریا کا ڈر کیا معنی رکھتا ہے البتہ مالی وراثت اہل و نااہل سب کو پہنچ سکتی ہے لہذا اس میں نااہل سے ڈر ہو سکتا ہے اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ مالی وراثت جب ہر ایک کو پہنچ سکتی ہے تو حضرت زکریا نے بخل سے کام لیتے ہوئے اپنا ڈر کیوں جتلایا۔ پس جس طرح عہدۂ نبوّت کا نااہل تک پہنچنے کا ڈر بے معنی تھا اسی طرح مال و ترکہ کے نااہل وارثوں کا ڈر بھی مہمل ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ عہدۂ نبوت تو چونکہ نااہل کو مل نہیں سکتا اس لئے ڈر بے محل ہے لیکن مال چونکہ نااہل پا سکتے ہیں لہذا ڈر اس لئے تھا کہ اس کو معصیت اور گناہ کے کاموں میں وہ خرچ کریں گے پس ایک نیک آدمی کا یہ خوف کرنا کہ میرا حلال مال کارِ حرام میں صرف نہ ہو اور اس سے فاسق اور بدکار لوگ اپنی بدکاریوں کے لئے فائدہ نہ اٹھائیں بخل نہیں بلکہ اس کو بخل کہنا حماقت ہے کیونکہ یہ صفت اللہ کے نزدیک پسندیدہ صفات میں سے ہے۔

تفسیر صافی میں ہے کہ بنی اسرائیل کے ہدیے اور تحفے احبار کو ملا کرتے تھے اور حضرت زکریا ان سب کے رئیس تھے نیز حضرت زکریا کی بیوی حضرت مریم کی خالہ یا بہن تھی اور مریم کا باپ عمران اور چچا یعقوب ماثان کے بیٹے بنی اسرائیل کے رئیس اور حاکم تھے اور یہ حضرت سلیمان کی اولاد میں سے تھے۔

حضرت امام حسینؑ اور حضرت یحییٰ میں مشابہت

لَمْ نَجْعَلْ (۱) آیت مجیدہ میں حضرت یحییٰ کی دو فضیلتیں بیان کی گئی ہیں ایک یہ کہ ان کا نام حضرت رب العزت جل سبحانہٗ

وَقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ﴿٨﴾ قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ

اور تحقیق پہنچ چکا ہوں میں بڑھاپے کی آخری منزل میں ؟ کہا اسی طرح فرمایا تیرے رب نے کہ

عَلَيَّ هَيِّنٌ وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا ﴿٩﴾ قَالَ رَبِّ

یہ مجھ پر آسان ہے اور میں نے تجھے پہلے پیدا کیا حالانکہ تو کچھ نہ تھا کہا اے رب

نے رکھا اور دوسرے یہ کہ ان سے پہلے یہ نام کسی کا نہ رکھا گیا اور امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ امام حسین علیہ السّلام بھی اسی طرح تھے کہ ایک تو خود حضرت حق سبحانہ نے ان کا نام رکھا اور دوسرے ان سے پہلے کسی کا نام حسین نہیں رکھا گیا۔

(۲) آپ نے فرمایا کہ حضرت یحییٰ کے قتل کے بعد چالیس دن تک سُورج نے بکا کیا اور امام حسین کے قتل کے بعد بھی سورج چالیس دن رو دیا جب آپ سے سوال کیا گیا کہ سُورج کے رونے کا کیا مقصد ہے تو آپ نے فرمایا کہ طلوع و غروب کے وقت اس کا رنگ سُرخ ہو جاتا ہے۔

(۳) حضرت امام حسین اور حضرت یحییٰ دونوں کے حمل کی مدت چھ چھ ماہ تھی۔

(۴) حضرت یحییٰ کا قاتل ولدالزنا تھا اور امام حسین کا قاتل بھی ولدالزنا تھا۔

(۵) ان دونوں کے قتل پر آسمان خون رو دیا جو کپڑا رکھتے تھے اس پر سُرخ چھینٹے پڑ جاتے تھے۔

(۶) امام زین العابدین علیہ السّلام سے مروی ہے کہ دورانِ سفر میں حضرت امام حسین علیہ السّلام حضرت یحییٰ کا بہت ذکر فرماتے تھے کہ دنیا کی ذلّت اور بے قدری کا ہی نتیجہ ہے کہ حضرت یحییٰ بن زکریّا کا سر بنی اسرائیل کی ایک بدکار عورت کو ہدیہ پیش کیا گیا شاید اس سے آپ اس امر کی طرف اشارہ فرما رہے تھے کہ میرا سر بھی دنیا کے بدترین انسان کے سامنے ہدیہ طور پر پیش کیا جائے گا۔

قَالَ رَبِّ ۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ زکریا نے دعا کا سلسلہ ہی جوانی کی گھڑیاں گذر جانے کے بعد شروع کیا لیکن چونکہ دُعا جوانی کے بعد مقبول ہوئی اور اثر استجابت اب ظاہر ہوا۔ اس لئے اس زمانہ میں ان کے دعا مانگنے کا ذکر کیا گیا۔ یقیناً آپ ایّامِ شباب میں بھی طلب فرزند کی دُعا مانگتے تھے اور دعا مانگتے مانگتے جوانی ختم ہو گئی اور بڑھاپا پورے جسم پر مسلط ہو گیا لیکن سلسلۂ دعا کو منقطع نہ کیا اور عوام النّاس کے لئے آپ کا یہ طریقہ مشعلِ راہِ ہدایت ہے کہ اگر فوری طور پر استجابت دعا نہ ہو تو مایوس ہو کر ترکِ دعا نہ کرنا چاہیئے چنانچہ حضرت زکریا کی دعا کے الفاظ ہیں۔ اے پروردگار میں تیری دُعا سے بدظن اور نااُمید نہیں ہوں اور خداوند کریم کے علم میں تھا کہ میں اس کو فرزند عطا کروں گا لیکن جوانی میں نہ دیا اور بڑھاپے میں عطا فرمایا اور یہ بات واضح کر دی کہ میں دعا قبول کرنے میں نبیوں کی خواہش کا بھی پابند نہیں ہوں بلکہ جسے دیتا ہوں اپنی مرضی کے مطابق دیتا ہوں اور میرا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں یہ الگ بات ہے کہ ہر ایک کو اپنی حکمت پر مطلع نہیں کرتا۔

حضرت زکریا نے سوال کیا کہ کیسے بیٹا دے گا حالانکہ میری عورت بانجھ اور میں بوڑھا ہوں اس کا یہ مطلب نہیں کہ

اجْعَلْ لِّيْ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ⑩

مقرر کر میرے لیے نشانی فرمایا تیری نشانی یہ ہے کہ تو لوگوں کے ساتھ نہ بولے گا تین دن پے در پے

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً

پس وہ نکلے اپنی قوم پر محراب سے تو ان کی طرف اشارہ کیا کہ تسبیح کرو صبح

حضرت زکریا کو خدا کی قدرت پر شک تھا کیونکہ پہلے فرما چکے تھے کہ میں تیری دعا سے مایوس نہیں ہوں گویا خدا کے قادر ہونے پر یقین کامل تھا تو دعا سے مایوس نہ تھے۔ بنابریں اس سوال کا مقصد یہ ہے کہ کیا تو مجھے جوانی دوبارہ عطا کر کے بیٹا دے گا۔ اور میری عورت کو دوبارہ جوان کرے گا یا اسی موجودہ صورت میں بیٹا دے گا تو ارشاد باری ہوا کہ اسی حالت میں بیٹا دوں گا کیونکہ جس طرح تجھے پہلی بار پیدا کرنا میرے لئے مشکل نہیں تھا اسی طرح بڑھاپے اور بانجھ پن کی رکاوٹوں کو دور کرنا بھی میرے لئے مشکل نہیں ہے اور تفسیر صافی میں بروایت کافی معصوم سے منقول ہے کہ خدا نے حضرت عیسےٰ سے فرمایا کہ یحییٰ بھی تیری نظیر ہے کہ تجھ کو میں نے بغیر باپ کے پیدا کیا اور یحییٰ کی ماں کو میں نے یحییٰ اس حالت میں عطا کیا جب کہ عورت و مرد میں قوتیں ختم ہو چکی تھیں پس جس طرح تو میری قدرت کا مظہر ہے اسی طرح وہ بھی میری سلطنت کا مظہر ہے۔

قَالَ رَبِّ۔ بیٹے کی بشارت کے بعد پھر درخواست کی کہ اے پروردگار مجھے کوئی ایسی نشانی عطا فرما جس سے میں سمجھ جاؤں کہ اب بچہ عطا ہونے والا ہے اور لوگوں کو پتہ چل جائے۔ چنانچہ ارشاد قدرت ہوا۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ تین دن تک لوگوں سے تو ہم کلام نہ ہو سکے گا۔ یہاں تین راتوں سے مراد تین شب و روز ہیں پس آپ تورات پڑھتے ذکر خدا کرتے تو ٹھیک ہوتے۔ لیکن جب لوگوں سے بولنا چاہتے تو زبان بند ہو جاتی چنانچہ پہلی بار جب محراب عبادت سے نکل کر باہر آئے تو زبان کو بند پایا پس لوگوں کو اشارے سے حمد خدا بجالانے کا حکم دیا اور لوگ چونکہ اس حقیقت کو جانتے تھے پس ان کو بھی آپ کی دعا کی منظوری کا یقین ہو گیا اور وہ تسبیح و تقدیس پروردگار میں مشغول ہوئے۔

مصلائے نماز کو محراب اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ شیطان کے جنگ کرنے کا مقام ہوتا ہے اور یہ کہ اس کا اصل استعمال شرفا کی مجالس کے لئے ہے اس کے بعد جائے عبادت پر استعمال ہوا اور ہمارے ہاں مسجد میں پیش نماز کے مقام نماز کو بالخصوص محراب کہا جاتا ہے جو کثیر الاستعمال مجاز ہونے کے بعد حقیقت کا لباس پہن چکا ہے تفسیر کی تیسری جلد میں صد ۲۲۳ پر محراب کے متعلق بیان ہو چکا ہے۔

يَا يَحْيٰى۔ یہاں عبارت محذوف ہے اور اختصار سے کام لیا گیا ہے یعنی زکریا کی دعا مستجاب ہوئی اور ہم نے اس کو بچہ عطا کیا اور اس کو علم و حکمت عطا کی پھر خطاب کیا اے یحییٰ کتاب تورات کو اپنی خداداد قوت کے ساتھ سنبھال لو۔ کہتے ہیں کہ حضرت زکریا صبح اور مغربین کی نمازیں لوگوں کو پڑھاتے تھے اور ایک بالاخانہ میں خود مصروف عبادت رہتے تھے۔ جس میں سیڑھی

وَّعَشِيًّا ﴿۱۱﴾ يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ۭ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ﴿۱۲﴾

و شام اے یحیٰی لو کتاب کو قوت سے اور ہم نے دی تھی نبوت اس کو بچپنے میں

وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ۭ وَكَانَ تَقِيًّا ﴿۱۳﴾ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ

اور نرمی اپنی جانب سے اور پاکیزگی اور تھا متقی اور احسان کرنے والا ماں باپ کے

يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ﴿۱۴﴾ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ

ساتھ اور نہیں تھا سرکش نافرمان اور سلام ہے اس پر یوم پیدائش اور یوم موت اور اس دن

وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ﴿۱۵﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ

جب زندہ مبعوث ہوگا اور پڑھو قرآن میں مریم (کا قصہ) جب الگ ہوئی

کے ذریعہ سے چڑھتے تھے پس زبان بندی کے بعد انہوں نے جھانک کر جب اشارہ کیا تو لوگوں کو پتہ لگا کہ ان کو اولاد ملنے کا زمانہ قریب آچکا ہے اور تین شب و روز آپ کی زبان بند رہی۔

اٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ۔ ابن عباس کا قول ہے کہ تین برس کی عمر میں ان کو نبوت ملی۔ بروایت عیاشی علی بن اسباط سے منقول ہے کہ مصر جاتے ہوئے میں مدینہ سے گزرا تاکہ امام محمد تقی علیہ السلام کا حال معلوم کرکے جاؤں اور مصری شیعوں کو اطلاع دوں چنانچہ جب میں نے زیارت کی تو اس وقت آپ کی عمر شریف پانچ برس تھی پس میں نہایت غور سے دیکھنے لگا تو آپ نے فرمایا۔ اے علیؑ خدا نے امامت میں وہی دستور اختیار فرمایا ہے جو نبوت میں اس کا دستور رہا ہے۔ چنانچہ بعض نبی چالیس سال بعد مبعوث ہوئے اور بعض نبیوں کو بچپنے سے ہی یہ عہدہ تفویض کر دیا گیا۔

ایک دفعہ اپنے ہم سن بچوں نے حضرت یحیٰی سے کھیلنے کو کہا تو آپ نے فرمایا کہ ہم لوگ لہو و لعب کے لئے پیدا نہیں کئے گئے

حَنَانًا۔ یعنی رحم کرنا یا خوفِ خدا میں گریہ کرنا اور عبادت میں جھکا رہنا ہم نے اس کو عطا کیا۔

سَلٰمٌ عَلَيْهِ۔ چونکہ انسان کے لئے توحش کے تین مقام ہیں۔ وقتِ پیدائش جب ایک نئی فضا میں آنکھیں کھولتا ہے۔ وقتِ موت کہ جب اہل انس سے آنکھیں بند کرکے ایک غیر معلوم جانب کی طرف روانہ ہوتا ہے اور تیسرا یوم محشر۔ پس خدا نے ہر سہ مقامات پر حضرت یحیٰی کے لئے سلامتی کا وعدہ کیا ہے۔

تفسیر صافی میں بروایت محاسن امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب حضرت یحیٰی اپنی دعا میں یارب یا اللہ کہتے تھے تو آسمان سے ندا آتی تھی لبیک یا یحیٰی جو کچھ مانگنا ہے بے شک مانگ لو۔ اور تفسیر امام سے منقول ہے کہ چار بچے ایسے ہیں جو بچپنے میں بھی کامل العقل تھے۔ حضرت عیسیٰؑ حضرت یحیٰی حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ۔

مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿١٦﴾ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا

اپنی اہل سے ایک مکان میں جو جانب مشرق تھا پس تان لیا ان کے آگے ایک پردہ تو بھیجا ہم نے

فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿١٧﴾ قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ

اس کی طرف اپنا روح پس وہ اس کے پاس ٹھیک انسان کی شکل بن گیا کہنے لگی میں اللہ کی پناہ چاہتی

بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿١٨﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ

ہوں اگر تو خوف خدا رکھتا ہے اس نے کہا میں تو صرف قاصد ہوں تیرے رب کا کہ تجھے

لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿١٩﴾ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ

پاکیزہ بچہ دینے آیا ہوں کہنے لگی میرا بچہ کیسا ہوگا ؟ حالانکہ مجھے کسی مرد نے ہاتھ نہیں لگایا اور نہ

رکوع نمبر ۵
حضرت عیسیٰ کی ولادت

وَاذْكُرْ ۔ یعنی قرآن میں مریم کا ذکر پڑھو کیوں کہ قدرت خداوندی اور اس کی صنعت و حکمت میں اس کا عجیب مظاہرہ ہے عبادت کے لئے حضرت مریم نے اپنے اہل وعیال سے الگ تھلگ جانب مشرق میں ایک جگہ تجویز کی جس میں تنہا مصروف عبادت رہا کرتی تھیں تاکہ لوگوں کی بول چال اور شوروغل اس کی یکسوئی اور خضوع وخشوع میں خلل انداز نہ ہو۔ بنابریں ان کی جانب سے اس نے پردہ کھینچ لیا۔ پس خدا نے جبریل کو بھیجا اور شرافت وعظمت کی بنا پر اس کو اپنا روح کہہ کر ذکر فرمایا پس عالم تنہائی میں حضرت جبریل ایک بے ریش نوجوان مرد کی شکل میں ان کے پاس آیا پاکدامن خاتون دیکھتے ہی یک لخت گھبرا کر بولیں اگر تیرے دل میں کچھ خوف خدا ہے تو یہاں سے دُور چلے جاؤ میں ایک پردہ دار پاکدامن بے شوہر عورت ہوں اور اپنے خالق کی عبادت میں مصروف ہوں۔ تقی کی شرط اسی لئے لگائی کہ بدکاری سے بچنے کی توقع تقی سے ہی ہو سکتی ہے جس طرح کہا جاتا ہے اگر تو مومن ہے تو فلاں کام کو چھوڑ دے کیونکہ غیر مومن سے تو توقع رکھنا ہی فضول ہے۔ جبریل نے سُن کر فوراً جواب دیا کہ میں تو خدا کا فرستادہ ہوں اور تجھے ایک پاکیزہ بچّہ کی خوشخبری دینے آیا ہوں۔ حضرت جبریل کا یہ کہنا کہ میں خدا کا فرستادہ ہوں اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ تجھے بچہ دینے والا خدا ہے اور میں اس کی جانب سے تجھے بشارت دیتا ہوں اگر خود بچّہ دیتا ہوتا تو اپنے تئیں خدا کا فرستادہ کہنے کی ضرورت نہ تھی پس جو لوگ عوام کو گمراہ کرنے کی خاطر یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ جبرئیل مریم کو بچّے کا ہبہ کر سکتا ہے تو آلِ محمدؐ کیوں نہیں کر سکتے۔ محض دھوکا دفریب ہے نیز حضرت عیسیٰ کو حضرت جبریل کا ہبہ کہنا کفر ہے اور عقلاً بھی باطل ہے کیونکہ عطیہ کرنے والا اپنے عطیہ سے افضل ہوتا ہے۔ بنابریں جبریل کو عیسیٰ سے افضل ہونا چاہیئے حالانکہ حضرت عیسیٰ جبریل سے بدرجہا افضل ہیں اور ہم نے

اَكُ بَغِيًّا ﴿٢٠﴾ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗ

میں بدکار ہوں — اس نے کہا اسی طرح تیرے رب نے کہا ہے کہ یہ مجھ پر آسان ہے اور تاکہ کریں

اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿٢١﴾ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ

اس کو نشانی لوگوں کے لئے اور رحمت اپنی طرف سے اور یہ بات فیصلہ شدہ ہے — پس اس نے حمل لیا پس چلی

بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿٢٢﴾ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ

گئی اس کے ساتھ ایک دور جگہ پر — پس لایا اس کو درد زہ ایک کھجور کے تنے کی طرف کہنے لگی

يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿٢٣﴾ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ

کاش میں مرگئی ہوتی اس سے پہلے اور میں بھلائی جانے والی معمولی شے ہوتی — پس اس کو آواز دی نیچے سے کہ

کتاب لمعۃ الانوار میں اس مسئلہ کی مزید وضاحت کی ہے۔ جناب مریم نے بچے کی خوشخبری سن کر گھبراتے ہوئے سوال کیا کہ عورت کے لئے بچہ کا ہونا دو صورتوں سے ہوتا ہے یا تو وہ شوہر دار ہو اور یا بد چلن ہو لیکن نہ میں شوہر دار ہوں اور نہ بدکار ہوں۔ پھر بچہ کیسے ہوگا؟ حضرت جبریل کی یہ تسلی بھی اس امر کی دلیل ہے کہ بچے کا ہبہ اللہ کی جانب سے تھا اور جبرئیل پیغامبر تھا۔ جبھی تو کہنے کی ضرورت محسوس ہوئی کہ خدا کہتا ہے میرے لئے یہ بات آسان ہے چنانچہ علامہ فیض کاشانی تفسیر صافی میں لِاَهَبَ کی تفسیر لِاَكُوْنَ سَبَبًا فِيْ هِبَتِهٖ فرماتے ہیں یعنی میں اس ہبہ میں سبب ہوں اور ہبہ کرنے والا اللہ ہے۔

وَلِنَجْعَلَهٗ ۔ یعنی مریم کو بغیر شوہر بچہ دینے کے وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) اللہ ہر شے پر قادر ہے اور بغیر شوہر کے کسی عورت کو اولاد عطا کرنا اس کے لئے آسان ہے (۲) اس لئے کہ حضرت عیسیٰ کی بغیر باپ کے پیدائش لوگوں کے لئے ان کا مستقل معجزہ ہو اور پروردگار کی نشانی ہو جائے (۳) اس کو بغیر باپ کے پیدا کر کے عہدۂ نبوت دے کر اپنی رحمت سے اس کو ہادی و شفیع امت قرار دیدیا۔ (۴) اس لئے کہ ایسا کرنے کا وہ خود فیصلہ کر چکا ہے اور وہ جو کچھ کرے اور جس طرح کرے اس سے باز پرس نہیں کی جا سکتی۔

فَحَمَلَتْهُ ۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جبرئیل نے اس کے قمیص کے دامن میں پھونک ماری پس وہ باذن خدا حاملہ ہو گئی جس طرح نو ماہ کی حاملہ عورت ہوا کرتی ہے پس شرماتی ہوئی اپنے مکان سے نکلی کہ کہیں اپنی خالہ اور خالو یعنی حضرت زکریا اور اس کی زوجہ دیکھ نہ لیں۔ وضع حمل کے لئے دور چلی گئیں۔ ان کی مدت حمل میں ایک گھنٹہ تین گھنٹہ اور نو گھنٹے کے اقوال موجود ہیں اور وضع حمل کے وقت حضرت مریم کی عمر شریف دس برس تھی پس درد زہ کی تکلیف محسوس ہوئی تو ایک خشک کھجور کے تنے کے پاس پہنچی جو ایک اونچی جگہ پر تھا اس تنے پر نہ شاخیں تھیں اور نہ پھل تھا۔

اَلَّا تَحۡزَنِیۡ قَدۡ جَعَلَ رَبُّكِ تَحۡتَكِ سَرِیًّا ﴿۲۴﴾ وَ هُزِّیۡۤ اِلَیۡكِ بِجِذۡعِ

غمزدہ نہ ہو تیرے رب نے تیرے نیچے نہر پیدا کردی ہے اور ہلاؤ اپنی طرف کھجور

النَّخۡلَةِ تُسٰقِطۡ عَلَیۡكِ رُطَبًا جَنِیًّا ﴿۲۵﴾ فَكُلِیۡ وَ اشۡرَبِیۡ وَ قَرِّیۡ عَیۡنًا ۚ فَاِمَّا

کے تنے کو کہ گرائے تیرے اوپر تازہ پکا پھل پس کھا اور پی اور ٹھنڈا کر اپنی آنکھ کو پس اگر

تفسیر صافی میں حضرت سجاد علیہ السلام سے مروی ہے کہ راتوں رات شام سے چل کر کربلا پہنچیں اور اس جگہ حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے پھر بصورت اعجاز صبح سے پہلے واپس پہنچ گئے۔

نَسۡیًا۔ اس کو نَسۡیًا بھی پڑھا گیا ہے اور اس کا معنی ہے حقیر اور معمولی چیز جس کو آسانی سے بھلا دیا جائے اور اسے قابل توجہ نہ قرار دیا جائے۔ پس گھبرا کر کہنے لگی کاش میں مرگئی ہوتی یا قابل ذکر نہ ہوتی۔

فَنَادٰىهَا۔ یہ چونکہ ایک بلند جگہ پر تھیں۔ اس لئے ممکن ہے کہ جبرئیل نے اس بلندی کے نیچے سے آواز دی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ نوزائیدہ بچے نے باعجاز خداوندی ماں کی گھبراہٹ محسوس کرکے کلام کیا ہو۔ بہرکیف جانب پائیں سے صدا پہنچی اے مریم غم نہ کرو خداوند کریم نے تیری طہارت کی خاطر تیرے نیچے نہر پیدا کردی ہے لہذا غسل کرلو اور اس کا شیریں پانی پی بھی لو۔ اور مروی ہے کہ یہ نہر پہلے خشک تھی پس حضرت مریم کے لئے خدا نے اس کو جاری کیا تاکہ اس کا غم غلط ہو جائے ادھر کھجور کو تازگی بخش دی کہ وہ تر و تازہ ہو کر بار آور ہوگئیں۔ بعض کہتے ہیں کہ جبرئیل نے پاؤں کی ٹھوکر ماری اور پانی پھوٹ نکلا اور بعضوں نے کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ جہاں ایڑیاں رگڑ رہے تھے ان کے قدم کی برکت سے میٹھا پانی نکل آیا اور امام محمد باقر علیہ السلام سے یہی قول مروی ہے اور زیادہ قوی یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ نیچے سے آواز کرنے والا حضرت عیسیٰ ہی تھا اور مریم کی گھبراہٹ کا ازالہ اس ذریعے سے اچھی طرح ہوسکتا ہے۔

هُزِّیۡۤ اِلَیۡكِ۔ اور یہ صدا بھی اسی نے ہی دی جس نے پہلی آواز دی کہ اس کھجور کو حرکت دیجئے تاکہ وہ تازہ پھل آپ پر گرائے یہ موسم سردی کا تھا اور مریم کی تسلی و اطمینان قلب کی خاطر قدرت خداوندی نے یہ مناظر پیش کئے (۱) نوزائیدہ بچہ کی زبانی تسکین آمیز کلمات نکلے (۲) خشک نہر فوراً جاری ہوگئی (۳) کھجور فوراً تر و تازہ ہوگئی اور اس کی شاخیں نکل آئیں (۴) حرکت دیتے ہی اس میں پھل نکلا اور چشم زدن میں پک گیا اور قدموں میں آگرا۔ مروی ہے کہ جناب مریم نے کھجور کے تنے کو پاؤں کی ٹھوکر ماری اور بقدرتِ خدا درخت نے زندہ ہوکر پختہ پھل پیش کیا۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ نفاس والی عورت کو دکھ درد کے دفع اور فوری شفایابی کے لئے تازہ کھجور سے زیادہ مفید اور کوئی علاج نہیں ہے کیونکہ خداوند کریم نے حضرت مریم کے نفاس کے زمانہ میں میوہ کھجور ہی پیش فرمایا پس آواز پہنچی کہ تازہ کھجوریں کھالو اور نہر جاری سے پانی پی لو اور مروی ہے کہ نفاس والی عورت تازہ کھجور کھالے تو اس کا بچہ یا بچی حلیم ہوگا۔ (برہان) مریم کے زمانۂ نفاس سے مراد ایام زچگی اس سے خونِ نفاس مراد لینا حماقت ہے۔

تَرَیِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا فَقُوْلِیْٓ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا

دیکھو کسی انسان کو تو کہو میں نے منت مانی ہے خدا کے لئے روزہ کی پس نہیں

فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴿۲۶﴾ فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ

کلام کروں گی کسی آدمی سے پس لائی اس کو اپنی قوم کے پاس اُسے اٹھائے ہوئے تھی کہنے لگے

تفسیر صافی میں قمی سے مروی ہے کہ اِس دن ایک میلہ تھا حضرت مریم کو راستہ میں چند جولاہے ملے جو اپنی پوری ٹھاٹھ سے خچروں پر سوار ہوکر آرہے تھے اور اس زمانہ میں یہ پیشہ نہایت قابلِ قدر اور باعثِ عزت سمجھا جاتا تھا۔ حضرت مریم نے ان سے خشک کھجور کی طرف راستہ پوچھا تو انہوں نے اس میں اپنی کسرِ شان سمجھی پس غیر مہذب انداز سے ان کو جھڑک دیا اور چل دیئے بی بی شکستہ خاطر ہوئی پس اُن کے حق میں بد دُعا کی کہ خدا تمہارے پیشہ کو ذلیل کرے اور تم کو لوگوں میں معاشرتی رسوائی عطا کرے اس کے بعد بی بی کو راستہ میں ایک تاجروں کا گروہ ملا تو انہوں نے نہایت حُسنِ اخلاق سے راستہ کی نشاندہی کی۔ پس آپ نے ان کے حق میں دعا کی کہ خدا تمہارے کاروبار میں برکت دے اور لوگوں کو تمہارا حاجت مند قرار دے۔

تفسیر صافی میں ہے کہ ولادت کے بعد حضرت عیسیٰؑ نے حضرت مریم سے خطاب کرکے کہا۔ اماں جان مجھے قماط (بندھنا) باندھئے اور پھر فلاں فلاں کام کیجئے۔

کافی سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت صادق علیہ السلام کوفے کے باغات میں پھرتے پھراتے ایک کھجور کے قریب پہنچے۔ پس وضو فرمایا اور رکوع وسجود کیا۔ راوی کہتا ہے میں نے سجدہ میں آپ کی پانچ سو مرتبہ تسبیح کی آواز سُنی۔ پس کھجور کے تنہ سے سہارا لے کر دعا مانگنے بیٹھ گئے اس کے بعد ارشاد فرمایا خدا کی قسم یہ وہی کھجور ہے جس کے متعلق حضرت مریم کو حکم ہوا تھا کہ اس کو حرکت دو تاکہ تجھے تازہ پھل حاصل ہوں۔ (حضرت عیسیٰ کی کربلا میں ولادت والی روایت کی اِس روایت سے تائید ہوتی ہے)

نصیحت

حضرت عیسیٰ ایک دفعہ ایک قبر کے پاس سے گزرے جس پر عذاب ہو رہا تھا جب دوسرے سال گزرے تو اس پر عذاب نہ تھا پس وحی ہوئی کہ اس کا لڑکا جوان ہوکر نیک اور یتیم پرور ہوا ہے پس میں نے اس کی بدولت اس کے گناہ بخش دیئے ہیں۔ (برہان)

قَرِّيْ عَيْنًا۔ آنکھیں ٹھنڈی کرنے سے مراد ہے کہ اپنے نوزائیدہ بچے کو اٹھالو اور اُسے اپنے سینے سے لگاکر دل خوش کرو گویا یہ الفاظ خدا کی جانب سے حضرت عیسیٰ کی پیدائش کی مبارکباد کیلئے ہیں۔ کہتے ہیں خوشی کے آنسو آنکھ کو ٹھنڈا کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ خود ٹھنڈے ہوتے ہیں اور غمی کے آنسو گرم ہوا کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مریم نے اپنے لختِ جگر حضرت عیسیٰ کو اٹھالیا اور قوم کی طرف واپس پلٹنے کا ارادہ کیا لیکن نااہل قوم کے طعن وتشنیع کا خوف تھا اور ساتھ شرم وحیا بھی قدموں کو چلنے

لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا ﴿۲۷﴾ يَا أُخْتَ هَارُونَ مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأَ سَوْءٍ

اے مریم تو نے اوپرا کام کیا ہے اے ہارون کی بہن نہ تیرا باپ بُرا آدمی تھا اور نہ

سے روک رہا تھا پس ارشاد ہوا کہ گھبراؤ نہیں جب تم کسی انسان کو اپنی طرف آتا دیکھو اور وہ تم پر زبانِ طعن دراز کرے تو اس کو جواب مت دو اور یہ لفظ کہہ دو کہ میں روزہ دار ہوں لہٰذا کسی سے بات نہ کروں گی اور بنی اسرائیل میں ریاضتِ نفس کے لئے چپ کے روزہ کا دستور عام تھا چنانچہ وہ حضرت عیسیٰؑ کو اٹھا کر واپس آگئیں جونہی قوم کو پتہ چلا تو زن و مرد انگشت ہائے عبرت منہ میں ڈال کر ہر طرف سے اعتراضات اور طعن و تشنیع کی بوچھاڑ کرنے لگے کوئی کچھ کہتا کوئی کچھ کہتا، غرضیکہ جتنے منہ اتنی باتیں۔ تیرا باپ کتنا اچھا تھا تیری ماں کس قدر نیک عورت تھی ہائے تو نے کیا غضب کیا؟

تفسیر صافی میں قمی سے منقول ہے کہ جب ان لوگوں نے مریم کو محرابِ عبادت میں نہ پایا تو زکریا سمیت تلاش میں نکلے ادھر حضرت مریم حضرت عیسیٰ کو گود میں اٹھائے ہوئے جا پہنچیں پس جتنے منہ اتنی باتیں حتیٰ کہ بنی اسرائیل کی عورتیں حضرت مریم پر تھوکتی تھیں۔ لیکن بی بی بالکل خاموش رہی اس وقت زمین پر حجتِ خدا حضرت زکریا تھے۔ جب حضرت عیسیٰ نے جھولے میں کلام کیا تو اس وقت سننے والوں کے لئے حجتِ خدا حضرت عیسیٰ ہوئے پھر حضرت عیسیٰ بالکل خاموش ہو گئے اور دو سال کے بعد بولے پس حضرت عیسیٰ کی خاموشی کے بعد حضرت زکریا حجتِ خدا تھے۔ دو سال کے بعد حضرت زکریا عالمِ بقا کی طرف رحلت فرما ہوئے اور حضرت یحییٰ ان کے وارث ہوئے۔ ان کی عمر شریف اس وقت بہت چھوٹی تھی چنانچہ آیت نمبر ۱۲ کی تفسیر میں گزر چکا ہے کہ تین برس کی عمر میں ان کو نبوت عطا ہوئی اس کے پانچ برس بعد حضرت عیسیٰ جب سات برس کے ہوئے تو وہ رسالت و نبوت کے عہدہ پر فائز ہوئے پس وہ حضرت یحییٰ پر بھی اور باقی لوگوں پر بھی حجتِ خدا تھے (اس روایت کی بناء پر حضرت یحییٰ حضرت عیسیٰ سے صرف ایک سال بڑے تھے) واللہ اعلم۔ اور امام رضا علیہ السلام سے ایک روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ تین برس کی عمر میں عہدۂ نبوت پر فائز ہوئے (صافی)

تفسیر برہان میں کافی سے ایک طویل روایت منقول ہے کہ حضرت علی جنابِ رسالتمآبؐ کی زندگی میں بھی حجتِ خدا اور واجب الاطاعت تھے لیکن حیاتِ رسول تک حجتِ صامت تھے اور بعد از وفات حجتِ ناطق ہوئے۔

يَا أُخْتَ هَارُونَ۔ اس میں چار اقوال ہیں (۱) ہارون اسی زمانہ میں ایک بہت نیک اور پارسا آدمی تھا پس نیک لوگوں کو اس کی طرف نسبت دی جاتی تھی۔ (۲) ہارون مریم کا مادری بھائی تھا جو بڑا نیک تھا (۳) حضرت ہارون بن عمران کی چونکہ اولاد سے تھیں اس لئے یا اُخت ھٰرون کہا گیا۔ جس طرح عربی دستور میں قریش کی اولاد کو یا اَخا قریش اور تمیم کی اولاد کو یا اَخا تمیم کہا جاتا ہے (۴) ہارون اس زمانہ میں ایک بدمعاش اور غنڈہ انسان تھا پس ازراہ تحقیر انہوں نے مریم کی نسبت اس کے ساتھ دے دی۔

فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ۔ بحکم پروردگار خود خاموش رہیں اور اپنا روزہ دار ہونا ظاہر کر کے حضرت عیسیٰ کی طرف اشارہ کیا کہ اس سے پوچھ لو۔ کہنے لگے یک نہ شد دو شد غلط کام کر کے پوری قوم کو بدنام کیا اور ساتھ ہمیں اُلّو بنانا چاہتی ہے۔ کبھی

وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ﴿٢٨﴾ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ۖ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ

تیری ماں بدکار تھی پس اس نے اس (بچے) کی طرف اشارہ کیا کہنے لگے ہم کیسے بولیں

كَانَ فِى الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿٢٩﴾ قَالَ اِنِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ ۗ اٰتٰنِىَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِىْ

اس سے جو جھولے میں بچہ ہے کہا (عیسٰے نے) میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے اس نے کتاب دی ہے اور اس نے مجھے

جھولے میں جھولنے والے بچے نے بھی بات کی ہے یعنی حضرت عیسیٰ بقدرتِ خدا گویا ہوئے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے اس نے کتاب دی ہے اور مجھے اس نے نبوت بھی عطا فرمائی ہے

معجزہ قرآن مجید کی ان آیات سے صاف واضح ہے کہ معجزہ غیر نبی سے بھی صادر ہو سکتا ہے اور یہ کہ معجزہ کا فاعل خود اللہ سبحانہ ہوا کرتا ہے حضرت مریم نبی نہیں تھیں لیکن معجزات بکثرت ان کے وجود سے صادر ہوئے اور ارشاد خداوندی ہے کہ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰيَةً پ سورہ المؤمنون یعنی ہم نے عیسیٰ اور اس کی ماں کو معجزہ بنایا۔ ○ فرشتہ کو بصورت بشر دیکھنا ○ فرشتے کا خوشخبری سنانا ○ بغیر شوہر کے ماں بننا ○ خشک نہر کا جاری ہونا ○ کھجور کا خشک ہونے کے بعد تازہ ہونا ○ کھجور پر پھل لگنا پک کر تیار ہونا اور مریم کی خدمت میں آنا ○ حضرت عیسٰے کا ان کی عصمت میں گواہی دینا حالانکہ نوزائیدہ بچہ تھا وغیرہ یہ سب مریم کے معجزے ہیں جو اللہ کی قدرت سے صادر ہوئے

تنبیہ حضرت عیسیٰ کا بچپنے میں کلام کرنا خواہ وہ ایک دن کے ہوں یا تین روز کے ہوں یا باختلافِ اقوال چالیس دنوں کے ہوں ایسا معجزہ تھا کہ اس زمانہ کے اذہان کے لئے الوہیت کے اشتباہ کا موجب بن سکتا تھا کیونکہ جب ہر صاحبِ اقتدار اپنی قوت و طاقت اور فوج و رعیت کے گھمنڈ میں اپنے تئیں خدا کہلوالیتا تھا اور عوام بلا دلیل و برہان اس کی خدائی کو تسلیم کرنے میں پس وپیش نہ کرتے تھے گویا خدا کا تصور اس قدر کمزور تھا کہ عوام بناوٹ اور حقیقت میں امتیاز پیدا نہ کر سکتے تھے تو ایسے حالات میں ایسے صاحبِ اعجاز پہ کیونکر خدائی کا شبہ نہ ہوتا جو قاعدۂ فطرت کی رُو سے نہ صرف قبل از وقت زبان کھول رہا ہو بلکہ اپنی زبان حق ترجمان سے علم و حکمت کے کلمات بول رہا ہو۔ پس آپ نے ایسے الفاظ منہ سے نکالے کہ ایک طرف جناب مریم کی خاطر عاطر سے رنج و اندوہ دور ہوا کہ نوزائیدہ بیٹا عصمت کا گواہ بن گیا اور دوسری طرف بے معرفت و بدلگام زبان دراز لوگوں کی بدکلامی کو ختم کر دیا کہ قبل از وقت بولنے والا بچہ قدرتِ خدا کا مظہر ہے لہذا پاک زادہ ہے اور اس کی ماں عصمت مآب خاتون ہے اور تیسرے گمراہی سے سادہ ضمیر لوگوں کو بچانے کے لئے اپنے کلام کی ابتدا اپنی عبدیت سے کی اور یہ بات ذہن نشین کرائی کہ میرا قبل از وقت کلام کرنا میری ذاتی قدرت سے نہیں بلکہ جس اللہ کا میں عبد ہوں یہ اسی کی قدرت کی ایک نشانی ہے پھر ان کے تعجب کو دفع کرنے کے لئے مزید یہ بھی فرما دیا کہ مجھے خدا نے کتاب بھی دی ہے اور نبوت کا عہدہ بھی عطا فرمایا ہے اور کتاب دینے کا مقصد یہ ہے کہ خدا نے بچپنے سے ان

کے عقل کو کامل بنایا اور ان کے سینے کو اپنی مقدس کتاب کے علوم کا محل قرار دیا اور نبوت کی ذمہ داریوں کا اس کو اہل بنایا
اور باوجود اس کے کہ حضرت عیسیٰ نے دنیا میں قدم رکھتے ہی پہلا کلمہ جو اپنی زبان سے ادا فرمایا وہ یہ تھا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں
لیکن وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی تھی انہوں نے اس کی عبدیت میں شبہ کیا بعضوں نے ان کو خدا کہا بعضوں نے خدا کا شریک کہا
اور بعضوں نے خدا کا بیٹا کہا اور تھوڑے اللہ کے بندے تھے جنہوں نے ان کو اللہ کا عبد اور اس کا رسول سمجھا۔ اسی مصلحت
کی بناء پر خدا نے اپنے حبیب کا اہم معجزہ معراج بیان کرتے ہوئے ان کے ہر لقب کو چھوڑتے ہوئے صفتِ عبدیت کے
ساتھ ان کا تذکرہ فرمایا اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ یعنی اپنے بندے کو سیر کرائی - اَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی اپنے بندے کی طرف
وحی کی جو کی - نیز نماز کے تشہد میں جہاں رسالت کی گواہی مطلوب ہوتی ہے عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ سے یہی مفہوم واضح کیا جاتا ہے
کہ ان کی عظمت و رفعت اور نبوت و رسالت کا اقرار کافی نہیں جب تک کہ پہلے ان کی عبدیت پر ایمان نہ لایا جائے ۔ اور
حضرت امیر المومنین علیہ السلام اپنے تعارف میں اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ کے کلمہ کو مقدم کرتے تھے تاکہ معجزات کو دیکھ کر لوگ جادۂ حق
سے بھٹک نہ جائیں اور مجھے خدا کہہ کر شرک کی وادی میں نہ گر پڑیں اور آپ کا فرمان ہے کہ میرے بارے میں دو قسم کے لوگ
گمراہ ہوں گے مُحِبٌّ غَالٍ وَمُبْغِضٌ قَالٍ ایک وہ جو ازراہ محبت میرے بارے میں غلو کریں گے اور دوسرے وہ جو
میرے ساتھ بغض رکھ کر مجھ سے دشمنی رکھیں گے۔

اور یقین جانیے کہ کسی کو حد سے بڑھانا بے جا اور اندھی محبت کی ہی پیداوار ہوا کرتا ہے اور ایک ضرب المثل میں ہے
حُبُّ الشَّیْءِ یُعْمِیْ وَیُصِمُّ - یعنی کسی شئی کی محبت انسان کو (راہ حق دیکھنے سے) اندھا اور (کلمہ حق سننے سے) بہرہ کر دیا
کرتی ہے یہودیوں نے اسی محبت کی بنا پر حضرت عزیر کو اللہ کا بیٹا کہا۔ نصرانیوں نے اسی محبت کے پیش نظر حضرت عیسیٰ کو خدا کا
بیٹا کہا۔ پس جس طرح حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہنے والے سچے محب نہ تھے بلکہ محبت کے نام سے ان کی تعلیم
اور شریعت کے دشمن تھے اسی طرح حضرت علیؑ کے حق میں غلو کر کے ان کو خدا یا خدا کا شریک کہہ کر ان کی محبت کا حق ادا نہیں
ہوتا بلکہ ایسے لوگ یہودیوں اور نصرانیوں کی طرح محبت کے نام سے ان کی تعلیم کے دشمن ہیں پس حضرت علیؑ کا سچا محب وہ ہے
جو ان کو خدا کا بندہ سمجھے اور خلق خدا کا امام و پیشوا جانے۔ پس خالق رازق محی ممیت اور مدبر کائنات اس اللہ کی ذات ہے جس نے
محمد مصطفےٰ کو سید الانبیاء بنایا اور علی مرتضےٰ کو ان کے بعد ساری کائنات سے افضل قرار دیا۔ پس محمدؐ و آل محمدؐ کو خدائی صفات
مثلاً خلق رزق موت حیات وغیرہ میں شریک ماننا یا ان کو مختار کل قرار دینا یا ان کو اس کی خدائی کا مالک ماننا شرک اور کفر ہے ہاں
ان کے معجزات کا انکار اور باقی کائنات پر ان کی فضیلت کا انکار ان کی ناقدر شناسی ہے پس نہ افراط کر کے ان کو خدا کا شریک
بنایا جائے اور نہ تفریط کر کے ان کو اپنے مرتبہ سے کم مانا جائے بلکہ مومن وہ ہے جو ان کو اللہ کی ساری مخلوق سے افضل مانے
اور اللہ کے سامنے ان کو عبد مطیع تسلیم کرے۔ ان کو اللہ کا محتاج مانے اور اللہ کو ان کا محسن سمجھے اور باقی تمام مخلوق کے لئے
ان کو اللہ کی بارگاہ میں قرب کا وسیلہ قرار دے۔

نَبِيًّا ﴿٣٠﴾ وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنتُ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ

نبی بنایا اور مجھے برکت والا بنایا میں جہاں بھی ہوں اور مجھے حکم دیا نماز

وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿٣١﴾ وَبَرًّا بِوَالِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا

اور زکوٰۃ کا جب تک میں زندہ ہوں اور نیکی کا اپنی ماں کے ساتھ اور نہیں بنایا اس نے مجھے سرکش

شَقِيًّا ﴿٣٢﴾ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدتُّ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ

بدبخت اور سلام مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں گا اور جس دن زندہ

أُبْعَثُ حَيًّا ﴿٣٣﴾ ذَٰلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ

اٹھوں گا یہ ہے عیسےٰ بن مریم (نہ وہ جو نصاریٰ کہتے ہیں) یہ سچی بات ہے جس میں

يَمْتَرُونَ ﴿٣٤﴾ مَا كَانَ لِلَّهِ أَن يَتَّخِذَ مِن وَلَدٍ ۖ سُبْحَانَهُ ۚ إِذَا قَضَىٰ

وہ شک کرتے ہیں نہیں جائز اللہ کے لئے کہ بنائے بیٹے وہ پاک ہے جب وہ کسی

أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ ﴿٣٥﴾ وَإِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ

شی کا فیصلہ کرتا ہے تو وہ کن کہتا ہے اور وہ شی ہو جاتی ہے اور تحقیق اللہ میرا اور تمہارا رب ہے

وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا۔ برکت کا معنی ہے خیر و بھلائی میں زیادتی یعنی میں جہاں بھی ہوں گا میری وجہ سے خیر و بھلائی میں زیادتی ہو گی۔ اور لوگ فائدہ اٹھاتے رہیں گے اور اللہ نے مجھے نماز زکوٰۃ اور والدہ کے ساتھ احسان کرنے کا حکم بھی دیا ہے جس نے میری وجہ سے مصائب برداشت کئے اور لوگوں کے طعن و تشنیع گوارا کئے۔ آیت مجیدہ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو جس طرح بچپنے میں کتاب و نبوت عطا ہوئی جو ان کے دعوے سے ثابت ہے اسی طرح احکام شریعت مثلاً نماز زکوٰۃ وغیرہ کے مبلغ بھی بچپنے سے بن کر آئے۔ اسی بناء پر مجمع البیان میں مذکور ہے کہ خدا نے حضرت عیسٰی کو بچپنے سے کامل العقل بنا کر بندوں کی طرف رسول کر کے بھیجا۔ پس وہ اسی وقت مکلف و عاقل اور عہدۂ نبوت پر فائز تھے۔

ذَالِكَ۔ یعنی یہ ہے عیسٰی بن مریم کی حقیقت کہ وہ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول تھا نہ وہ جو عیسائی کہتے ہیں کہ خدا یا خدا کا بیٹا یا خدا کا تیسرا شریک تھا پس سچی بات وہی ہے جو قرآن نے حکایت فرمائی ہے پھر مزید وضاحت کے لئے ارشاد فرماتا ہے کہ اللہ کی شان یہ نہیں کہ اس کے ہاں بیٹا ہو کیونکہ یہ حادث مخلوق کی شان ہے اور اللہ اس سے اجل و ارفع ہے وہ جب بھی کسی کو پیدا

فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۳۶﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ
پس اس کی عبادت کرو یہ سیدھا راستہ ہے پس الگ الگ ہو گئے فرقے ان ہی میں
بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۳۷﴾ اَسْمِعْ
سے پس ویل ہے کافروں کے لئے بڑے دن کی حاضری سے خوب سنیں
بِهِمْ وَاَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ
گے اور دیکھیں گے جب ہمارے پاس آئیں گے لیکن ظالم لوگ اس دن کھلی ہوئی گمراہی
مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ وَهُمْ
میں ہوں گے اور ڈراؤ ان کو حسرت کے دن سے جب بات کا فیصلہ ہوگا حالانکہ وہ غفلت

کرنا چاہے تو اس کے ارادہ کن سے شے ہو جایا کرتی ہے اسی طرح اس نے اپنے امر وارادہ سے عیسیٰ کو بغیر باپ کے پیدا کر دیا ہے اور وہ اس کی مخلوق ہے پس عیسائیوں کے تینوں مذاہب کے اعتقاداتِ فاسدہ کی اسی مختصر سی آیت میں تردید فرمادی بعضوں نے کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم کی پاکدامنی کی گواہی دے کر خاموش ہو گئے اور پھر اس وقت بولے جب بالعموم بچے بولا کرتے ہیں۔

وَاِنَّ اللّٰہَ۔ درمیان میں دو آیتیں جملہ معترضہ کی حیثیت سے ہیں اور یہ حضرت عیسیٰ کے قول کا تتمہ ہے کہ میرا اور تمہارا سب کا رب اللہ اور وہی لائق عبادت ہے اور یہی سیدھا راستہ ہے اس میں اور اقوال بھی ہیں لیکن اظہر یہی قول ہے۔

فَاخْتَلَفَ۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں لوگوں کے مذاہب الگ الگ ہو گئے کیونکہ مذہب کا اختلاف عقیدہ کے اختلاف کے تابع ہے پس ان میں چار مذہب ہو گئے (۱) یعقوبیہ جو عیسیٰ کو خدا مانتے ہیں (۲) نسطوریہ جو عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا جانتے ہیں (۳) اسرائیلیہ یا ملکائیہ جو اقانیم ثلثہ کے قائل ہیں یعنی روح القدس مریم اور عیسیٰ تینوں خدا کے مظاہر ہیں اور خدا ان سے باہر نہیں ہے یعنی خدا ایک کلی ہے جس کے یہ تینوں فرد ہیں (۴) مومن جو راہ حق پر قائم رہے وہ عیسیٰ کو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول جانتے ہیں۔

اَسْمِعْ بِهِمْ۔ یہ دونوں فعل تعجب کے لئے ہیں مقصد یہ ہے کہ دنیا میں اگرچہ حق کی بات کو سنتے ہیں اور نہ حقائق کو حقیقت بین نگاہوں سے دیکھتے ہیں یعنی کانوں اور آنکھوں کے باوجود بہرے اور اندھے ہیں لیکن ہماری بارگاہ میں بروز محشر پیش ہوں گے تو ان کے سامنے حقیقت کا پردہ چاک ہوگا اور وہ خوب سنیں گے اور دیکھیں گے لیکن اس وقت کی معرفت ان کو کچھ فائدہ نہ دے سکے گی۔

وَاَنْذِرْهُمْ۔ تفسیر مجمع البیان میں صحیح مسلم سے منقول ہے ابو سعید خدری نے جناب رسالتمآبؐ سے نقل کیا ہے آپ نے

فِي غَفْلَةٍ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٣٩﴾ إِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْأَرْضَ وَمَنْ

میں پڑے ہیں اور نہیں ایمان لاتے ہم ہی زمین کے وارث ہیں اور جو کچھ

عَلَيْهَا وَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ ﴿٤٠﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ إِبْرٰهِيمَ ۚ إِنَّهُ كَانَ

اس کے اوپر ہے اور ہماری طرف بلائے جائیں گے اور پڑھ کتاب میں ابراہیم کا قصہ تحقیق وہ

صِدِّيقًا نَّبِيًّا ﴿٤١﴾ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يٰٓأَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ

بلند مرتبہ صدیق تھا جب اس نے اپنے چچا کو کہا اے چچا کیوں عبادت کرتے ہو اس کی جو نہ سنے

وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنكَ شَيْئًا ﴿٤٢﴾ يٰٓأَبَتِ إِنِّي قَدْ جَآءَنِي مِنَ

نہ دیکھے اور نہ کچھ فائدہ دے سکے اے چچا مجھے وہ علم ملا ہے جو تیرے

الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿٤٣﴾ يٰٓأَبَتِ

پاس نہیں پس میری اتباع کرو میں تجھے سیدھے راستہ کی ہدایت کروں گا اے چچا

لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ۖ إِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴿٤٤﴾

نہ عبادت کرو شیطان کی تحقیق شیطان رحمٰن کا نافرمان ہے

فرمایا جب اہل جنت جنت میں اور اہل دوزخ دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو سب کو ندا دی جائے گی پس اپنی اپنی گردنیں بلند کر کے دیکھیں گے۔ درمیان اُن کے موت کو لایا جائے گا اور اس کو ذبح کیا جائے گا اور آواز آئے گی اے جنت والو خوش رہو اب موت نہ ہوگی اے دوزخیو! عذاب اٹھاتے رہو اب موت نہ ہوگی اور یہی حسرت کا دن ہوگا۔ حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں جنت والے اس قدر خوش ہوں گے کہ اگر موت ہوتی تو وہ خوشی کے مارے مر جاتے اور جہنم والے از راہ حسرت سرد آہ کھینچیں گے کہ اگر موت ہوتی تو وہ مر جاتے

قُضِيَ الْأَمْرُ۔ یعنی جنت اور جہنم کے داخلے کا فیصلہ مکمل ہو جائے گا۔

رکوع نمبر ۲

حضرت ابراہیم کا ذکر

یَا اَبَتِ۔ مذہب شیعہ کے اصول میں چونکہ انبیاء کے والدین کافر و مشرک نہیں ہوتے لہذا اَب کا معنی یہاں باپ نہیں بلکہ قول مشہور کی بنا پر چچا مراد ہے اور ایک قول میں نانا بھی مراد

يَٰٓأَبَتِ إِنِّيٓ أَخَافُ أَن يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ ٱلرَّحْمَٰنِ فَتَكُونَ

اے چچا مجھے ڈر ہے کہ تجھے پہنچے عذاب اللہ کا پس تو ہوجائے گا

لِلشَّيْطَٰنِ وَلِيًّا ﴿٤٥﴾ قَالَ أَرَاغِبٌ أَنتَ عَنْ ءَالِهَتِي يَٰٓإِبْرَٰهِيمُ

شیطان کا ساتھی کہنے لگا کیا تو اعراض کرتا ہے میرے خداؤں سے اے ابراہیم

لَئِن لَّمْ تَنتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ وَٱهْجُرْنِي مَلِيًّا ﴿٤٦﴾ قَالَ سَلَٰمٌ عَلَيْكَ

اگر تو باز نہ آئے گا تو میں تجھے پتھر ماروں گا اور مجھ سے دور ہوجا کہا کہ تجھ پر سلام ہو

سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيٓ ۖ إِنَّهُۥ كَانَ بِي حَفِيًّا ﴿٤٧﴾ وَأَعْتَزِلُكُمْ وَمَا

میں بخشش طلب کروں گا تیرے لئے اپنے رب سے تحقیق وہ مجھ پر مہربان ہے اور میں تمہیں اور جن کو

لیا گیا ہے بہرصورت چچا نانا اور دادا پر اب کا اطلاق عام ہوا کرتا ہے علامہ طبرسی مجمع البیان میں فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم کی طرف سے اب کا خطاب اس شخص کے لئے ہے جس کو وہ باپ کے نام سے یاد کرتے تھے حالانکہ وہ ان کا نانا تھا اور ان کے باپ کا نام تارخ تھا۔ کیونکہ علمائے شیعہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت رسالت مآبؐ کا آبائی سلسلہ تا آدم مسلمان و موحد تھا اور حضور کا فرمان بھی ہے کہ خدا مجھے ہمیشہ پاک صلبوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل فرماتا رہا ہے۔ یہاں تک کہ میں تمہارے سامنے آگیا ہوں اور کافر کو پاک صلب سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔

ہم نے آباء نبی کا مسلمان ہونا کتاب لمعۃ الانوار میں مدلل بیان کیا ہے۔

دیکھئے کیسے دلکش انداز اور جاذب طبع طریقہ سے حضرت ابراہیم نے ایک کافر بزرگ کو ہدایت فرمائی اور کیسی خوش اسلوبی سے بتوں کی عبادت سے نفرت دلائی ہے کہ نہ وہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں اور نہ کسی کام آسکتے ہیں لہذا ایسے بے کار قابل پرستش نہیں ہوسکتے بلکہ ان کی پرستش شیطان کی عبادت کے مترادف ہے جو عذاب خداوندی کا پیش خیمہ ہے پس اللہ ہی لائق عبادت ہے اور کافر کی تردید کا انداز بھی ملاحظہ کیجئے کہ کیسے تند و تلخ الفاظ سے عزیز یا بیٹے کہنے کی بجائے یا ابراہیم کہہ کر جھڑک دیا اور مارنے کی دھمکی بھی دی جو ہر جھوٹے اور ضدی مزاج انسان کا آخری حربہ ہوا کرتا ہے۔

لَأَرْجُمَنَّكَ۔ اس کے تین معانی کئے گئے ہیں (۱) میں تم پر پتھر ماروں گا (۲) میں تم سے بدکلامی یعنی سب و شتم کروں گا (۳) قتل کروں گا۔ اور تجربہ سے ثابت ہے کہ اس قسم کے اوچھے حربے ہر وہ آدمی استعمال کیا کرتا ہے جس کے پاس اپنے مقابل کی تردید کے لئے کوئی معقول دلیل نہ ہو۔

مَلِيًّا۔ اس کے دو معنی کئے گئے ہیں (۱) لمبی مدت (۲) صحیح و سالم یعنی لمبی مدت تک یا صحیح و سالم مجھ سے دور ہوجا۔

تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ ۖ عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ

تم پکارتے ہو چھوڑتا ہوں اور اپنے رب کو بلاتا ہوں شاید میں اپنے رب کی دُعا سے

رَبِّيْ شَقِيًّا ﴿۴۸﴾ فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

ناکام نہ ہوں گا پس جب ان کو اور جن کی اللہ کے سوا وہ عبادت کرتے تھے چھوڑا تو

وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿۴۹﴾ وَوَهَبْنَا لَهُمْ

ہم نے اس کو بخشا، اسحق اور یعقوب اور سب کو ہم نے نبی بنایا اور بخشا ہم نے اس کو

مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿۵۰﴾ وَاذْكُرْ

اپنی رحمت سے اور بنائی ان کے لئے سچی زبان بلند اور پڑھو

سَلٰمٌ عَلَيْكَ۔ یہ لفظ حضرت ابراہیم کی طرف سے جدائی کی ترجمانی کرتے ہیں کہ میرا تجھ پر سلام یعنی میں تم سے اب جُدا ہو رہا ہوں۔

سَاَسْتَغْفِرُ۔ کہتے ہیں چونکہ مشرکین کے لئے استغفار کی منع نہیں تھی پس ان کی سابق محبت اور خدمت کے صلہ میں حضرت ابراہیمؑ نے ان کے لئے طلب مغفرت کا وعدہ کرلیا اور ممکن ہے یہ مقصد ہو کہ خدا سے تیرے لئے توفیق ایمان اور بخشش گناہان کی دعا مانگوں گا۔

عَسٰٓى۔ رجا اور امید کا لفظ ان کے خشوع و خضوع کو ظاہر کرتا ہے کہ باوجود مقبول بارگاہ رب العزت ہونے کے اللہ سے خوفزدہ رہ کر دعائیں مانگتے تھے۔

وَوَهَبْنَا لَهٗ۔ تفسیر صافی میں معصوم سے مروی ہے کہ آیت مجیدہ میں رحمت سے مراد حضرت رسالتمآبؐ ہیں اور لسان صدق علی امیر المومنین ہیں۔

تفسیر برہان میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم کے امتحان میں اپنے خاندان کی جدائی اور فراق بھی شامل تھا جس طرح قرآن میں اس کی حکایت موجود ہے۔

وَاَعْتَزِلُكُمْ۔ الخ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ نمرود کو علم نجوم کے ذریعے اطلاع دی گئی کہ ایک بچہ پیدا ہوگا جو تیری حکومت کا تختہ الٹے گا اور ابھی تک وہ باپ کی صلب سے ماں کے شکم کی طرف منتقل نہیں ہوا۔ پس نمرود نے تمام عورتوں کو الگ کر کے شوہروں کے قرب سے روک دیا چونکہ حضرت ابراہیم کا باپ درباری تھا اس پر پابندی سخت نہ تھی پس حضرت ابراہیم کی والدہ حاملہ ہو گئی اور خدا نے ان کے حمل کو مخفی رکھا کہ دایہ عورتوں کو باوجود گہری تفتیش کے حمل کا علم نہ ہو سکا

پس جب آپ کی ولادت ہوئی تو ماں نے قتل کے ڈر سے ایک غار میں اس کو چھپا دیا اور اس کے منہ پر ایک پتھر رکھ دیا۔ پس خدا نے ان کے انگوٹھے سے ان کا رزق مقرر فرمادیا کہ اسے چوستے تھے اور سیر ہو جاتے تھے اور دن میں ہفتہ کی طرح ہفتہ میں مہینہ کی طرح اور مہینہ میں سال کی طرح ترقی کرتے تھے پس کافی دنوں کے بعد جو ممتا کی محبت نے مجبور کیا اور ماں بیٹے کا حال معلوم کرنے کے لئے وہاں پہنچی تو دیکھا کہ بچہ صحیح و سالم ہے پس اس کو گلے لگایا اور دودھ پلا کر واپس پلٹ آئی پھر وقتاً فوقتاً کسی بہانہ سے آکر خبرگیری کرتی اور پلٹ جاتی تھی۔ جب کچھ بڑے ہوئے تو ماں سے گھر آنے کے لئے اصرار کیا۔ آخرکار باپ سے اجازت پاکر ماں اس کو گھر لائی اور ایک وقت تک مخفی صورت میں تربیت پاتے رہے اور جب حکم پروردگار ہوا تو دین خدا کے علمبردار بن کر منظر عام پر آئے۔ اور پھر دوبارہ غیبت کی نوبت آئی جبکہ بادشاہ نے شہر سے نکال دیا چنانچہ قرآنی الفاظ اسی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ وَاَعْتَزِلُکُمْ۔ یعنی میں تم سے جدا ہو رہا ہوں الخ (برہان) ایک دن حضرت ابراہیمؑ بطور عبرت سیر کے لئے نکلے دیکھا کہ ایک شخص نہایت خلوص سے عبادتِ خدا میں محو مناجات ہے وہ اُونی کھردرا لباس پہنے ہوئے تھا تو آپ منتظر رہے کہ ختم کرے گا تو بات کروں گا لیکن جب کافی دیر ہو گئی تو آپ نے ہاتھ سے اس کے شلنے کو ہلا کر کہا میں تیری طرف ایک حاجت رکھتا ہوں پس اس نے عبادت کو مختصر کیا اور آپ کے پاس بیٹھ رہا۔ آپ نے دریافت کیا تو کس کی عبادت کرتا ہے؟ تو اس نے کہا ابراہیمؑ کے خدا کی۔ آپ نے پوچھا وہ کون ہے تو جواب دیا جس نے مجھے اور تجھے پیدا کیا ہے آپ نے فرمایا مجھے تیری ادا پسند ہے اور تجھ سے بھائی چارہ قائم کرنا چاہتا ہوں۔ بتاؤ تمہارا گھر کہاں ہے؟ تاکہ وقتاً فوقتاً ملاقات کے لئے حاضر ہوسکوں۔ اس نے دریا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اس پانی سے پرلی طرف میرا گھر ہے لیکن میری جائے عبادت یہی مقام ہے جب آپ چاہیں میں یہاں ملوں گا۔ انشاء اللہ پھر کہنے لگا کہ آپ کا کوئی مطلب بھی ہے؟ فرمایا، ہاں اور وہ یہ کہ تم دعا کرو اور میں آمین کہوں اور میں دعا کروں اور تم آمین کہو۔ اُس نے پوچھا کہ یہ دعا کس کیلئے تو آپ نے فرمایا گنہگار مومنوں کے لئے وہ کہنے لگا یہ نہیں ہو سکتا کیونکہ میں نے تین سال ہوئے اللہ سے ایک دعا کا سوال کیا ہوا ہے ابھی تک وہ قبول نہیں ہوئی اس لئے دوسری دعا مانگتے ہوئے مجھے اللہ سے شرم آتی ہے حضرت ابراہیم نے دریافت فرمایا کہ وہ کونسی دُعا ہے تو کہنے لگا کہ میں ایک دن اسی مصلّا پر مشغولِ عبادت تھا کہ ایک حسین وجمیل نورانی چہرے والا جوان جس کے گیسوئے معنبر پیچھے کی طرف لٹکتے تھے وہ گائیوں اور بکریوں کے ریوڑ کو ہانکے جا رہا تھا میرے سوال پر اس نے جواب دیا کہ میں ابراہیم خلیل کا فرزند اسمٰعیل ہوں۔ پس اسی وقت سے خلیل کی زیارت کے لئے دست بدعا ہوں۔ آپ نے فرمایا وہ ابراہیم خلیل میں ہوں اور وہ میرا لڑکا اسمٰعیل تھا پس وہ اللہ کا شکر بجا لایا اور حضرت ابراہیم کو گلے سے لگا کر بوسہ دیا۔ پس حضرت ابراہیم نے قیامت تک کے مومنوں کے لئے دعا مانگی۔ اور اس نے آمین کہی۔ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم کی دعا قیامت تک کے لئے ہمارے گنہگار شیعوں کو فائدہ دے گی (ملخصًا از برہان)

فِی الۡکِتٰبِ مُوۡسٰۤی ۫ اِنَّہٗ کَانَ مُخۡلَصًا وَّ کَانَ رَسُوۡلًا نَّبِیًّا ﴿۵۱﴾ وَ

کتاب میں موسیٰ (کا قصہ) تحقیق وہ برگزیدہ اور بلند مرتبہ رسول تھا ہم

نَادَیۡنٰہُ مِنۡ جَانِبِ الطُّوۡرِ الۡاَیۡمَنِ وَ قَرَّبۡنٰہُ نَجِیًّا ﴿۵۲﴾ وَ وَہَبۡنَا لَہٗ

نے اس کو بلایا طور کے دائیں طرف سے اور ہم نے اس کو ہم کلامی کا قرب دیا اور بخشا

مِنۡ رَّحۡمَتِنَاۤ اَخَاہُ ہٰرُوۡنَ نَبِیًّا ﴿۵۳﴾ وَ اذۡکُرۡ فِی الۡکِتٰبِ اِسۡمٰعِیۡلَ ۫

اُسے اپنی رحمت سے اس کا بھائی ہارون نبی اور پڑھو کتاب میں اسمٰعیل (کا قصہ)

اِنَّہٗ کَانَ صَادِقَ الۡوَعۡدِ وَ کَانَ رَسُوۡلًا نَّبِیًّا ﴿۵۴﴾ وَ کَانَ یَاۡمُرُ

کہ وہ وعدہ کا سچا اور بلند مرتبہ رسول تھا وہ حکم دیتا تھا

اَہۡلَہٗ بِالصَّلٰوۃِ وَ الزَّکٰوۃِ ۪ وَ کَانَ عِنۡدَ رَبِّہٖ مَرۡضِیًّا ﴿۵۵﴾

اپنے اہل کو نماز و زکوٰۃ کا اور اللہ کا برگزیدہ تھا

رکوع نمبر ۷

حضرت موسیٰ کا ذکر

الۡاَیۡمَنِ - علاقہ شام میں ایک پہاڑ ہے جس کا نام طور ہے چونکہ حضرت موسےٰ علیہ السلام مدین سے آرہے تھے تو آپ کے دائیں طرف پہاڑ کا جو حصہ تھا اُس سے آواز آئی اور ایمن جانب کی صفت ہے۔

رسول اور نبی میں فرق

تفسیر صافی میں بروایت کافی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے جب آپ سے رسول اور نبی کا معنی دریافت کیا گیا تو ارشاد فرمایا۔ نبی وہ ہے جو آواز سُنے اور نیند میں واقعہ کو دیکھے لیکن فرشتہ کو نہ دیکھ سکے اور رسول وہ ہے جو آواز بھی سُنے۔ نیند میں واقعہ بھی دیکھے اور فرشتہ کو بھی دیکھ سکے۔
اس سے پہلے ہم نے تفسیر کی جلد ۳ صفحہ ۲۲۸ پر رسول اور نبی میں فرق کے وجوہ بیان کئے ہیں۔

ولاءِ آلِ محمدؐ

حضرت موسےٰ علیہ السلام کے ساتھ جو اللہ نے کلام کیا امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے اس میں ایک بات یہ بھی تھی کہ میں پانچ شرطوں سے کسی کی نماز کو قبول کیا کرتا ہوں۔ (۱) میری عظمت کے لئے جھکے (۲) میرے خوف کو دل میں جگہ دے (۳) میری یاد میں دن گزارے (۴) گناہوں پر اصرار نہ کرے (۵) میرے اولیاء کا حق پہچانے حضرت موسےٰ نے سوال کیا کہ اولیاء سے مراد ابراہیم و اسحٰق و یعقوب ہیں؟ تو جواب ملا کہ وہ بھی ہیں لیکن اس

جگہ میری مراد ان سے ہے جن کی خاطر آدم وحوّا اور جنت و نار کو میں نے خلق کیا ہے مُوسے نے پوچھا وہ کون ہے ؟ تو جواب ملا وہ وہ ہے جس کا نام میں نے اپنے نام سے مشتق کیا ہے کیونکہ میں محمود ہوں اور وہ محمدؐ ہے موسےٰ نے عرض کی اے پروردگار! مجھے اس کی امت سے محشور فرما تو جواب ملا کہ جب تو اس کی اور اس کی اہلبیت کی معرفت حاصل کرے گا۔ تو اس کی امت سے ہو جائے گا اور میرے نزدیک اس کی اور اس کی اہلبیت کی مثال باقی مخلوق کے مقابلہ میں اس طرح ہے جسطرح جنّت الفردوس دوسری جنّتوں کے مقابلہ میں ہے۔ ان کی معرفت جہل کے مقابلہ میں علم اور ظلمت کے مقابلہ میں نور ہے ان کی معرفت رکھنے والے کی دعا کو میں قبول کرتا ہوں اور طلب کرنے سے پہلے اس کی حاجت کو پُورا کرتا ہوں۔

اے موسےٰ جب فقر کو آتا دیکھو تو کہو مرحبا اے نیک لوگوں کا شعار و شیوہ۔ جب دولتمندی کو اپنی طرف متوجہ پاؤ تو کہو یہ کسی گناہ کی سزا ہے جس کی گرفت میں جلدی کی گئی ہے۔ اے موسیٰ دنیا تکلیف کا مقام ہے اور یہ ملعون ہے سوائے اس کے جو میرے لئے مخصوص ہے۔ میرے نیک بندے اس سے اتنا بچتے ہیں جتنا علم رکھتے ہیں اور باقی مخلوق اس کو اتنا چاہتی ہے جتنی اس سے جاہل ہے اور میری مخلوق سے کوئی آدمی ایسا نہیں جس نے اس کو عظیم سمجھا پس اس کی آنکھ ٹھنڈی ہوئی ہو اور کوئی آدمی ایسا نہیں جس نے اس کو حقیر سمجھا ہو اور فائدہ مند نہ ہُوا ہو۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اگر تم کر سکتے ہو کہ گمنام رہو تو ایسا ہی کرو کیونکہ لوگوں کا تعریف نہ کرنا تمہارے لئے نقصان دہ نہیں ہے اور لوگوں کی مذمت تمہیں ضرر نہیں دیتی جب اللہ کے نزدیک تم قابل حمد ہو حضرت امیر المومنین فرمایا کرتے تھے دنیا صرف دو قسم کے آدمیوں کے لئے خوب ہے ایک وہ جو ہر روز نیکی کی طرف قدم بڑھاتا رہے اور دوسرے وہ جو توبہ پر موفق ہو لیکن توبہ کیسی؟ خدا کی قسم! اگر سجدہ کرتے کرتے اس کی گردن ٹوٹ جائے جب تک ہم اہلبیت کی ولا نہ رکھتا ہو گا ہرگز قبول نہ ہو گی اور جو شخص ہماری ولا رکھے ہمارے حق کو پہچانے اور ہماری دوستی سے ثواب کی اُمید رکھے تو معمولی گذر اوقات، معمولی لباس اور معمولی مکان پر راضی رہے گا اور وہ اس حالت میں بھی خوفزدہ رہے گا (ملخصاً از برہان)

وَوَهَبْنَا لَهُ ۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے خدا سے دعا مانگی تھی کہ مجھے میری اہل سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر مقرر کر پس اسی کی طرف اشارہ کرکے فرمارہا ہے کہ ہم نے اس کی اہل سے اس کے بھائی ہارون کو نبوّت عطا کرکے اس کو ساتھی عطا کیا

اسمٰعیل کا ذکر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند اسمٰعیل علیہ السلام قوم جرہم کی طرف نبی مبعوث ہوئے تھے وہ وعدہ کے اس قدر پابند تھے کہ ایک دفعہ ایک شخص سے کہا کہ فلاں مقام پر تیرا انتظار کروں گا اس کو بھُول گیا لیکن حضرت اسماعیل اس کے انتظار میں ایک سال وہاں ٹھہرے رہے یہ روایت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی منقول ہے بعض کہتے ہیں کہ حضرت اسمٰعیل کا اپنے باپ کی زندگی میں انتقال ہو گیا تھا اور آیت مجیدہ میں جس اسماعیل کا ذکر ہے۔ وہ اسمٰعیل بن حزقیل ہے انہوں نے اپنی قوم کو تبلیغ کی تو ان ظالموں نے ان کو گرفتار کرکے ان کے سر اور منہ کا چمڑا اتار لیا۔ پس وہ اس طرح شہید ہوئے خداوند کریم نے ان کو قوم کے عذاب میں اختیار دیا تو انہوں نے معذرت کر دی کہ مجھے اللہ کا

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۵۶﴾ وَّرَفَعْنٰهُ

اور پڑھو کتاب میں ادریس (کا قصہ) تحقیق وہ بلند مرتبہ صدیق تھا اور ہم نے

مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۵۷﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ

اس کو بلند کیا بلند مکان پر یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا

ثواب درکار ہے اس کی اپنی مرضی ہو تو ان کو عذاب دے ورنہ ان کو معاف کر دے ایک روایت میں ہے جب فرشتہ نے ان سے قوم کے بارے میں پوچھا تو کہنے لگے مجھے حضرت حسین علیہ السلام کی طرح صبر و شکر محبوب ہے۔

ادریسؑ کا ذکر یہ حضرت نوح کا دادا تھا اور تورات میں ان کا نام اخنوخ مذکور ہے۔ درس کتب کی وجہ سے ان کا نام ادریس ہو گیا اور اولاد آدم میں سے یہ پہلا شخص ہے جس نے قلم سے لکھنے کی ابتدا کی اور کپڑے سینے کی ایجاد کی۔ اور مروی ہے کہ خدا نے ان کو علم نجوم، علم حساب اور علم ہیئت تعلیم کیا تھا اور بعض روایات میں ہے کہ چوتھے اور پانچویں آسمان کے درمیان ان کی رُوح قبض کی گئی۔

تفسیر صافی میں بروایت کافی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب رسالتمآبؐ نے فرمایا، مجھے جبریل نے خبر دی کہ ایک فرشتہ بصورتِ عتاب زمین پر اتارا گیا تو وہ حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس بغرضِ شفاعت حاضر ہوا۔ آپ نے تین شبانہ روز عبادت میں بسر کئے کہ رات کو نماز اور دن کو روزہ رکھتے تھے پھر بوقتِ سحر اس معتوب فرشتہ کے حق میں انہوں نے دعا کی تو فرشتے نے عرض کی کہ آپ کی دعا مستجاب ہے چنانچہ میرے پر و بال ٹھیک ہو گئے ہیں۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ آپ کو اس احسان کا حسبِ مقدور بدلہ دوں۔ آپ نے فرمایا میری ملک الموت سے ملاقات کرا دیجئے۔ تاکہ اس کے ساتھ مانوس ہو جاؤں کیونکہ میں جب اس کو یاد کرتا ہوں تو مجھے کوئی شے اچھی نہیں لگتی پس وہ فرشتہ اٹھا کر حضرت ادریس کو آسمان اوّل پر لے گیا، وہاں سے دوسرے، تیسرے، چوتھے کو عبور کر کے جا رہے تھے کہ چوتھے اور پانچویں کے درمیان ملک الموت سے ملاقات ہوئی کہ اس کا چہرہ ترش روئی کو ظاہر کر رہا تھا حضرت ادریس نے ملک الموت سے ترش روئی کی وجہ پوچھی تو کہنے لگا یہ تعجب کا اثر ہے میں ابھی زیر عرش موجود تھا کہ مجھے پروردگار کی جانب سے چوتھے اور پانچویں آسمان کے درمیان ایک آدمی کے رُوح کے قبض کرنے کا حکم صادر ہوا اور اس غرض سے یہاں پہنچا ہوں، پس حضرت ادریسؑ گھبرا کر تڑپے اور فرشتے کے پروں سے الگ ہو گئے پس ملک الموت نے ان کے رُوح کو قبض کر لیا اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مسجد سہلہ کا ذکر کرتے ہوئے ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ یہاں ادریس نبی کا گھر تھا اور اس میں وہ کپڑے سیا کرتے تھے۔

وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ ص۱۵۸۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آدم و نوح و ابراہیم و اسرائیل کی ذریت سے شمار کرنے سے ثابت

النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۗ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۡ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ

نبیوں میں سے اولاد آدم سے اور ان سے جن کو ہم نے سوار کیا نوح کے ساتھ اور اولاد

اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ ۡ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ؕ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ

ابراہیم و اسرائیل سے اور ان سے جن کو ہم نے ہدایت کی اور چُن لیا جب پڑھی جائیں

اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ﴿۵۸﴾ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ

ان پر اللہ کی آیتیں تو گر جاتے ہیں سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے پس ان کے بعد آئے

خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ

ناخلف لوگ کہ ضائع کیا نمازوں کو اور اتباع کی خواہشات کی پس وہ پائیں گے اس کا

غَيًّا ﴿۵۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ

انجام بد مگر جو توبہ کرے اور نیک عمل بجا لائے تو وہ داخل

يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ﴿۶۰﴾ جَنّٰتِ عَدْنِ ِۨ الَّتِيْ

ہوں گے جنت میں اور نہ ظلم کئے جائیں گے کچھ بھی رہائشی باغات جن کا

ہوا کہ لڑکی کی اولاد حقیقی معنوں میں ذرّیت کہلاتی ہے اور حسنین شریفین کے فرزند رسول ہونے کے ثبوت میں معصوم نے یہ آیت پیش کی تھی۔

سُجَّدًا وَّ بُكِيًّا۔ اس مقام پر سجدہ قرآنی مستحب ہے اور اس کا طریقہ تفسیر کی چھٹی جلد میں مذکور ہو چکا ہے ص۱۵۱

فَخَلَفَ۔ یعنی ان برگزیدہ نبیوں کے بعد ایسے لوگ انبیاء کی جگہ پر مسلط ہوئے اور برسر اقتدار آئے جو نمازیں ضائع کرتے اور شہوات کی اتباع کرتے تھے تفسیر مجمع البیان میں وہب سے مروی ہے کہ انبیاء کے بعد ایسے لوگ ان کے جانشین ہوئے جو شراب نوش شطرنج باز شہوت ران لذات کے دلدادہ تارک جمعہ اور نمازوں کے ضائع کرنے والے تھے اور نتیجہ یہ ہوا کہ دین کا حلیہ بگڑ گیا اور کفر عام ہو گیا۔ پس عذاب خداوندی کی لپیٹ میں آگئے۔ اسلام میں حضرت محمد مصطفےٰ کے بعد تاریخ نے اپنے سابق کو خوب دُہرایا ہے قرآن مجید کا امم سابقہ کے قصوں کو بیان کرنا عبرت ناک درس ہے کاش اُمّتِ اسلامیہ اس سے استفادہ کر کے حق و باطل میں امتیاز کرنے کی جرأت کرتی حضرت امام حسین علیہ السلام نے ایک قربانی پیش کر کے خواب رفتہ امّت کو جھنجھوڑ

وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ﴿٦١﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ

وعدہ کیا ہے خدا نے اپنے بندوں سے غائبانہ تحقیق اس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا نہ سنیں گے

فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ۭ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿٦٢﴾

اس میں لغویات مگر سلام اور ان کے لئے ان کا رزق ہوگا اس میں صبح اور شام

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ﴿٦٣﴾ وَمَا

یہ جنت وہ ہے جس کے وارث بنائیں گے ہم اپنے بندوں سے اس کو جو متقی ہوگا اور ہم

نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ

نہیں اترتے مگر تیرے رب کے حکم سے اس کا ہے جو کچھ ہے ہمارے سامنے ہے اور جو پیچھے ہے اور جو اس کے

کر جگا دیا ہے پس نیک نصیب ہیں وہ لوگ جو ان کی تعلیمات کو مشعل راہ قرار دیں۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ - پہلے جنّت کو واحد کے صیغے سے تعبیر کیا گیا اور اس جگہ جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا مطلب یہ ہے کہ جنّت (باغ) متعدد باغات پر مشتمل ایک وسیع و عریض دارالجزاء ہے جس کا اللہ نے اپنے بندوں سے وعدہ فرمایا ہے غائبانہ اس لئے کہ مومنوں نے دیکھا نہیں ہے اور اس پر ایمان لائے ہیں۔

مَاْتِيًّا - اسم مفعول بمعنی فاعل ہے کیونکہ اٰتی اور ماتی میں تلازم ہے۔

سَلٰمًا - یا تو فرشتے ان کو سلام کریں گے یا خود ایک دوسرے پر سلام کریں گے

لَهُمْ رِزْقُهُمْ - تفسیر صافی میں بروایت محاسن وطب آئمہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ سے جسمانی تکالیف اور بدہضمی کا شکوہ کیا تو آپ نے فرمایا کھانا صرف صبح اور شام دو وقت کھاؤ اور درمیان میں کچھ نہ کھاؤ کیونکہ اس سے بدن فاسد ہو جاتا ہے اور آپ نے اس آیت سے استشہاد پیش فرمایا۔ تفسیر قمی سے منقول ہے کہ آیت مجیدہ میں جنت سے مراد عالم برزخ کی جنت ہے جہاں مومنوں کی روحوں کو ٹھہرایا جائے گا کیونکہ صبح اور شام کا تعیّن صرف دنیا میں ہی ہے۔ آخرت کی جنت میں جب سورج کا نظام ہی نہ ہوگا تو صبح و شام کا کیا مقصد۔ اور بعض مفسّرین نے جنّت الخلد مراد لے کر صبح اور شام سے مقدار مراد لی ہے۔

تِلْكَ الْجَنَّةُ - ماہ مبارک کی دعاؤں بلکہ احادیث متکثرہ میں وارد ہے کہ جنّت کے وارث محمدؐ و آل محمدؐ اور ان کے شیعہ ہیں۔ اور وراثتِ جنّت کی مفسّرین نے ایک توجیہ یہ کی ہے کہ ہر شخص کے لئے جنّت اور دوزخ میں ایک ایک گھر بنایا گیا ہے پس مومن کو اپنا دوزخ کا گھر دکھایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اگر تو کافر اور بدعمل ہوتا تو تجھے اس مکان میں بھیجا جاتا پس مومن عذاب خداوندی

ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿٦٤﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا

درمیان ہے اور نہیں تیرا رب بھولنے والا رب آسمانوں اور زمین کا اور جو ان کے درمیان

فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ؕ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿٦٥﴾ وَيَقُوْلُ

ہے اسی کی عبادت کر اور صبر کر اس کی عبادت پر کیا تم جانتے ہو کوئی اس کا شریک ؟ اور انسان کہتا

الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ﴿٦٦﴾ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ

ہے کیا جب میں مرجاؤں گا تو پھر زندہ کرکے اٹھایا جاؤں گا؟ توکیا انسان اس بات کو

سے نجات حاصل کرنے پر شکر بجالائے گا اور اس کی خوشی میں زیادتی ہوگی چنانچہ اسی سورہ کی آیت نمبر ۱، کا یہی مقصد ہے اسی طرح کافر اور بدعمل کو جنت کا گھر دکھایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اگر تو مومن اور نیک عمل ہوتا تو تجھے یہ گھر دیا جاتا پس آتشِ جہنم کے ساتھ اس پر آتش حسرت کا عذاب بڑھا دیا جائے گا پس مومن نیک عمل کو جنت میں اپنے گھر کے علاوہ کافر کے متروکہ گھر کا وارث اور کافر بدعمل کو جہنم میں اپنے گھر کے علاوہ مومن کے متروکہ گھر کا وارث بنایا جائے گا۔ یا یوں سمجھئے کہ ظالم کافر بدعمل پر اپنے عذاب کے علاوہ مظلوم کی بعض لغزشوں کا بوجھ بھی ڈال دیا جائے گا اور مظلوم مومن کو اپنی جزا کے ساتھ ظالم کی بعض نیکیوں کی جزا کو ملا کر اس کی خوشی میں اضافہ کر دیا جائے گا اور روایات بکثرت اس ناطق پر موجود ہیں۔

وَمَا نَتَنَزَّلُ ۔ اس کی شانِ نزول کے متعلق مفسرین نے ذکر کیا ہے جب اصحابِ کہف اور ذوالقرنین کے متعلق کفار نے حضورؐ سے دریافت کیا اور آپ نے وعدہ فرمایا لیکن وحی کے نزول میں تاخیر ہوگئی تو آپ نے جبریل سے تاخیر کی وجہ پوچھی پس جبریل نے یہ جواب دیا کہ ہم امر پروردگار سے ہی اترتے ہیں وہ جب چاہے جہاں چاہے ہم اس کی مخالفت نہیں کرتے ۔ یہ جامع قرآن بزرگ کی جوڑ توڑ سمجھئے کہ یہ آیت کہاں سے کہاں پہنچ گئی ۔ ایسے حالات میں آیات کا آپس میں ربط تلاش کرنا بالکل بے معنی ہے اور مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ یہ اہلِ جنت کا مقولہ ہے یعنی وہ کہیں گے کہ ہم جنت میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں ہوتے مگر امر پروردگار سے۔

بَيْنَ اَيْدِيْنَا ۔ اس کی کئی توجیہات ہیں (۱) سامنے سے مراد آخرت پیچھے سے مراد دنیا اور درمیان سے مراد اسرافیل کی پہلی صور سے دوسری صور تک کا فاصلہ جو کہ چالیس برس کا ہوگا۔ (۲) ابتدائے پیدائش انتہائے زندگی اور درمیانی حصہ مراد ہے (۳) دنیا میں ماضی مستقبل اور حال مراد ہے (۴) زمین آسمان اور فضا مراد ہے (مجمع)

هَلْ تَعْلَمُ ۔ انعامات و احسانات بیان کرنے کے بعد اپنی توحید کا اعلان فرمایا کہ کیا اور کوئی ذات ہے جس کو خالق رازق محی ممیت اور ثواب و عقاب پر قادر کا نام دیا جائے ۔ سوائے اس ایک خدا کے اور جب ایسا نہیں ہے تو اسی کی عبادت

أَنَّا خَلَقْنَٰهُ مِن قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـًٔا ﴿٦٧﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ

یاد نہیں کرتا کہ ہم نے پہلے اس کو پیدا کیا تھا تو وہ کچھ بھی نہ تھا پس قسم تیرے رب کی ان کو

وَالشَّيَٰطِينَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿٦٨﴾ ثُمَّ

اور شیطانوں کو ہم ضرور جمع کریں گے پھر ان کو حاضر کریں گے جہنم کے گرد گھٹنوں کے بل پھر

لَنَنزِعَنَّ مِن كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى ٱلرَّحْمَٰنِ عِتِيًّا ﴿٦٩﴾

گھسیٹیں گے ہر جماعت سے اس کو جو زیادہ سخت ہوگا اللہ پر سرکشی میں

ثُمَّ لَنَحْنُ أَعْلَمُ بِٱلَّذِينَ هُمْ أَوْلَىٰ بِهَا صِلِيًّا ﴿٧٠﴾ وَإِن مِّنكُمْ

پھر ہم خوب جانتے ہیں جو وہاں جلنے کے زیادہ سزاوار ہیں اور نہیں کوئی

إِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿٧١﴾ ثُمَّ نُنَجِّي

تم میں سے مگر یہ کہ اس میں داخل ہوگا یہ تیرے رب کا حتمی فیصلہ ہے پھر نجات دیں گے

ٱلَّذِينَ ٱتَّقَوا۟ وَّنَذَرُ ٱلظَّٰلِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا ﴿٧٢﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ

ان کو جو ڈرتے تھے اور چھوڑ دیں گے ظالموں کو اس میں گھٹنے ٹیکنے والے اور جب پڑھی جائیں

کرو اور اس کی عبادت پر ڈٹ جاؤ

رکوع نمبر ۸

وَيَقُولُ - تفسیر مجمع البیان میں اس کا شان نزول اس طرح منقول ہے کہ اُبی بن خلف جمحی نے ایک مردہ آدمی کی بوسیدہ ہڈیاں اٹھائیں اور اُسے اپنی انگلیوں میں مسل کر باریک خاکستر کو ہوا میں اڑا دیا اور کہنے لگا کہ محمد کا خیال ہے ہم اس طرح بوسیدہ و خاکستر ہو کر دوبارہ زندہ کئے جائیں گے حالانکہ یہ ناممکن ہے پس یہ آیت اتری۔

أَوَلَا يَذْكُرُ - آیت مجیدہ میں حشر و نشر پر عقلی استدلال ہے کہ جو ذات اپنی قدرت کاملہ اور حکمت شاملہ سے پہلی دفعہ بغیر وجودِ مادہ کے ایجاد پر قادر ہے وہ دوبارہ زندہ کرنے پر یقیناً قادر ہے۔ کیونکہ ایجاد اعادہ سے مشکل تر ہے۔ پس جو ایجاد کر سکتا ہے وہ اعادہ پر بدرجۂ اولیٰ قادر ہے۔

لَنَحْشُرَنَّهُمْ - یعنی مجرم لوگوں کے ساتھ وہ شیطان بھی محشور ہوں گے جنہوں نے ان کو گمراہ کیا تھا اور جہنم کے آس پاس گھٹنوں

عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ۙ اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ

ان پر ہماری آیتیں واضح تو کہتے ہیں وہ جو کافر ہیں ان کو جو مومن ہیں ہم دو میں سے

خَيْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿۷۳﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ

کونسا گروہ اچھی قیام گاہ اور اچھی مجلس رکھتا ہے اور کس قدر ہلاک کئے ہم نے اس سے پہلے

کے بل کھڑے ہوں گے اور ایک دوسرے پر تبرّا کریں گے۔

لَنَنْزِعَنَّ ۔ یعنی مجرموں کے سرغنوں کو پہلے پہل جہنّم کی طرف گھسیٹ لیا جائے گا پس ان کے بعد ان کی جماعت کو داخل جہنّم کیا جائے گا۔ جس طرح جنّت میں جانے کے لئے بھی ترتیب اسی طرح ہو گی کہ پہلے پیشرو جنّت میں جائے گا پھر اس کے پیچھے اس کی اُمّت و پیروکار داخل جنّت ہوں گے۔

وَاِنْ مِّنْكُمْ ۔ اِنْ مانافیہ کے معنی میں ہے اور اس کا اسم اَحَد محذوف ہے اور وَارِدُھَا اس کی خبر ہے اور اِلَّا کی وجہ سے عمل نہیں کر رہا۔ اس کے معنی میں کئی اقوال ہیں (۱) ھا کی ضمیر کا مرجع جہنّم ہے اور ورود کا معنی دخول نہیں بلکہ اس کے قریب پہنچ جانا ہے یعنی ہر ایک آدمی نیک و بد جہنّم کے قریب پہنچے گا (۲) ھا کی ضمیر کا مرجع عرصۂ محشر ہے یعنی ہر انسان عرصہ محشر میں موجود کیا جائے گا (۳) ھا کی ضمیر کا مرجع جہنّم اور وارد کا معنی دخول ہے یعنی ایک دفعہ ہر آدمی کو جہنّم میں داخل کیا جائیگا لیکن اس کی آگ مومنوں کیلئے برد و سلام ہو گی اور کافروں کیلئے باعث عذاب ہو گی (۱) عقائد صدوق میں ہے کہ ھا ضمیر کا مرجع پل صراط ہے کہ ہر ایک کو اس سے گذرنا ہو گا (لمعۃ الانوار)

تفسیر مجمع البیان میں عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے حضرت رسالتمآبؐ نے فرمایا کہ تمام لوگ جہنّم میں داخل ہوں گے اور پھر اپنے اعمال کے لحاظ سے وہاں سے نجات پا کر نکلیں گے۔ پس بعض بجلی کی طرح کئی ہوا کی طرح کئی گھوڑے کی رفتار سے بعض شتر سوار کی طرح بعض دوڑتے ہوئے اور بعض عام انسانی رفتار سے نجات پا جائیں گے اور جابر بن عبداللہ سے مروی ہے اس نے اپنے کانوں کی طرف انگلیوں کا اشارہ کرتے ہوئے کہا یہ بہرے ہو جائیں اگر میں نے رسولِ خدا سے نہ سُنا ہو۔ آپ نے فرمایا ہر نیک و بد جہنّم میں داخل ہو گا لیکن مومنوں پر آتش جہنّم سرد ہو جائے گی جس طرح حضرت خلیل کے لئے برد و سلام ہوئی تھی حتیٰ کہ دوزخ اس ٹھنڈک سے گھبرا کر چیخے گا (۴) ھا ضمیر کا مرجع پُل صراط ہے اور ہر ایک کو اس سے گزرنا ہو گا (صافی)

مجمع البیان میں یعلیٰ بن مُنبہ سے مروی ہے حضور نے فرمایا تَقُوْلُ النَّارُ لِلْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ جُزْ يَا مُؤْمِنُ فَقَدْ اَطْفَأَ نُوْرُكَ لَهَبِيْ ۔ یعنی آگ مومن کو کہے گی اے مومن جلدی سے گزر جا کہ تیرے نور نے میرے شعلے خاموش کر دیئے ہیں۔ ایک روایت میں آپ نے فرمایا کہ آگ جامد ہو جائے گی اور اس کے اُوپر تمام مخلوق کو جمع کیا جائے گا پس ایک منادی ندا کرے گا کہ تو اپنوں کو لے لے اور میرے چھوڑ دے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جس طرح ماں اپنے بچّے کو پہچانتی ہے اس سے بھی زیادہ جلدی وہ اپنوں کو پہچان لے گی حسن بصری نے ایک آدمی کو ہنستے ہوئے

أَحْسَنُ أَثَاثًا وَرِءْيًا ﴿۷۴﴾ قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلَالَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ

لوگ جن کے لباس اور شکلیں بہت اچھی تھیں کہہ دو جو گمراہی میں ہو تو ڈھیل دیتا ہے اس کو خدا

الرَّحْمَٰنُ مَدًّا ۚ حَتَّىٰ إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ إِمَّا الْعَذَابَ وَإِمَّا

ڈھیل لمبی یہانتک کہ جب دیکھیں گے اس کو جو ان سے وعدہ کیا گیا ہے یعنی یا عذاب (دنیا) اور یا عذاب

السَّاعَةَ فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَكَانًا وَأَضْعَفُ جُندًا ﴿۷۵﴾

آخرت تو جان لیں گے کہ کس کی منزل بدتر ہے اور کس کی جماعت کمزور تر ہے

وَيَزِيدُ اللَّهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى ۗ وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ

اور زیادہ کرتا ہے اللہ ان کے لئے جو ہدایت پائیں (اسباب) ہدایت اور باقی رہنے والی نیکیاں خوب ہیں

دیکھا تو کہا کہ تجھے علم ہے کہ تجھے ایک دفعہ جہنم میں ڈالا جائے گا کہنے لگا کہ ہاں پھر حسن نے پوچھا کہ اُس سے نکلنے کا بھی علم ہے کہنے لگا کہ نہیں تو حسن نے کہا پھر ہنستا کیوں ہے ؟

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدا ہر نیک و بد کو جہنم میں کیوں ڈالے گا تو اس کا جواب تفسیر مجمع البیان میں احادیث سے اخذ کر کے یہ دیا گیا ہے کہ جنتیوں کو جنت میں داخل ہونے سے پہلے دوزخ اس لئے دکھایا جائے گا کہ وہ جنت کی نعمات کی قدر کو سمجھیں اور اللہ کے فضل و احسان کو دیکھ کر زیادہ سے زیادہ خوشی محسوس کریں۔ اسی طرح جہنمیوں کو بھی جہنم کے داخلے سے پہلے جنت دکھائی جائے گی تاکہ ان کے عذاب اور دُکھ میں اور زیادتی ہو اور مروی ہے کہ دنیا میں بخار کا ہونا دوزخ کی گرمی سے ہے چنانچہ حضورؐ ایک مریض کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے بخار کی گرمی بھی دوزخ کی گرمی سے ہے مَیں دنیا میں اپنے عبد مومن کو دوزخ سے بچانے کے لئے دیتا ہوں تاکہ دنیا میں اپنا حصّہ وہ لے لے۔

تفسیر صافی میں کافی سے مروی ہے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا بخار موت کا پیغام بر اور دنیا میں مومن کا قید خانہ ہے اور یہی مومن کا دوزخ سے اپنا حصّہ ہے۔ نیز آپ نے جناب رسولِ خدا سے روایت کی کہ بخار موت کا پیغام بر اور زمین میں اللہ کی مقرر کردہ جیل ہے اس کی گرمی دوزخ کا حصّہ ہے اور مومن کے لئے آتش دوزخ کا یہی بدلہ ہے اور اعتقادات سے مروی ہے کہ جب مومن جہنم میں جائیں گے تو ان کو کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔ ہاں وہاں سے نکلتے ہوئے ان کو دُکھ پہنچے گا اور یہ تکالیف اس کی دنیا میں لغزشوں کا بدلہ ہوں گی۔

قَرْنٍ ۔ اس کا معنی سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۱۷ کے ذیل میں گزر چکا ہے ص۱۹ ج۱۴

أَحْسَنُ أَثَاثًا ۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کفار مکہ مثلاً نضر بن حارث اور اس کے ساتھی بالوں کو سنوار کر لباس فاخرہ

عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿٧٦﴾ أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا

تیرے رب کے نزدیک ثواب اور اچھی جزا کے لئے — کیا تو نے دیکھا ہے اس کو جس نے انکار کیا ہماری

وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿٧٧﴾ أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ

نشانیوں کا اور کہا کہ (قیامت) کو میں دیا جاؤں گا مال و اولاد — کیا مطلع ہوا ہے غیب پر یا لے لیا ہے

الرَّحْمَٰنِ عَهْدًا ﴿٧٨﴾ كَلَّا ۚ سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ

اس نے اللہ سے عہد — ہرگز نہیں ہم لکھیں گے جو وہ کہتا ہے اور لمبا کر دیں گے اس کے عذاب

مَدًّا ﴿٧٩﴾ وَنَرِثُهُ مَا يَقُولُ وَيَأْتِينَا فَرْدًا ﴿٨٠﴾ وَاتَّخَذُوا مِنْ

کو بہت زیادہ — اور ہم لیں گے جو وہ کہتا ہے (مال و اولاد کو بذریعہ موت) — اور وہ اکیلا ہمارے پاس آئے

دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لِّيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا ﴿٨١﴾ كَلَّا ۚ سَيَكْفُرُونَ

گا اس نے بنائے اللہ کے علاوہ اور معبود تاکہ وہ اس کے مددگار ہوں — ہرگز نہیں وہ تو انکار کریں گے

پہن کر اپنی صورت و لباس پر فخر کرتے تھے اور اصحاب نبی کو طعنہ دیتے تھے پس یہ آیت اتری۔

وَالْبَاقِيَاتُ ۔ اس کی تفسیر سورۂ کہف کی آیت نمبر ۴۶ کے ذیل میں گذر چکی ہے صلا۔ اور ان سے مراد ہر وہ نیک کام ہے جس کا ثواب باقی رہے اور دنیا و آخرت میں اس کے لئے فائدہ مند ہو۔

اَفَرَءَیْتَ ۔ تفسیر مجمع البیان میں خباب بن ارت سے مروی ہے کہ میرا عاص بن وائل پر قرضہ تھا (یہ شخص قریشی تھا اور اسلام دشمنی میں پیش پیش تھا) راوی کہتا ہے میں اس سے اپنا حق مانگنے کے لئے گیا تو وہ کہنے لگا محمد کا انکار کر تب دوں گا۔ میں نے کہا یہ تو ہرگز نہیں ہو سکتا تو کہنے لگا اچھا تمہارے اعتقاد کے مطابق جب میں قیامت میں اٹھوں گا اور مجھے مال و اولاد بھی دوبارہ ملے گی تو جو تیرا قرضہ ہے چکا دوں گا۔ بروایت برہان اس نے کہا کہ تم کہتے نہیں ہو کہ جنت میں سونا چاندی اور ریشم ملے گا؟ خباب نے کہا ہاں تو وہ کہنے لگا اچھا جنت میں جا کر دے دوں گا کیوں کہ خدا کی قسم جنت میں دنیا کی بہ نسبت مجھے زیادہ نعمات حاصل ہوں گی پس اس کی تردید میں یہ آیتیں اتریں۔

کَلَّا ۔ اس لفظ کا استعمال قرآن مجید کے پہلے پندرہ پاروں میں کہیں نہیں ہوا۔ اور آخری پندرہ پاروں میں کل تینتیس مرتبہ استعمال ہوا ہے اور اس کا استعمال چار قسموں پر ہے۔ (۱) اس پر وقف کرنا بھی درست ہے جب کہ پہلے مضمون کی تردید اس سے مقصود ہو اور اس کو حرفِ تنبیہ قرار دے کر اگلے جملے کے لئے اس سے ابتدا بھی جائز ہے۔ یہاں آیت ۷۹-۸۲ میں

بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿٨٢﴾ ع اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا

ان کی عبادت کا اور ان کے خلاف ہو جائیں گے کیا تم دیکھتے نہیں ہو ہم نے مسلط

الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿٨٣﴾ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ط

کیا شیطانوں کو کافروں پر کہ وہ اُن کو خوب اُبھارتے ہیں (گناہوں پر) پس نہ جلد بازی کرو ان پر

اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿٨٤﴾ ج يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿٨٥﴾

تحقیق ہم (ان کا عمل یا وقت) گن رہے ہیں اس دن (کو یاد کرو کہ) جمع کریں گے متقیوں کو رحمٰن کی طرف وفد کی صورت میں

دونوں وجہیں جائز ہیں اور اس قسم کے مقامات قرآن میں کل دس ہیں (۲) وقف کرنا درست ہوتا ہے اور حرف ابتدا نہیں بنایا جا سکتا جیسے اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ قَالَ كَلَّا - اَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ قَالَ كَلَّا (۳) وقف کرنا درست نہ ہو اور حرف ابتدا قرار دینا درست ہو جیسے كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ اور اس قسم کے مقامات قرآن میں انیس ہیں (۴) نہ وقف درست ہو اور نہ حرف ابتدا بنانا صحیح ہو اور یہ دو مقامات پر ہے۔ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ان دو مقامات پر ثُمَّ پر وقف کر کے کلّا سے ابتداء کرنا بھی درست نہیں اور کلّا پر وقف کرنا بھی جائز نہیں۔

رکوع نمبر ۹

نَعُدُّ لَهُمْ - تفاسیر میں امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یہاں سانس گننا مراد ہے (اور تحت اللفظ ترجمہ میں ہم نے عام قول نقل کیا ہے) انسان کی ہر سانس اپنی موت کی طرف ایک قدم شمار ہوتا ہے اور ہر سانس کو لکھا جاتا ہے خواہ نیکی کے ارادہ سے ہو خواہ برائی کی نیت سے ہو۔

جنّت میں داخلہ

يَوْمَ نَحْشُرُ - تفسیر صافی و برہان میں بروایت آئمہ منقول ہے۔ حضرت رسالتمآبؐ نے فرمایا اے علی مجھے اُس ذات کی قسم جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور رُوح کو پیدا کیا کہ متقی لوگ جب اپنی قبروں سے نکلیں گے تو فرشتے جنت کی سواریاں لے کر ان کا استقبال کریں گے جن پر یاقوت اور موتیوں سے جڑی ہوئی زینیں ہوں گی ان پر سندس اور استبرق کا غلاف ہوگا اور ارغوانی رنگ کی پیٹی اور زبر جدی لگام ہوگی۔ سامنے دائیں اور بائیں ایک ایک ہزار فرشتے ہمرکاب ہوں گے۔ وہ سواریاں پرواز کر کے جنت کے بڑے دروازہ پر ان کو لائیں گی۔ وہاں ایک بہت بڑا درخت ہے جس کا ایک پتہ ایک لاکھ آدمی کو سایہ دے سکتا ہے اس درخت کے دائیں طرف ایک پاک و پاکیزہ چشمہ ہے جس سے وہ پئیں گے پس ان کے دلوں سے حسد وغیرہ ختم ہو جائے گا اور جسم کے بال صاف ہو جائیں گے اور یہی شراب طہور ہے اس کے بعد درخت کے بائیں طرف کے چشمے سے غسل کریں گے جو آبِ حیات ہے پس ان پر موت نہ آئے گی۔ پس ہر قسم کی

وَّنَسُوۡقُ الۡمُجۡرِمِيۡنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرۡدًا ۝۸۶ لَا يَمۡلِكُوۡنَ الشَّفَاعَةَ

اور ہانکیں گے مجرموں کو دوزخ کی طرف پیاسے نہ مالک ہوں گے شفاعت کے

اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنۡدَ الرَّحۡمٰنِ عَهۡدًا ۝۸۷ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحۡمٰنُ

مگر جو لے لیں اللہ سے عہد اور وہ کہتے ہیں رکھتا ہے خدا

وَلَدًا ۝۸۸ لَقَدۡ جِئۡتُمۡ شَيۡـئًا اِدًّا ۝۸۹ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرۡنَ مِنۡهُ

اولاد (ان سے کہئے) تحقیق تم نے بہت بُری بات کہی قریب ہے کہ پھٹ جائے اس سے آسمان اور شگافتہ

وَتَنۡشَقُّ الۡاَرۡضُ وَتَخِرُّ الۡجِبَالُ هَدًّا ۝۹۰ اَنۡ دَعَوۡا لِلرَّحۡمٰنِ

ہوجائے زمین اور گر جائیں پہاڑ دھماکے سے کہ انہوں نے تجویز کر لی اللہ کے لئے

وَلَدًا ۝۹۱ وَمَا يَنۡۢبَغِىۡ لِلرَّحۡمٰنِ اَنۡ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ۝۹۲ اِنۡ كُلُّ مَنۡ

اولاد حالانکہ اولاد رکھنا اللہ کی شان نہیں ہے نہیں کوئی چیز

تکلیف و آلائش سے پاک وصاف ہوکر عرشِ پروردگار کے سامنے آئیں گے تو فرشتوں کو حکم ہوگا کہ میرے دوستوں کو باقی مخلوق سے الگ رکھو اور ان کو جنّت کی طرف لے چلو۔ چنانچہ جنّت کے دروازہ پر پہنچ کر فرشتے کنڈی کھٹکھٹائیں گے۔ جس کی آواز حُوریں سُن کر ایک دوسری کو خوشخبری دیں گی۔ پس دروازے کھلیں گے اور وہ نہایت سکون واطمینان سے اپنے اپنے محلّات کی طرف روانہ ہوں گے اور حورانِ جنّت استقبال کے لئے آگے بڑھ کر مرحبا کہیں گی۔ الحدیث۔ تفسیر صافی میں قمی سے منقول ہے حضرت علی علیہ السلام نے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہوں گے تو آپ نے فرمایا یہ تیرے شیعہ ہوں گے تو ان کا پیشرو ہوگا۔

نَسُوۡقُ۔ کافروں، مشرکوں اور گنہگاروں کو جہنم کی طرف پیادہ اور پیاسا لے جایا جائے گا

لَا يَمۡلِكُوۡنَ۔ یعنی نہ اُن کی کوئی شفاعت کرے گا اور نہ وہ کسی کی شفاعت کر سکیں گے۔

عَهۡدًا۔ تفسیر صافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ عہد سے مراد حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کا اقرار ہے

وصیّت نامہ

تفاسیر امامیہ میں اس جگہ عہد سے مراد وصیّت نامہ بھی لیا گیا ہے اور اس کی پہلے معنی سے کوئی منافرت نہیں ہے۔ چنانچہ کافی فقیہ اور تہذیب سے مروی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بسلسلۂ آبائے طاہرین جناب رسالتمآبؐ سے نقل فرمایا کہ جو شخص موت سے پہلے وصیّت نہیں کرتا اس کی مروّت اور عقل

فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾ لَقَدْ اَحْصٰهُمْ

آسمانوں اور زمین میں مگر وہ اللہ کی عبد ہے تحقیق اللہ کا علم

وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿۹۴﴾ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿۹۵﴾

ان پر محیط ہے اور وہ ان کی تعداد کو جانتا ہے اور سب آئیں گے اس کے پاس قیامت کے دن تنہا

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿۹۶﴾

تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے کرے گا ان کے لئے خدا محبت (مومنوں کے دلوں میں)

فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا

پس ہم نے اس کو آسان کیا تیری زبان پر تاکہ خوشخبری سناؤ متقیوں کو اور ڈراؤ اس کے ساتھ ضدی

میں کہی ہے جب آپ سے دریافت کیا گیا کہ وصیت کا کیا طریقہ ہے تو آپ نے فرمایا جب وفات کا وقت آئے اور لوگ جمع ہوں تو کہے ۔ اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الرَّحْمٰنَ الرَّحِيْمَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعْهَدُ اِلَيْكَ فِيْ دَارِ الدُّنْيَا اِنِّيْ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ وَاَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَاَنَّ النَّارَ حَقٌّ وَاَنَّ الْبَعْثَ وَاَنَّ الْحِسَابَ حَقٌّ وَالْقَدْرَ وَالْمِيْزَانَ حَقٌّ وَاَنَّ الدِّيْنَ كَمَا وَصَفْتَ وَاَنَّ الْاِسْلَامَ كَمَا شَرَعْتَ وَاَنَّ الْقَوْلَ كَمَا حَدَّثْتَ وَاَنَّ الْقُرْاٰنَ كَمَا اَنْزَلْتَ وَاَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ جَزَى اللّٰهُ مُحَمَّدًا خَيْرَ الْجَزَاءِ وَحَيَّا مُحَمَّدًا وَاٰلَ مُحَمَّدٍ بِالسَّلَامِ اَللّٰهُمَّ يَا عُدَّتِيْ عِنْدَ كُرْبَتِيْ وَيَا صَاحِبِيْ عِنْدَ شِدَّتِيْ وَيَا وَلِيِّيْ فِيْ نِعْمَتِيْ اِلٰهِيْ وَاِلٰهَ اٰبَائِيْ لَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ فَاِنَّكَ اِنْ تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ اَقْرَبُ مِنَ الشَّرِّ وَاَبْعَدُ مِنَ الْخَيْرِ فَاٰنِسْ فِي الْقَبْرِ وَحْشَتِيْ وَاجْعَلْ لِّيْ عَهْدًا يَوْمَ اَلْقَاكَ مَنْشُوْرًا ۔ اس کے بعد اپنے دوسرے ضروری مطالب کا ذکر کرے اور یہی وہ عہد ہے جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے اور وصیت کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور ضروری ہے کہ اس وصیت کو پڑھ لے اور یاد کرلے حضرت علی علیہ السّلام فرماتے ہیں مجھے رسولؐ خدا نے اسی طرح تعلیم کی اور جبریل اس کو اسی طرح لایا۔

اَقُوْلُ ۔ اصولِ مذہب کی رُو سے شہادتِ رسالت کے بعد علی سے مہدی علیہم السّلام تک آئمہ کا نام بھی شامل کرلیا جائے نیز اس وصیت نامہ کو لکھ کر انسان اپنے پاس رکھے کیونکہ موت کا کوئی وقت معین نہیں ہے اور خوش نصیب ہے وہ بندہ

لُدًّا ﴿۹۷﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ۭ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ
لوگوں کو اور کس قدر ہلاک کیا ہم نے ان سے پہلے قوموں کو کیا محسوس کرتے ہو
مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿۹۸﴾ ع
ان میں سے کسی کو یا سنتے ہو کسی کی آواز ؟

جو سوتے وقت وصیت نامہ اپنے سرہانے کے نیچے رکھ کر سوئے اور اسی مضمون کی آئمہ سے روایات بھی منقول ہیں۔

(عَلٰی مَا حُکِیَ)

اِنَّ الَّذِیْنَ ۔ اس آیت مجیدہ کا مصداق حضرت علی علیہ السلام ہے۔ تفسیر اہل بیتؑ میں ہے کہ رسالت مآب نے حضرت علی کو یہ دعا تعلیم کی ۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّیْ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ وُدًّا ۔ یعنی اے اللہ مومنوں کے دلوں میں میری محبت پیدا کر۔ پس یہ آیت اُتری اور صافی میں مروی ہے کہ نماز کے بعد حضرت رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ کے حق میں باواز بلند یہ دُعا کی اے اللہ مومنوں کے دلوں میں علی کی محبت پیدا کر اور منافقوں کے دلوں میں علی کا رُعب وہیبت پیدا کر پس یہ آیت اُتری۔

قَوْمًا لُّدًّا ۔ تفسیر صافی میں ہے اس سے مراد بنی اُمیہ ہیں۔

تفسیر برہان میں مناقب بن مغازلی سے بروایت ابن عباس مروی ہے کہ رسالتمآبؐ نے میرا اور علی کا ہاتھ پکڑا۔ پھر چار رکعت نماز پڑھی اور ہاتھوں کو بلند کر کے دعا مانگی ۔ اَللّٰهُمَّ سَاَلَكَ مُوْسٰی بْنَ عِمْرَانَ وَ اَنَا مُحَمَّدٌ اَسْئَلُكَ اَنْ تَشْرَحَ لِیْ صَدْرِیْ وَ تُیَسِّرَ لِیْ اَمْرِیْ وَ تُحَلِّلَ لِیْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ عَلِیًّا اُشْدُدْ بِهٖ اَزْرِیْ وَ اَشْرِكْهُ فِیْ اَمْرِیْ ۔ ابن عباس کہتا ہے میں نے منادی کی آواز سُنی کہ آپ کی دُعا مقبول ہے ۔ پس آپ نے حضرت علیؑ کو دُعائے سابق تعلیم فرمائی جب علیؑ دعا مانگ چکے تو یہ آیت نازل ہوئی ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ ۔ الخ ۔ حضرت رسالتمآبؐ کی دعا جس میں حضرت علیؑ کی وزارت کی خواہش کی گئی باختلاف الفاظ سورہ طٰہٰ کی تفسیر میں صفحہ ۱۲۵ ، پر مفصّل ذکر کی گئی ہے ۔ استاد العلماء مولانا سید محمد باقر اعلی اللہ مقامہ نے روایت مذکورہ کو درمنثور سے بحوالہ ابن مردویہ خطیب اور ابن عساکر نقل فرمایا ہے ۔ ملاحظہ ہو کتاب المجالس المرضیہ صفحہ ۲۱۳ ۔

سُوْرَۃُ طٰہٰ

- یہ سورۂ مکیہ ہے اور اس کی آیات بسم اللہ کے بغیر ایک سو پینتیس ہیں۔
- مجمع البیان میں حدیث نبوی سے وارد ہے جو شخص اس سورہ کو پڑھے گا مہاجرین و انصار کے برابر اس کو ثواب ملیگا۔
- امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ طٰہٰ کی قرأت کو نہ چھوڑو اللہ اس کو اور اس کے ہمیشہ پڑھنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور قیامت کے دن اس کو اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں ملے گا اور خدا اس کی لغزشوں سے درگزر کریگا اور اس کو اتنا ثواب دے گا کہ وہ راضی ہو جائے گا۔
- جو شخص اس کو لکھ کر ریشم سبز میں باندھ کر اپنے پاس رکھے پس اس قوم کی طرف جائے جہاں شادی کرنا چاہتا ہے تو اس کی خواہش کو رد نہ کیا جائے گا
- اگر لڑنے والے دو گروہوں میں گھس جائے تو وہ ایک دوسرے سے جُدا ہو جائیں گے۔
- اگر سلطان جائر کے پاس جائے تو اس کے شر سے محفوظ رہے گا اور وہ اس کی تمام حاجات پوری کرے گا۔ اور اس کے نزدیک اس کا وقار ہو گا۔
- اگر کسی قوم کی اصلاح کے لئے جائے تو کامیابی حاصل ہو گی اور اس کی کوئی بھی مخالفت نہ کرے گا۔
- اگر بادشاہ سے ستم رسیدہ ہو تو اس کا پانی پی کر اپنے ظالم سلطان کے پاس جائے تو بقدرتِ خدا اس کے ظلم سے محفوظ ہو جائے گا۔
- جس عورت سے کوئی شادی نہ کرتا ہو یا کافی دیر تک بغیر شادی کے وقت گذار رہی ہو۔ پس اس کے پانی سے غُسل کرے تو اس کی شادی جلدی ہو جائے گی۔
- اگر کوئی شادی کا خواہش مند آیت ۱۳۱-۱۳۲ یعنی وَلَا تَمُدَّنَّ سے لِلتَّقْوٰی تک زعفران سے لکھ کر اپنے دائیں بازو پر باندھ کر خواستگاری کے لئے جائے تو باذنِ پروردگار اس کا مطلب پُورا ہو گا اور لڑکی والے انکار نہ کریں گے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

(ساتھ نام اللہ کے جو رحمٰن و رحیم ہے دشروع کرتا ہوں)

طٰهٰ ① مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ② اِلَّا تَذْكِرَةً

طٰہٰ ہم نے نہیں نازل کیا قرآن کو تاکہ آپ مشقت کریں مگر نصیحت ہے

لِّمَنْ یَّخْشٰى ③ تَنْزِیْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ④

اس کے لئے جو ڈرے نازل ہوا اس کی جانب سے جس نے پیدا کیا زمین کو اور بلند آسمانوں کو

رکوع نمبر ۱۰

طٰہٰ کی تفسیر اس میں پانچ اقوال ہیں (۱) حروفِ مقطعاتِ قرآنیہ میں سے ہے جن کی تاویل تفسیر کی دوسری جلد الم کے بیان میں گزر چکی ہے (۲) وَطَأَ - یَطَأُ سے امر کا صیغہ طَأْ بنتا ہے پس ہمزہ کو ھاء سے تبدیل کر کے طٰہٰ بنالیا گیا اور بعضوں نے لفیف مفروق وَطَا یَطَا سے طَ امر کا صیغہ اور ھاء کو حالتِ وقف میں بڑھا دیا۔ اور قرأت کے لحاظ سے طَہٰ - طِہِ - طٰہٰ کا اختلاف قراء میں پایا جاتا ہے اور اس کا لغوی معنی ہے کہ زمین پر پورے قدم کو جما کے رکھو۔ کیونکہ منقول ہے کہ حضورؐ نماز کے قیام میں ایک پاؤں پر کھڑے ہوتے تھے تاکہ بارگاہِ پروردگار میں زیادہ سے زیادہ کوفت اور تکان کی تکلیف کو سہیں (مجمع) اور بعض روایات میں ہے کہ آپ پاؤں کی انگلیوں پر قیام فرماتے تھے اور طولِ قیام کی وجہ سے پاؤں پر ورم آجاتے تھے۔

پس یہ آیتیں اُتریں کہ پورے قدموں کو زمین پر ٹیک کر قیام کریں اور زیادہ مشقت نہ اٹھائیں (بر ہان)

(۳) قسم کے قائمقام ہے اور بعد والی آیت جواب قسم ہے (مجمع)

(۴) ابن عباس سے منقول ہے کہ طٰہٰ یا رجل کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور کلبی نے استشہاد کے طور پر عربوں کے اشعار میں اس استعمال کو پیش کیا ہے۔ ایک عرب کا شعر ہے۔ ع

هَتَفْتُ بِطٰهٰ فِی الْقِتَالِ فَلَمْ یُجِبْ - الخ

یعنی میں نے لڑائی کے دوران میں اس شخص کو بُلایا

دوسرے نے کہا ہے۔ ع

اِنَّ السَّفَاهَةَ طٰهٰ مِنْ خَلَائِقِكُمْ

یعنی تحقیق بیوقوفی اے شخص تمہاری عادتوں میں سے ہے

اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝۵ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي

رحمٰن جو عرش (حکومت) پر غالب ہے اس کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین

الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ۝۶ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ

میں ہے اور جو کچھ زمین کے نیچے ہے اور اگر بلند آواز کرو تو وہ جانتا

فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ۝۷ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْاَسْمَآءُ

ہے راز کو اور اس سے زیادہ مخفی چیز کو اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے لئے اسماء

(۵) طٰہٰ جناب رسالتمآبؐ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

تفسیر برہان میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے کلبی سے فرمایا کہ قرآن مجید میں جناب رسالتمآبؐ کے دس نام ہیں پس آپ نے یہ نام گنوائے۔ محمد۔ احمد۔ عبداللہ۔ طٰہٰ۔ یٰس۔ ن۔ مدثر۔ مزمل اور آخر میں فرمایا کہ ذکر بھی حضور کا نام ہے اور ہم اہل الذکر ہیں پس جو چاہو پوچھ لو وہ کہتا ہے کہ خدا کی قسم اس وقت مجھے سارا قرآن ہی بھول گیا پس کچھ نہ پوچھ سکا۔ ایک روایت میں ہے آپ نے سفیان ثوری سے فرمایا کہ طٰہٰ حضورؐ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور اس کا معنی ہے طالب حق اور ہادی۔

اَلْعُلٰى۔ علیا کی جمع ہے جس طرح دُنیا اور دُنیٰ۔

توحید کا بیان

عَلَى الْعَرْشِ۔ خداوند کریم چونکہ جسم و جسمانیات سے پاک ہے لہذا یہ معنی غلط ہے کہ وہ عرش پر ساکن ہے کیونکہ وہ ہر شے پر محیط ہے اور کوئی شئی اس کا احاطہ نہیں کر سکتی اسی بناء پر پوری کائنات کے مجموعہ کو بھی عرش کہا گیا ہے یعنی پوری مخلوق پر وہ کامل تسلط رکھتا ہے اور اس کو اقتدار کلی حاصل ہے ہم نے اس کی ضروری وضاحت کتاب لمعۃ الانوار کے دوسرے حصہ میں کر دی ہے۔ نیز تفسیر کی جلد ۶ صد ۴۲ پر بھی اس کی تشریح گذر چکی ہے تفسیر برہان میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص کہے کہ خدا کسی شی سے ہے یا کسی شئی میں ہے یا کسی شئی پر ہے وہ جھوٹ کہتا ہے ایک زندیق کے سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا اس کی مصنوعات کا وجود اس امر کی دلیل ہے کہ ان کو کسی بنانے والے نے بنایا ہے جس طرح ایک اچھی بلڈنگ کو دیکھ کر بنانے والے کا یقین ہو جاتا ہے حالانکہ اس کو دیکھا نہیں ہوتا۔ زندیق نے سوال کو دہرایا کہ وہ کیا شئے ہے؟ آپ نے فرمایا وہ ذات تمام اشیاء سے الگ ہے نہ جسم ہے نہ صورت نہ اس کو حس پا سکتی ہے اور نہ وہ ٹٹولی جا سکتی ہے نہ حواس ظاہرہ اس کو پا سکتے ہیں اور نہ اوہام اس تک پہنچ سکتے ہیں نہ اس کو وقت گھٹا سکتا ہے اور نہ زمانہ اس میں تغیر پیدا کر سکتا ہے اور سلسلۂ کلام کو جاری

الْحُسْنٰی ۝۸ وَھَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ مُوْسٰی ۝۹ اِذْ رَاٰ نَارًا

حُسنیٰ ہیں اور کیا پہنچی تیرے پاس بات موسیٰ کی جب اس نے آگ دیکھی

فَقَالَ لِاَھْلِہِ امْکُثُوْٓا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْٓ اٰتِیْکُمْ مِّنْھَا

تو گھر والی سے کہا ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے (جاتا ہوں) تاکہ لاؤں اس سے ایک چنگاری یا پالوں

بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَی النَّارِ ھُدًی ۝۱۰ فَلَمَّآ اَتٰھَا نُوْدِیَ

آگ پر (راستے کا) پتہ تو جب وہاں پہنچا اس کو ندا آئی

یٰمُوْسٰی ۝۱۱ اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّکَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ ج اِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ

اے موسیٰ میں تیرا رب ہوں پس اُتار اپنا جوتا تحقیق تو وادیٔ مقدس

رکھتے ہوئے ایک اعتراض کے جواب میں فرمایا عرش پر استواء کا معنی یہ نہیں کہ وہ اس پہ بیٹھا ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ وہ عرش پر حاوی اور مسلّط ہے۔ سائل نے اعتراض کیا کہ اگر خدا ایک جگہ کا پابند نہیں اور وہ ہر جگہ ہے تو دُعا کے وقت ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کرنے کا کیا مطلب ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اس کے علم وقدرت کی نگاہ میں فوق و تحت سب یکساں ہیں لیکن اس نے اپنے اولیاء اور نیک بندوں کو دُعا کے وقت ہاتھ اُوپر اٹھانے کا حکم دیا ہے کیونکہ مقامِ عرش کو اس نے اپنے رزق (عطا) کا معدن قرار دیا ہے۔ الخبر۔

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۔ اوصاف بیان کرنے کے بعد اپنی توحید کا اعلان فرمایا کہ میرے سوا کوئی نہیں جو الٰہ کا مصداق ہو۔

اسمائے حسنہ پروردگار کے متعلق بحث تفسیر کی چھٹی جلد ص۱۳۷ تا ص۱۴۲ پر موجود ہے نیز جلد ۳ ص۲۶۰ پر ملاحظہ ہو

حضرت موسیٰ کا قصہ

وَھَلْ اَتٰکَ۔ جناب رسالتمآبؐ کی تسلی وتسکین کی خاطر حضرت موسیٰ کا قصہ بیان فرمایا۔ کہ انبیاء پر اس قسم کے مصائب آیا کرتے ہیں اور وہ صبر وسکون سے ہر مصیبت کا مقابلہ کرتے ہوئے منصب نبوّت ورسالت کو نبھا جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا قصہ اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے۔ کہ کافی عرصہ تک جلاوطنی اور ہجرت کے مصائب برداشت کئے لیکن صبر وتحمّل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اور خدا کی رحمت بے پایاں کے تقاضے سے اس کے علم وحکمت کے بحرِ بے کراں میں یہ بات درِ مکنون کی طرح نہاں ونہاں تھی کہ کٹھن مشکلات اور جان لیوا مصائب میں انتہائی صبر وسکون سے تشکر خدا میں رطب اللسان بندے کو نمایاں خصوصیت عطا کی جائے۔ یعنی عہدۂ نبوت ورسالت کے ساتھ اس کو اپنی ہمکلامی کا شرف بھی بخشا جائے تاکہ جسمانی لذائذ سے خدا کے لئے کنارہ کشی کرنے والا روحانی لذّات میں ایسی چاشنی پائے کہ گذشتہ تمام آلام ومصائب کا مداوا بھی ہو جائے اور آئندہ کے لئے عزم صمیم میں پختگی

کے ساتھ ساتھ ذکر و شکر پروردگار میں اضافہ کی راہیں بھی ہموار ہو جائیں۔ سورۂ قصص کی تفسیر میں یہ واقعہ مفصّل آئے گا۔[1] انشاء اللہ اس مقام پر صرف اس جگہ سے بات شروع کی۔ جب کہ حضرت موسیٰ حضرت شعیب کی لڑکی کے ساتھ شادی کرنے کے بعد اپنی اہلیہ کو ہمراہ لے کر اپنے وطن کی جانب مراجعت فرما ہوئے اور نعماتِ پروردگار نے بڑھ کر استقبال کیا۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت غیور تھے اور پردہ کے سخت پابند تھے۔ اسی بناء پر وہ کسی قافلے کے ہمراہ سفر نہ کرتے تھے جب آپ مدین سے روانہ ہوئے تو بھیڑ بکریوں کا ریوڑ بھی ساتھ تھا اور ایک گدھی پاس تھی جس پر گھر کا مختصر سامان لدا ہوا تھا اور آپ کی اہلیہ بھی اسی پر سوار تھی۔ شب تار میں سفر جاری تھا۔ سردی زوروں پر تھی۔ اور ساتھ ہی آپ کی بیوی کے وضع حمل کا زمانہ قریب تھا پس راستہ کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ بھیڑیں اور بکریاں بھی منتشر ہو گئیں اور سردی کا غلبہ ہوا اور ساتھ ہی گھر میں دردِ زہ کی تکلیف شروع ہو گئی۔ حضرت موسیٰ کے جیب میں چقماق تھا جس سے بوقتِ ضرورت آگ جلا لیتے تھے اب جو اس کو استعمال کرنا چاہا تو اس میں بھی ناکامی ہوئی اور ایسے اضطراب و پریشانی کی حالت میں جو سراسیمگی اور پژمردگی انسان پر طاری ہونی چاہیئے ایک کم ہمت انسان تو اس کے تصور سے بھی گھبرا جاتا ہے لیکن یہ حضرت موسیٰ کا قلب و جگر اور ہمت و حوصلہ تھا کہ اللہ پر توکّل کئے ہوئے پامردی اور جرأت سے حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے آگے کی طرف قدم بڑھاتے چلے جا رہے تھے۔ بے شک فکر مستقبل میں ڈوبے ہوئے نبی نے جو ایک مرتبہ نظر اٹھا کر دیکھا تو دُور سے جلتی ہوئی آگ دکھائی دی۔ پس ڈھارس بندھ گئی اور حوصلے بڑھ گئے عنانِ سفر کو روک لیا اور گھر والی سے فرمایا تم یہاں ٹھہرو میں اس روشنی کی طرف جاتا ہوں اور سردی کا مقابلہ کرنے کے لئے وہاں سے آگ لاتا ہوں۔ نیز چونکہ صحیح راستہ ہم سے گم ہو گیا ہے لہٰذا آگ کے پاس کسی واقف آدمی سے راستہ کا سراغ مل جائے گا (مکث عارضی قیام کو اور اقامت دائمی قیام کو کہتے ہیں) یہ رات جمعہ کی تھی پس جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ آگ عناب کے درخت میں ہے کہ نہ وہ درخت کو جھلساتی ہے تاکہ اس کی سبزی میں بے رونقی پیدا ہو اور نہ درخت کی تازگی آگ کی روشنی کو کم کرتی ہے یہ دیکھتے ہی دریائے حیرت اور بحرِ تعجب میں غوطہ زن ہو گئے چونکہ دل میں شمع نبوت فروزاں تھی اگرچہ اس کے اعلان و اظہار کا وقت ابھی دور تھا اپنے خدا داد علم سے اس فیصلہ پر پہنچے کہ یہ خارقِ عادت معاملہ قدرتِ پروردگار کا کرشمہ ہے۔ پس اضطراب ختم ہوا اور اللہ کی جانب سے عنایت خاصہ کے منتظر ہو رہے تو فوراً آواز آئی۔ اے موسیٰ میں تیرا رب ہوں جس نے تجھے پیدا کیا ہے ایک روایت میں ہے جب موسیٰ کو ندا پہنچی تو فوراً جواب دیا کہ میں نے تیری آواز سُنی ہے لیکن یہ پتہ نہیں چل سکا کہ تو کہاں ہے تو جواب ملا کہ میں تیرے اُوپر تیرے ساتھ تیرے آگے تیرے پیچھے اور تیری سانس سے بھی تیرے قریب تر ہوں پس موسیٰ جان گئے کہ یہ اللہ کی ہی صفت ہے اور اظہارِ معجزہ سے بھی حضرت موسیٰ سمجھ گئے تھے کہ یہ آواز والا پروردگار ہی ہے اور مروی ہے کہ اس روشنی میں حضرت موسیٰ ملائکہ کی تسبیح بھی سُن رہے تھے پس موسیٰ کے دل میں تسکین پیدا ہوئی اور کلام خداوندی سُننے کے لئے تیار ہو گئے تو ارشاد ہوا کہ میں تیرا پروردگار ہوں۔

[1] جلد ۱۱ میں ملاحظہ ہو۔

طُوًى ﴿۱۲﴾ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوحٰى ﴿۱۳﴾ اِنَّنِىْٓ اَنَا اللّٰهُ

طوی میں ہے اور میں نے تجھے چن لیا ہے پس سُن جو وحی کی جائے تحقیق میں اللہ ہوں کہ

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِىْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ ﴿۱۴﴾ اِنَّ السَّاعَةَ

سوائے میرے کوئی بھی اللہ نہیں پس میری عبادت کرو اور نماز کو قائم کرو میری یاد کے لئے تحقیق قیامت آنے

فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۔ اس کی کئی تاویلیں ہیں (۱) اس لئے جوتا اتارنے کا حکم ہوا تاکہ وادیٔ مقدس کی زمین سے پاؤں مس ہوں۔ (۲) تواضع کے لئے حکم دیا گیا (۳) چونکہ نجاست یا حشرات الارض یا کانٹوں وغیرہ سے حفاظت کے لئے ہوتا ہے اور یہ جگہ ان چیزوں سے پاک تھی اس لئے ارشاد ہوا کہ امن کا مقام ہے جوتے کی ضرورت نہیں (۴) تفسیر برہان میں ہے حضرت حجۃ علیہ السلام سے سوال کیا گیا اور یہ بھی کہا گیا کہ بعض لوگ اس کی وجہ بتاتے ہیں کہ نجس چمڑے کا جوتا تھا اس لئے اتارنے کا حکم دیا گیا۔ آپ نے فرمایا یہ حضرت موسٰے پر افترا ہے کیونکہ دو صورتوں سے خالی نہیں۔ اگر اس میں حضرت موسٰی کی نماز صحیح تھی تو نجس نہیں تھی اور اگر اس میں موسٰے کی نماز غیر صحیح تھی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ حلال و حرام کو نہ جانتے تھے اور یہ افترا ہے پس مقصد یہ ہے۔ کہ جب موسٰے نے اپنے اخلاص کا اظہار کیا کہ میں نے اپنے دل کو تیری محبت کیلئے خالی کر دیا ہے تو چونکہ اپنی اہلیہ کو پیچھے چھوڑ آئے تھے اور ان کی فکر دامن گیر تھی۔ پس ارشاد خداوندی ہوا کہ دل سے اہلیہ کی فکر کو بھی نکال دو کیونکہ میں خود ہی ان کا محافظ ہوں پس جوتا اتارنا اہلیہ کی فکر سے دل کو خالی کرنے کے لئے کنایہ کیا گیا ہے (۵) بروایت علل حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت موسٰے کے دل میں دو خطرے تھے ایک بیوی کی تکلیف کا اور دوسرے فرعون کی سرکشی کا۔ پس ارشاد ہوا کہ یہ دونو خطرے دل سے نکال دو۔

طُوًى ۔ وادی کا نام ہے بعضوں نے عمر و زفر کی طرح معدول قرار دیکر اس کو غیر منصرف پڑھا ہے اور بعضوں نے طاوی یَطْوِیْ سے طُوًی کو صیغہ صفت قرار دیا ہے جیسے ثُنًی اور سُوًی گویا یہ وہ وادی ہے جس کو دو دفعہ یا بار بار تقدس حاصل ہوا ہے۔ یعنی طُوًى بِالْبَرَكَةِ ۔ جناب رسالتمآبؐ سے اس کی وجہ یہ منقول ہے کہ پہلی دفعہ ارواح کو اسی مقام مقدس پر پاکیزہ کیا گیا اور دوسری دفعہ فرشتوں کو اسی مقام پر برگزیدہ کیا گیا اور تیسری دفعہ موسٰی کو کلام کا شرف اسی مقام سے ملا۔ (صافی)

اِنَّنِىْ ۔ جب حضرت موسٰی کی دلجمعی ہو گئی اور سکون قلب آ گیا تو پیار و محبت کے لہجہ میں ارشاد ہوا میں نے تجھے نبوت کے لئے چُن لیا ہے لہذا اب وحی کی باتیں کان دھر کر سُنو۔ پس سب سے پہلے پہل توحید کا پیغام سنایا کہ سوائے میرے کوئی بھی اللہ نہیں ہے لہذا میری ہی عبادت کرو۔

اَقِمِ الصَّلٰوةَ ۔ یعنی جب بھی مجھے یاد کرو تو نماز بجا لاؤ یا یہ کہ میرے ذکر کو نماز کی شکل میں بجا لاؤ۔

اِنَّ السَّاعَةَ ۔ خداوند کریم نے قیامت کی آمد کا علم ہر ایک سے مخفی رکھا ہے تاکہ اس کا خوف دلوں میں باقی رہے اور

اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخۡفِيۡهَا لِتُجۡزٰى كُلُّ نَفۡسٍۢ بِمَا تَسۡعٰى ﴿۱۵﴾ فَلَا يَصُدَّنَّكَ

والی ہے میں اس کو مخفی رکھوں گا تاکہ بدلہ دیا جائے ہر نفس کو جو عمل کرے پس نہ روکے

عَنۡهَا مَنۡ لَّا يُؤۡمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰٮهُ فَتَرۡدٰى ﴿۱۶﴾ وَمَا

تجھے اس سے جو نہیں ایمان لاتا اس پر اور تابع ہے اپنی خواہش کا ورنہ تو ہلاک ہوگا اور تیرے

تِلۡكَ بِيَمِيۡنِكَ يٰمُوۡسٰى ﴿۱۷﴾ قَالَ هِىَ عَصَاىَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيۡهَا

دائیں ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ کہا یہ میرا عصا ہے اس کا سہارا لیتا ہوں

وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِىۡ وَلِىَ فِيۡهَا مَاٰرِبُ اُخۡرٰى ﴿۱۸﴾ قَالَ

اور درختوں کے پتے جھاڑتا ہوں بکریوں کے لئے اور میرے اس میں اور فائدے بھی ہیں فرمایا

اَلۡقِهَا يٰمُوۡسٰى ﴿۱۹﴾ فَاَلۡقٰٮهَا فَاِذَا هِىَ حَيَّةٌ تَسۡعٰى ﴿۲۰﴾ قَالَ خُذۡهَا

پھینکو اس کو اے موسیٰ پس جب اس کو پھینکا تو دیکھا کہ سانپ ہے جو تیز دوڑتا ہے فرمایا اس کو

اعمال صالحہ کا جذبہ کارفرما ہو۔

فَلَا يَصُدَّنَّكَ ۔ یہ خطاب حضرت موسیٰ کو ہے اور مراد اُمّت کے لوگ ہیں

وَمَا تِلْكَ ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ سوال کرکے آئندہ بنائے جانے والے معجزہ کی طرف ان کی توجہ پھیرنا مطلوب تھا پہلے جب حضرت موسیٰ عصا کے فوائد بیان کر چکے تو زمین پر ڈالنے کا حکم ہُوا تاکہ اژدہا کی شکل اختیار کرے اور اس کی اہمیت واضح ہو۔

مَاٰرِبُ ۔ اس کی واحد مَاٰرِبَةٌ ہے اس کا معنی ہے حاجات و فوائد اور حاجت و فائدہ میں فرق یہ ہے کہ جو چیز حاصل ہونے سے پہلے حاجت کہلاتی ہے اسی کو بعد از حصول فائدہ کہا جاتا ہے۔

اُخْرٰى ۔ یہ آخر کی مونث ہے اور اس کی جمع اُخَر آتی ہے اس مقام پر واحد کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے تاکہ آیات کے فواصل میں مطابقت رہے۔

نورانی لطیفہ کہتے ہیں ایک عالم دین بزرگوار نے عالم خواب میں حضرت رسالتمآبؐ کی زیارت کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے ہمراہ تھے پس حضرت موسیٰ نے عالم سے پوچھا آپ کون ہیں؟ تو انہوں نے اپنا تعارف پوری تفصیل سے بیان کیا تو حضرت موسیٰ ہنس پڑے کہ عالم کی یہ شان نہیں ہے کہ جب چھوٹے سے فقرہ میں جواب دیا جا سکتا ہو اتنی لمبی تفصیل میں پڑ جائے۔ بس اتنا کافی تھا کہ میں فلاں ابن فلاں ہوں۔ اس مقام پر اپنی تعلیم تدریس تصنیفات و تالیفات و دیگر خدمات کا بیان

زائد از ضرورت ہے یہ سُنتے ہی فوراً اس عالم نے جواب میں عرض کیا حضور آپ سے جب خدا نے پوچھا تھا کہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے تو اتنا جواب کافی تھا کہ عصا ہے میں اس پر سہارا لیتا ہوں۔ بکریوں اور بھیڑوں کے لئے درختوں کے پتے جھاڑتا ہوں اور بھی کئی فائدوں کے لئے اس کو استعمال کرتا ہوں۔ فرمائیے اس تفصیل کی کیا ضرورت تھی؟ پس حضرت موسیٰ خاموش ہو گئے۔

علمائے بیان کے مسلمات میں سے ہے کہ جہاں سوال مختصر ہو لیکن جواب کی تفصیل کے سُننے کا سائل کو شوق ہو جس طرح حبیب و محبوب کا باہمی مکالمہ تو ایسے حالات میں اختصار کی بجائے کلام کو طول دینا بلاغت ہے اور اختصار اس کے منافی ہے لیکن جہاں سامع کے کانوں پر بوجھ پڑ رہا ہو وہاں ادائیگی مطلب کے لئے صرف نپے تلے الفاظ کا بیان ہی بلاغت ہے اور جس قدر اختصار سے کام لیا جا سکے اتنا ہی قابلِ تعریف ہے۔

دوسرے فوائد جو عصا سے حاصل ہوتے تھے (۱) اس کے کنارے سے زادِ راہ باندھ کر کندھے پر رکھ لیتے تھے۔ (۲) زمین میں گاڑتے تھے تو پانی نکل آتا تھا (۳) زمین پر مارتے تھے تو کھانے کی اشیا حسب ضرورت پیدا ہو جاتی تھیں (۴) اس سے درندوں کا مقابلہ کرتے تھے جب وہ ریوڑ کو نقصان پہنچانے کے لئے بڑھتے تھے (۵) دشمن کے مقابلہ کے لئے ہتھیار کا کام دیتا تھا (۶) کنویں سے پانی نکالنے کے لئے لمبا ہو جاتا تھا اور اس کے دونوں سرے ڈول کا کام دیتے تھے (۷) اس کے سرے رات کے وقت قندیل کا کام دیتے تھے (۸) عالم تنہائی و وحشت میں ان سے کلام صادر ہوتا تھا اور آپ اس سے مانوس رہتے تھے (۹) اونچے درخت کو اس کے ذریعے سے جھکا لیا کرتے تھے (مجمع) (۱۰) دھوپ کے وقت اس پر کپڑا ڈال کر سایہ کا کام لیتے تھے (صافی) اور تفسیر برہان کی ایک روایت میں ہے کہ یہ عصا ایک ہزار معجزات کا مظہر تھا۔

حَيَّةٌ تَسْعٰى۔ جب حضرت موسےٰ عصا کے فوائد شمار کر چکے تو حکم ہوا کہ اس کو زمین پر ڈالئے پس آپ نے جب اُسے زمین پر پھینکا تو وہ زمین پر پہنچتے ہی زرد سانپ بن گیا اور گھوڑے کی گردن کی طرح اس پر گھنے بال تھے پھر اس نے پھولنا شروع کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک بڑا اژدہا بن گیا کہ اونٹ کے حجم کے برابر والے پتھروں کو نگل جاتا تھا اور بڑے تناور درخت کے تنے میں اپنے دانت داخل کر کے اس کو جڑوں سے اکھیڑ پھینکتا تھا۔ اس کی آنکھیں آگ کی طرح روشن تھیں اور اس کی گردن کے بال لمبے اور سخت تھے جونہی حضرت موسیٰ نے دیکھا تو پیچھے بھاگ کھڑے ہوئے پھر اپنے پروردگار کو یاد کر کے کھڑے ہو گئے پس آواز آئی اے مُوسیٰ۔ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ۔ یعنی اس کو بلاخوف وہراس پکڑ لو کیونکہ ہم اسی کو اپنی اصل حالت پر پلٹا دیں گے۔ اس وقت حضرت موسےٰ اُونی قمیض پہنے ہوئے تھے جب اس کو پکڑنے کا حکم ملا تو آستین کو لمبا کر کے ہاتھ کو ڈھانپ لیا پس ارشادِ خداوندی ہُوا۔ اے موسےٰ اگر میں اس کو حکم دے دوں تو کیا یہ آستین تیرے اس خطرے سے تجھے بچا سکے گی؟ حضرت موسےٰ نے عرض کی کہ نہیں۔ لیکن کیا کروں میں کمزور ہوں اور کمزور چیز سے پیدا ہُوا ہوں پس ہاتھ سے کپڑے کو الگ کر کے سانپ کے منہ میں ڈالا تو وہ ویسی عصا کی دو شاخیں تھیں جن پر سہارا لیا کرتے تھے اور یہ عصا جنت سے حضرت آدم ساتھ لائے تھے پھر یکے بعد دیگرے انبیاء اس کے وارث ہوتے چلے آئے اور

وَلَا تَخَفْ سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولَىٰ ﴿٢١﴾ وَاضْمُمْ يَدَكَ

پکڑ لے اور نہ ڈر ہم اس کو پلٹا دیں گے پہلی حالت پر اور لے جاؤ ہاتھ اپنا نیچے

إِلَىٰ جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ آيَةً أُخْرَىٰ ﴿٢٢﴾

اپنے بازو کے وہ سفید (نورانی) نکلے گا بغیر بیماری (و عیب کے) (یہ) دوسرا معجزہ ہے

لِنُرِيَكَ مِنْ آيَاتِنَا الْكُبْرَى ﴿٢٣﴾ اذْهَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ

تاکہ ہم تجھے دکھائیں اپنی نشانیوں میں سے بڑی جاؤ فرعون کی طرف تحقیق وہ

طَغَىٰ ﴿٢٤﴾ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ﴿٢٥﴾ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ﴿٢٦﴾

چکا ہے کہا اے رب کشادہ کر میرا سینہ اور آسان کر میرا معاملہ

وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِي ﴿٢٧﴾ يَفْقَهُوا قَوْلِي ﴿٢٨﴾ وَاجْعَلْ لِي

اور کھول گرہ میری زبان سے تاکہ میری بات کو سمجھیں اور مقرر کر

وَزِيرًا مِنْ أَهْلِي ﴿٢٩﴾ هَارُونَ أَخِي ﴿٣٠﴾ اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي ﴿٣١﴾

میرا وزیر میری اہل سے میرے بھائی ہارون کو مضبوط کر اس کے ذریعے سے میری کمر کو

آخر یہ عصا حضرت شعیب کے پاس پہنچا اور انہوں نے حضرت موسیٰ کو دیا۔ ایک روایت کی بنا پر اس کا طول دس ذراع تھا اس کی تفصیل سورۂ قصص میں آئے گی۔ اور اس کا بیان تفسیر کی ج ۶ ص ۱۶۵ پر بھی گذر چکا ہے نیز جلد ۱۱ ص ۳۳ پہ ملاحظہ ہو

وَاضْمُمْ۔ جب عصا کا معجزہ لے چکے تو دوسرا معجزہ عطا ہوا کہ اپنے ہاتھ کو بغل کے نیچے یا پہلو تک لے جاؤ اور واپس نکالو ہم اس کو ید بیضا بنادیں گے کہ اندھیری رات میں چاند بلکہ سورج کی سی روشنی دے گا۔ حضرت موسیٰ کا رنگ گندمی تھا۔ جب انہوں نے ہاتھ نکالا تو ید بیضا بن کے نکلا۔

مِنْ غَيْرِ سُوءٍ۔ یعنی ہاتھ کی یہ سفیدی برص وغیرہ کی بیماری سے نہیں بلکہ بطور اعجاز کے تم کو عطا ہوگی۔

لِنُرِيَكَ۔ یعنی ان دو معجزوں کے علاوہ ہم تجھے اس سے بھی اپنی بڑی نشانیاں دکھائیں گے۔

اِذْهَبْ۔ جب سابق الذکر دو معجزے مل چکے اور آئندہ بڑے معجزات ظاہر ہونے کی توقع بھی دلائی گئی تو پیغام رسالت کے ساتھ تبلیغ پہ مامور ہوئے اور حکم ہوا کہ فرعون کی طرف میرے احکام کی تبلیغ کے لئے جاؤ۔ پس حضرت موسیٰ نے ہارون

کی وزارت کے لئے دعا مانگی جو آیت ۲۵ سے ۳۵ تک ہے۔

رکوع نمبر ۱۱

رَبِّ اشْرَحْ - تفسیر برہان میں بروایت اسماء بنت عمیس حضرت رسالتمآبؐ سے مروی ہے آپ نے حضرت علیؑ کی وزارت کے لئے اس طرح دعا مانگی۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مَا سَاَلَكَ اَخِیْ مُوْسٰی اَنْ تَشْرَحَ لِیْ صَدْرِیْ وَاَنْ تُیَسِّرَ لِیْ اَمْرِیْ وَاَنْ تُحَلِّلَ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ وَاَنْ تَجْعَلَ لِیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ عَلِیًّا اَخِیْ اشْدُدْ بِهٖ اَزْرِیْ وَاَشْرِكْهُ فِیْ اَمْرِیْ - الخ - ترجمہ وہی ہے جو آیات کے تحت اللفظ موجود ہے حضرت موسٰے نے سوال کیا کہ ہارون کو میرے امر میں شریک کر۔ یعنی اس کو بھی نبوت میں میرا حصّہ دار کر اور چونکہ حضرت رسالتمآبؐ کے بعد نبوت ختم تھی لہٰذا حضرت علی تبلیغ احکام رسالت میں حصّہ دار ہیں لیکن نبی نہیں اس لئے آپ نے ایک حدیث میں فرمایا جس کو حدیثِ منزلت کہا جاتا ہے کہ تیری نسبت مجھ سے وہ ہے جو ہارون کو موسٰی سے تھی لیکن میرے بعد نبی کوئی نہیں ہوگا۔ حدیث کے الفاظ کتاب لمعۃ الانوار میں ملاحظہ فرمائیں۔ تفسیر برہان میں یہی روایت بحوالہ حافظ ابونعیم ابن عباس سے منقول ہے جس کے الفاظ بعینہٖ قرآن کے الفاظ ہیں صرف ہارون کی جگہ علی ہے جب آپ نے دُعا ختم کی۔ تو ابن عباس کہتا ہے میں نے منادی کی آواز اپنے کانوں سے سُنی کہ آپ کا سوال پُورا کر دیا گیا ہے اور معمولی اختلاف کے ساتھ یہی روایت سورۂ مریم کی تفسیر کے خاتمہ پر بھی درج ہے۔ ص۱۲۳ ۔ مولانا سید محمد باقر اعلی اللہ مقامہ نے اس روایت کی تفسیر درمنثور سے نقل کیا ہے۔ (المجالس المرضیہ ص۲۱۳)

وَاحْلُلْ عُقْدَةً - حضرت موسٰی علیہ السلام نے زبان سے گرہ کھلنے کی دعا کی تھی کیونکہ آپ تتلا کر بات کرتے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ فرعون کی گود میں بیٹھ کر زمانہ بچپن میں ایک دفعہ فرعون کی ڈاڑھی میں ہاتھ ڈال کر کھینچا پس فرعون نے قتل کرنے کی ٹھان لی تو آسیہ نے کہا یہ بچہ ہے اس کو تو موتی اور چنگاری کا بھی فرق معلوم نہیں چنانچہ موتیوں اور انگاروں کے دو الگ الگ طشت منگوائے گئے موسٰے موتیوں کی طرف لپکنا چاہتے تھے کہ جبریل نے ان کا ہاتھ انگاروں کی طرف بڑھا دیا۔ پس اٹھا کر بچوّں کی عادت کی طرح ایک انگارہ منہ میں ڈال دیا پس زبان تتلا گئی۔ (مجمع)

تفسیر صافی میں بروایت قمی اس واقعہ کا پس منظر یہ ہے کہ فرعون بنی اسرائیل کے بچوّں کو قتل کراتا تھا لیکن موسٰے کی خود تربیت کرتا تھا اُسے کیا خبر تھی کہ اس کی موت اسی کے ہاتھوں ہوگی۔ جب حضرت موسٰی گھٹنوں چلنے لگے تو ایک دن فرعون کے پاس بیٹھے ان کو چھینک آئی۔ پس فوراً زبان سے الحمد للہ رب العلمین کا کلمہ جاری کیا فرعون نے غصّہ میں آکر آپ کے منہ پر طمانچہ رسید کیا اور کہا کہ یہ کیا کہتے ہو؟ تو حضرت موسٰے سے بھی ضبط نہ ہو سکا پس فرعون کی ڈاڑھی کی طرف ہاتھ بڑھایا وہ چونکہ اچھی خاصی لمبی تھی۔ حضرت موسٰے نے ہاتھ مضبوطی سے ڈال کر کھینچنا شروع کر دیا فرعون کو اس کا بہت رنج پہنچا پس اس نے آپ کے قتل کی ٹھان لی تو آسیہ نے سفارش کی کہ کمسن بچہ ہے ابھی ان باتوں کو نہیں سمجھتا فرعون

وَ اَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ﴿۳۲﴾ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ﴿۳۳﴾ وَّنَذْكُرَكَ

اور اس کو شریک کر میرے معاملہ میں تاکہ تیری تسبیح کریں زیادہ اور تجھے یاد کریں

كَثِيْرًا ﴿۳۴﴾ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ﴿۳۵﴾ قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ

بہت تحقیق تو ہمارے (حالات کو) جاننے والا ہے فرمایا (خدا نے) تجھے عطا ہوا جو تو نے مانگا

نے کہا کہ یہ خوب سمجھتا ہے۔ آسیہ نے کہا اس کے سامنے دو طشت لائے جائیں۔ ایک کھجوروں کا اور دوسرا آگ کے سلگتے ہوئے انگاروں کا اگر ان میں امتیاز پیدا کرے تو بات تیری صحیح ورنہ میں سچی ہوں۔ چنانچہ دو طشت لائے گئے۔ حضرت موسیٰ نے پہلے کھجوروں کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا لیکن جبرئیل نے انگاروں کی طرف موڑ دیا پس ایک کو اٹھا کر منہ میں جو ڈالا تو زبان جلی اُسے پھینکا اور بچوں کی طرح رونا شروع کر دیا پس آسیہ کی بات سچی ثابت ہوئی اور فرعون نے قتل سے درگذر کیا۔

وَزِيْرًا۔ یہ وزر سے ہے جس کا معنی ہے بوجھ چونکہ وزیر شاہی معاملات اور امور مملکت میں کافی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھاتا ہے اس لئے اس کو وزیر کہا جاتا ہے۔ اہل اور آل کی تشریح تفسیر کی جلد ۶ صہ۷۶ پر ملاحظہ فرمائیں۔

هٰرُوْنَ اَخِيْ۔ یہ حضرت موسیٰ کے پدری مادری بھائی تھے اور آپ سے سن و سال میں تین سال بڑے تھے دعا کے وقت آپ مصر میں رہائش پذیر تھے۔ مروی ہے کہ ان کا قد موسیٰ سے زیادہ رنگ سفید جسم بھارا اور فصیح اللسان تھے۔ ان کی وفات حضرت موسیٰ سے تین سال پہلے ہوئی۔

كَيْ نُسَبِّحَكَ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا میں یہ وضاحت کر دی کہ میں ہارون کی وزارت اقتدار کے طمع میں نہیں چاہتا۔ بلکہ اس کی محرک صرف تیری تسبیح و تقدیس اور تبلیغ اسلام ہے۔

قَدْ اُوْتِيْتَ۔ جب حضرت موسیٰ دعا مانگ چکے تو آواز آئی کہ تیری دعا مستجاب ہے اور تو نے جو کچھ مانگا ہے ہم نے دے دیا ہے اسی طرح جب حضرت علی کی وزارت کے لئے حضرت رسالتمآبؐ نے دعا مانگی تو بروایت ابن عباس غیب سے ندا آئی کہ آپ کی دعا مقبول ہے۔ تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے نقل فرماتے ہیں کہ (اے انسان) جس چیز کی تجھے توقع ہے اس کی بہ نسبت اس چیز کی امید زیادہ رکھ جس کی تجھے توقع بھی نہیں ہے دیکھئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بیوی کے لئے آگ لانے کی توقع سے گئے لیکن عہدۂ نبوت کا چارج اور کلیم اللہ کی سند لے کر واپس پلٹے۔ ملکہ سبا (بلقیس) گھر سے کافرہ ہو کر نکلی اور سلیمان کے ہاتھوں دولت اسلام سے سرفراز ہوئی اور فرعون کے جادوگر فرعون کے لئے کامیابی کی خاطر نکلے اور مومن ہو کر پلٹے۔

وَلَقَدْ مَنَنَّا۔ معجزات اور عہدۂ نبوت عطا فرمانے اور ہارون کی وزارت کے متعلق دعا کو مستجاب کرنے کے بعد فرماتا ہے کہ صرف انہی احسانات تک محدود نہیں بلکہ اے موسیٰ اپنی سابق سرگذشت کو ملاحظہ کرو تو میں نے تیرے اُوپر کئی دفعہ

يٰمُوْسٰى ﴿٣٦﴾ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً اُخْرٰٓى ﴿٣٧﴾ اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى

اے موسٰی — اور تحقیق ہم نے تجھ پر (اس سے پہلے) ایک اور احسان کیا — جب کہ تیری ماں کی طرف

اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى ﴿٣٨﴾ اَنِ اقْذِفِيْهِ فِى التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِى

ہم نے وحی کی جو کی جاتی ہے — کہ پھینکو اس کو تابوت میں پس پھینکو اس کو دریا میں

الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّىْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ؕ

پس پہنچا دے اس کو دریا کنارے پر کہ پکڑ لے اس کو میرا دشمن اور اس کا دشمن

وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّىْ ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِىْ ﴿٣٩﴾ اِذْ

اور میں نے ڈال دی تیرے اوپر محبت اپنی جانب سے اور تاکہ تیری پرورش ہو میری آنکھوں پر (میری نگرانی میں) جب چل کر

تَمْشِىْٓ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ يَّكْفُلُهٗ ؕ فَرَجَعْنٰكَ

گئی تھی تیری بہن پس کہنے لگی کیا میں پتہ بتاؤں تمہیں ایسی عورت کا جو اس کی کفالت کرے — پس پلٹا دیا ہم نے

احسانات و انعامات کی بارش کی ہے۔

اِذْ اَوْحَيْنَا - حضرت موسٰی کی ماں کو وحی بذریعہ خواب ہوئی (مجمع) کہ تابوت میں بند کر کے اس کو دریا کے سپرد کر دو۔

اِقْذِفِيْهِ - قذف سے ہے جس کا معنی پھینکنا ہے اور یم کا معنی دریا ہے۔

حضرت موسٰیؑ کی ولادت کا قصہ

واقعہ تفسیر صافی میں بروایت قمی اس طرح مرقوم ہے کہ فرعون کو بنی اسرائیل کی زبانی معلوم ہوا کہ ان میں ایک بچہ موسٰی بن عمران نامی پیدا ہوگا جس کے ہاتھوں فرعون اور اس کی فوج ہلاک ہوگی پس اس کے سدباب کے لئے اس نے بنی اسرائیل کے نوزائیدہ بچوں کو بے دریغ تہ تیغ کرنا شروع کیا۔ ان کے عورتوں اور مردوں میں دُوری کر دی بلکہ اکثر مردوں کو جیل خانوں میں ڈال دیا اور تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ فرعون کو خوف لاحق ہوا کہ کہیں ان کی پُوری نسل نہ ختم ہو جائے (پس شاہی خاندان کی نوکری کے لئے کوئی نہ بچے گا) لہٰذا ایک سال بنی اسرائیل کے قتل عام کا حکم ہوتا اور ایک سال یہ حکم بند رہتا اور حضرت موسٰی اسی قتل والے سال میں پیدا ہوئے۔ بروایت قمی جب حضرت موسٰی کی ولادت ہوئی تو ان کی ماں نے اپنے حسین وجمیل نوزائیدہ بچے کو دیکھ کر رو دیا کہ ہائے میرا خوبصورت بچہ ابھی قتل ہو جائے گا۔

وَاَلْقَيْتُ - یعنی میں نے تجھے وہ شکل وصورت عطا کی کہ ہر دیکھنے والا دوست یا دشمن گرویدہ ہو کر رہ جائے اور یہی وجہ

کہ فرعون نے دیکھا تو وہ گرویدہ ہوگیا اور آسیہ زن فرعون نے دیکھا تو وہ گرفتار محبت ہوگئی - بروایت مجمع البیان قتادہ سے منقول ہے کہ حضرت موسٰے علیہ السلام کی آنکھ میں ایسی دلکشی اور جاذبیت تھی کہ ہر دیکھنے والا محبت کے لئے مجبور ہو جاتا تھا -
وَلِتُصْنَعَ - یہ لفظ عام محاورہ کی طرح ہے جس طرح کہا جاتا ہے کہ میری آنکھوں پر پلتا رہے یعنی یہ اسباب میں نے پیدا کر دیئے اور تیری شکل میں محبت پیدا کر دی تاکہ تو میری مصلحت و منشا کے مطابق اور میری حکمت و رضا کے ماتحت میری تربیت میں رہو -
اِذْ تَمْشِیْ - یعنی میں نے اپنے علم و حکمت سے یہ بات مقدر کر دی تھی کہ موسٰے کو دریا میں ڈالا جائے اور اس کی بہن ساتھ ساتھ چلے اور اس کو دودھ پلانے والی کا پتہ دے پس اس بہانہ سے موسٰی اپنی ماں کی طرف دوبارہ پلٹ کر آجائے -

القصّہ

وہ دایہ جو حضرت موسٰی کی والدہ کی پہرہ دار تھی - پہلے تو مطلع نہ ہو سکی کیونکہ خداوند کریم نے موسٰی کا حمل مخفی کر دیا تھا پس موسٰی کی ولادت ہوئی اور دایہ کو پتہ چلا تو فوراً پہنچی لیکن حضرت موسٰے علیہ السلام کی شکل دیکھتے ہی اس کی گرویدہ ہوگئی ادھر ماں کی غمناک شکل دیکھ کر وجہ پوچھی کہ خوف و ہراس سے تیرا چہرہ زرد کیوں ہوگیا ہے؟ فرمایا اپنے خوبصورت بچے کے بے گناہ قتل کا فکر دامن گیر ہے وہ کہنے لگی اس بات سے نہ گھبراؤ میں اس کی رپورٹ نہ کروں گی اور پوری رازداری سے کام لوں گی - تفسیر صافی کی روایت کے مطابق خدا نے ایک تابوت اتارا اور آواز آئی کہ بچے کو اس تابوت میں داخل کرو - اور سپرد دریا کر دو اور غم و اندوہ کو دل سے نکال کر صبر سے کام لو لَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ اِنَّا رَادُّوْہُ اِلَیْكِ وَجَاعِلُوْہُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ - پارہ ۲۰ سورہ قصص آیت ۷ - یعنی خوف و ملال نہ کرو ہم اسے تیری طرف پلٹا دیں گے اور اس کو رسول بنائیں گے چنانچہ حضرت موسٰے کی والدہ نے پہلے تابوت میں کپاس رکھی اور اوپر موسٰے کو رکھ کر دریا کے سپرد کیا - وَقَالَتْ لِاُخْتِہٖ قُصِّیْہِ - پارہ ۲۱ سورہ قصص آیت ۱۱ - اور موسٰی کی بہن کو کہا کہ اس کے پیچھے پیچھے جاؤ اور اس کی خبر لا کر مجھے بتاؤ کہ انجام کیا ہوتا ہے؟
ماں کی فرمائش اور بھائی کی محبت کے تحت حضرت موسٰے کی بہن دریا کے کنارے پر تابوت کے پیچھے روانہ ہوئی - دریائے نیل سے ایک بڑی نہر نکل کر فرعون کے باغات کو سیراب کرتی تھی اور شاہی محلات اس کے کنارے پر تعمیر تھے - پس شاہی محلات کے سامنے ایک سیرگاہ میں تالاب کے کنارے پر فرعون و آسیہ تفریح کے لئے بیٹھے تھے کہ ادھر پانی کی موجوں پر تیرتا ہوا ہوا کے تھپیڑوں سے اٹھکیلیاں کرتا ہوا ایک تابوت دکھائی دیا - نہر کا پانی چونکہ اسی تالاب سے گزر کر آگے کو جاتا تھا - پس بقدرت خدا وہ تابوت بہتے ہوئے تیز پانی کی ٹکر سے تالاب کے ساکن پانی میں آپہنچا اور رفتہ رفتہ کنارے پر آرہا - فرعون کے حکم سے تابوت کو نکال کر جب کھولا گیا تو دیکھا اس میں ایک خوبصورت نوزائیدہ بچہ موجود ہے - اس کا ہشاش بشاش خوبصورت چہرہ اور دل فریب آنکھیں دیکھتے ہی دونوں اس کے شیدائی ہوگئے - لیکن فرعون کو چونکہ اپنے تخت و تاج اور بخت و راج کا خطرہ تھا اس لئے اسرائیلی بچہ سمجھ کر قتل کے درپے ہوا - لیکن آسیہ نے اس کی

إِلَىٰٓ أُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۚ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ

تجھے تیری ماں کی طرف تاکہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور غم زدہ نہ رہے۔ اور تو نے قتل کیا ایک نفس کو تو ہم نے تجھے

سفارش کی اور موسٰے کی جان بچی۔

وہ اقتدار ناپائدار کی خاطر حضرت موسٰے کو قتل کرنا چاہتا تھا ورنہ اس کا دل موسٰے کی محبت میں دیوانہ ہو چکا تھا۔ پس آسیہ کی سفارش بہانہ بن گئی۔ فوراً فرعون نے موسٰے کو گود میں لے لیا چونکہ وہ بے اولاد تھا پس آسیہ نے اس کو متبنّٰی بنانے کی خواہش کے اظہار سے فرعون کے دل میں مزید کشش پیدا کر دی۔ پس حالات کی سازگاری کے منتظر نبی نے اب دودھ کی خواہش میں رونا شروع کر دیا۔ آسیہ و فرعون کا دل یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ محبوب و نازنین بچہ ان کی گود میں بھوک سے روئے کیونکہ وہ اس کی محبت میں کھو چکے تھے۔

پس گردو نواح کی تمام ان اسرائیلی عورتوں کو دودھ پلانے کے لئے بلایا گیا جن کے بچے تیغ ستم سے ذبح کر دیئے گئے تھے ہر پسر مردہ ماں چونکہ مامتا کی محبت میں دیوانہ تھی لہذا بڑی شوق اور مہربانی سے موسٰے کو سینے سے لگاتی تھی۔ تاکہ تسکین قلب کا سامان فراہم ہو سکے لیکن اللہ کے پیغمبر نے کسی عورت کے دودھ کو منہ نہ لگایا اور اسی کے متعلق سورہ قصص میں ارشاد ہے وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ۔ آیت نمبر ۱۲۔ یعنی ہم نے اس سے پہلے دودھ پلانے والی عورتوں کا دودھ اس پر حرام کر رکھا تھا۔

تفسیر صافی کی روایت کے مطابق حضرت موسٰے کی ماں کو اطلاع پہنچی کہ تیرا بچہ فرعون نے گرفتار کر لیا ہے تو اس کے دل پر جو گذری ہوگی اسے اللہ بہتر جانتا ہے پس چیخیں مار کر روئی اور اس کی حکایت قرآن نے یوں کی ہے وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فَارِغًا کہ مادر موسٰے کا دل ختم ہو چکا تھا اگر ہم اس کو سہارا نہ دیتے۔ دُور سے حضرت موسٰی کی بہن نے جب دیکھا کہ میرا بھائی کسی عورت کا دودھ قبول نہیں کرتا اور فرعون دل سے خواہش مند ہے کہ کسی عورت کا دودھ پیئے کیونکہ اس کو موسٰی کا گریہ کسی قیمت پر گوارا نہ تھا۔ موقع پا کر قریب پہنچی اور کہا کہ اگر اجازت ہو تو میں ایک ایسی عورت کی نشان دہی کرتی ہوں جو اس کو خوشی سے دودھ دے گی اور تربیت بھی کرے گی چنانچہ فرعون نے اجازت دی اور اس بہانہ سے حضرت موسٰے اپنی ماں کی گود میں پہنچے جب ماں کا دودھ پیا تو فرعون بہت خوش ہُوا اور انعام و اکرام سے نواز کر بچے کی تربیّت کا اس کو کفیل بنا دیا اور آئندہ کے لئے مزید انعام و اکرام کا وعدہ بھی کیا۔

تفسیر صافی میں قمی سے منقول ہے راوی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ حضرت موسٰے کتنی مدّت تک اپنی ماں سے غائب رہے تھے تو آپ نے فرمایا صرف تین دن پس ماں حضرت موسٰے کو گھر لائی اور فرعون نے اس کا باقاعدہ وظیفہ بھی مقرر کر دیا (مجمع)

قَتَلْتَ نَفْسًا۔ یہ بھی احسانات خداوندی میں سے ایک ہے کہ حضرت موسٰے علیہ السلام نے ایک قبطی کافر کو قتل کیا۔

الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۟ فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ ۙ ثُمَّ
نجات دی غم سے اور ہم نے تجھے آزمایا کئی بار پس ٹھہرا رہا کئی برس اہل مدین کے پاس پھر تو
جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ۝۴۰ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ۝۴۱ اِذْهَبْ
(واپس) آیا (پوری) مقدار پر اسے موسیٰ اور میں نے تجھے چن لیا اپنی ذات کے لئے جاؤ تو اور تیرا
اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ۝۴۲ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ
بھائی میری آیات لے کر اور نہ سستی کرو میرے ذکر میں جاؤ فرعون کی طرف کہ وہ

اور خدا نے ان کو قبطیوں کے انتقام سے نجات دی۔ جناب رسالت مآبؐ سے مروی ہے کہ بارہ برس کی عمر میں آپ نے قتل کیا تھا (مجمع) تفصیل سورہ قصص میں آئے گی انشاء اللہ جلد ۱۱ صفحہ ۲۳ پر ملاحظہ ہو۔

فَتَنّٰكَ فُتُوْنًا۔ یعنی بار بار ہم نے تجھے آزمائش میں ڈالا اور تیرے اوپر اپنی نعمات کی برسات جاری رکھی حتٰی کہ نبوت و رسالت بھی دے دی مثلاً (۱) حمل کا مخفی ہونا (۲) قتل والے سال میں پیدا ہو کر قتل سے بچ جانا (۳) دریا کے اندر صندوق میں رہ کر فرعون کی گود تک پہنچنا (۴) دائیوں کا دودھ نہ پینا اور ماں کا دودھ قبول کرنا (۵) فرعون کی داڑھی کا نوچ لینا (۶) پھر طشت آگ اور طشت کھجور یا جواہر میں سے آگ کو قبول کر کے منہ میں ڈالنا (۷) ایک کا اطلاع دینا کہ لوگ تیرے قتل پر آمادہ ہیں وغیرہ یہ سب نعمات پروردگار میں سے تھا جس کا اجمالی تذکرہ آیت میں ہے۔

فَلَبِثْتَ۔ پھر آپ مدین میں حضرت شعیب کے ہاں دنبیاں چراتے رہے اور اس وقت واپس پلٹے جو ان کے اعلانِ نبوت و اظہارِ رسالت کے لئے اللہ کے نزدیک مقدر تھا اور جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ کا یہی مقصد ہے یا یہ کہ اس وقت آئے جس وقت انبیاء کو اعلانِ نبوت کا حکم دیا جاتا ہے یعنی اس وقت آپ کی عمر چالیس برس تھی۔

اِذْهَبْ اَنْتَ۔ اب حضرت موسیٰ جب تبلیغ رسالت کے لئے مامور ہوئے تو ہارون کی وزارت کی دعا مانگی جو گذر چکی ہے پس دعا مستجاب ہوئی اور دونوں کو مل کر جانے کا حکم ہوا۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ اس وقت حضرت ہارون مصر میں تھے خدا نے ہارون کو وحی کی کہ مصر سے ایک منزل کے فاصلہ پر آ کر حضرت موسیٰ کا استقبال کریں۔ پس وہ آئے اور یہاں سے دونوں مبلغ بن کر مصر میں داخل ہوئے اور آیات سے تمام وہ معجزات مراد ہیں جو خدا نے حضرت موسیٰ کو عطا فرمائے تھے لہٰذا البعض کی تخصیص ترجیح بلا مرجح ہے۔

لَا تَنِيَا۔ وَنٰى يَنِيْ لفیف مفروق سے نہی حاضر کا صیغہ ہے۔

فِيْ ذِكْرِيْ۔ یہاں ذکر سے مراد رسالت ہے یعنی احکام رسالت کی تبلیغ میں سستی و کوتاہی نہ کرنا۔

اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۴۳﴾ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴿۴۴﴾

سرکشی ہوگیا ہے پس اس کو نرم لہجہ میں بات کہو تاکہ وہ نصیحت حاصل کرے یا ڈرے

قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ﴿۴۵﴾

کہنے لگے اے رب تحقیق ہم کو ڈر ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرے یا سرکشی میں بڑھ جائے

اِذْهَبَا۔ لفظ کا تکرار تاکید کے لئے ہے اور اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام فرعون کو تبلیغ کرنے میں ذاتی طور پر مامور تھے صرف موسےٰ کی رفاقت تک محدود نہ تھے۔

فَقُوْلَا لَهٗ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام چونکہ باہیبت اور جوشیلے تھے۔ مقام تبلیغ میں خدا نے ان کو نرمی اختیار کرنے کا حکم دیا۔ اور خصوصاً شاہانہ مزاج عیاش اور مطلق العنان حکمران کو کلمۂ حق کہنے کے لئے تند لہجہ اور تلخ کلامی یقیناً مفید تو بجائے خود انتہائی خطرناک ثابت ہوا کرتی ہے اس لئے فرعون کو کلمہ حق کہنے کے لئے خدا نے موسےٰ کو وعظ کا طریقہ تعلیم فرمایا اور یہ بھی ساتھ فرمایا کہ فرعون سے مرعوب ہو کر میرے احکام میں سستی نہ کرنا۔ کہتے ہیں فرعون شاہان مصر کا لقب تھا اور فرعونِ موسےٰ کا نام ولید تھا۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جب موسےٰ علیہ السلام پہنچے تو اس لب و لہجہ سے بات چیت شروع کی کہ اگر آپ عالمین کے پروردگار کے سامنے جھک جائیں اور اس پر ایمان لائیں تو میں چند انعاماتِ خداوندی کی آپ کو پیش کش کرتا ہوں (۱) تیری جوانی کو کبھی زوال نہ آئے گا (۲) تیرا ملک اور تیری شہنشاہت تیری زندگی کے ساتھ وابستہ ہوگی یعنی تادم زیست تو بادشاہ رہے گا (۳) کھانے پینے۔ اور مجامعت کی لذات تازیست تیرے لئے رہیں گی (۴) جب تجھ پر موت آئے گی تو سیدھا جنت میں داخل ہوگا۔ اس تبلیغ میں حضرت موسےٰ نے فرعون کے سامنے وہ باتیں پیش کیں جو کسی عیاش آدمی کو مرغوب ہوا کرتی ہیں۔ کیونکہ خداوند کریم نے عیاشی کو حرام نہیں کیا بلکہ اس کی حدود مقرر فرمائی ہیں کہ عیش و عشرت سے وقت گذارو لیکن حلال کی حدود میں پابند ہو کر۔ پس آوارگی اس کے نزدیک جرم ہے۔ اسی تبلیغ میں موسےٰ نے باذنِ خدا فرعون کو عیش و عشرت کی زندگی پیش کی لیکن حدودِ شریعت میں پابند ہونے کے ساتھ۔ اس بدبخت نے جب یہ سُنا تو ہامان کو بلا بھیجا۔ کیونکہ مملکت کا کوئی کام اور سلطنت کا کوئی امر بغیر اس کے مشورہ کے انجام نہیں پاتا تھا۔ پس اس اہم معاملہ میں بھی اس سے مشورہ لیا اور یہ بھی ظاہر کیا کہ میں موسےٰ کا ہم خیال ہوگیا ہوں۔ ہامان نے کہا اے فرعون میں تجھے دانا سمجھتا تھا تو تو بڑا بیوقوف ہے کیا رب ہونے کے بعد مربوب بننا چاہتا ہے اور معبود ہونے کے بعد عبد ہونا گوارا کرتا ہے پس فرعون نے موسیٰ کی دعوت ٹھکرا دی اور کفر پر برقرار رہا۔ اسی بناء پر یحییٰ بن معاذ کا قول منقول ہے کہ اے اللہ جب تو ربوبیت کے دعویداروں پر اس قدر مہربان ہے تو عبدیت کے دعویداروں پر کیوں نہ مہربان ہوگا۔

قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِیْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰی ﴿۴۶﴾ فَاْتِیٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا

فرمایا نہ ڈرو میں تمہارے ساتھ ہوں سُنتا بھی ہوں اور دیکھتا بھی ہوں پس جاؤ اور اُسے کہو ہم تیرے

رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ۙ۬ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ؕ

رب کے بھیجے ہوئے ہیں پس روانہ کر ہمارے ہمراہ بنی اسرائیل کو اور ان کو بتلائے عذاب

قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ؕ وَالسَّلٰمُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ

نہ کر تحقیق ہم لائے ہیں معجزہ تیرے رب کی طرف سے اور سلام اس پر جو اتباع کرے

الْهُدٰی ﴿۴۷﴾ اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ كَذَّبَ

ہدایت کی تحقیق ہماری طرف وحی ہوئی ہے کہ عذاب ہوگا اُس پر جو جھٹلائے اور پھر جائے

وَتَوَلّٰی ﴿۴۸﴾ قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا یٰمُوْسٰی ﴿۴۹﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی

(پس دونو پہنچے اور پیغام خداوندی سنایا) وہ کہنے لگا اے موسٰے تمہارا رب کون ہے کہا ہمارا رب وہ ہے جس نے

لَعَلَّهٗ ۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابوحنیفہ سے من جملہ دیگر سوالات کے ایک سوال یہ بھی کیا تھا کہ بتاؤ لعل کا کلمہ شک کے لئے ہوا کرتا ہے یا یقین کیلئے تو اس نے جواب دیا کہ یہ کلمہ شک کو ظاہر کرتا ہے پس آپ نے فرمایا کیا خدا کو فرعون کے نصیحت قبول کرنے میں شک تھا تو وہ خدا کیسے؟ اور نصیحت نہ قبول کرنے کا یقین تھا تو حکم میں کلمہ شک کا کیوں استعمال فرمایا؟ پس ابوحنیفہ لاجواب ہوگیا غالباً ابوحنیفہ کے چلے جانے کے بعد جب بعض حاضرین نے تاویل پوچھی تو آپ نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ موسٰے اور ہارون کو جب حکم دیا تو یہ وضاحت کی کہ اس طرح ان کو تبلیغ کرو جس طرح کسی سے نصیحت قبول کرنے کی توقع ہو اور اس کو نصیحت کی جائے لہذا ان کے کفر وعناد سے مایوس ہو کر کمزوری اور سُستی سے تبلیغ نہ کرنا۔ کیونکہ پُر توقع تبلیغ اور مایوسانہ تبلیغ میں انداز بیان کا فرق ہر صاحب ذوق خوب سمجھ سکتا ہے۔

قَالَا ۔ موسٰی وہارون نے مل کر یہ معذرت کی کہ ہمیں اس کے ظلم تعدی یا کفر میں سرکشی وزیادتی کا ڈر ہے کہ کہیں زیادہ نہ بگڑ جائے پس ارشاد ہوا تم بے فکر رہو میں سنتا ہوں اگر اعتراض کرے گا تو میں تم پر اس کا جواب بطور الہام واضح کردوں گا اور میں دیکھتا ہوں اگر دستِ تعدی بڑھائے گا تو میں تمہاری حفاظت کروں گا۔

وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ۔ یعنی بنی اسرائیل کو اپنی غلامی اور ناقابل برداشت مشقتوں کے عذاب سے رہا کردے

قَالَ فَمَنْ ۔ یہاں عبارت میں حذف ہے کیونکہ باقی کلام کی اس پر دلالت موجود ہے یعنی امر خداوندی کے بعد موسٰی اور

كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدٰى ﴿٥٠﴾ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ

دی ہر چیز کو اس کی شکل و صورت پھر ہدایت کی کہنے لگا پہلی اُمتوں کا کیا ہوا دجو بت

الْأُوْلٰى ﴿٥١﴾ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا

پرست گزرے ہیں) کہا اس کا علم میرے رب کے پاس ہے لوح محفوظ میں نہ میرا رب غلطی کرتا ہے اور

يَنْسَى ﴿٥٢﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا

نہ بھولتا ہے وہ جس نے بنایا تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور بنا دیئے تمہارے لئے اس میں

سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ۭ فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ

راستے اور اتارا آسمان سے پانی (بارش) پس ہم نے پیدا کئے اس کے ذریعے سے مختلف نباتات

ہارون دونوں روانہ ہوئے اور دربار فرعون میں پہنچے (اس کی تفصیل جلد ۶ صہ ۷ پر ملاحظہ ہو) پس حکم پروردگار کی تبلیغ کی تو فرعون نے پوچھا تمہارا رب کون ہے؟ وہ یہ سمجھتا تھا کہ شاید خدا کسی جنس و قوم سے ہوگا تو موسٰے علیہ السلام نے اس کے وہم کی تردید کرتے ہوئے اوصاف خداوندی بیان فرمائے۔

رَبُّكُمَا۔ صیغہ تثنیہ استعمال کرنے کے بعد خطاب صرف موسٰے سے کیا تاکہ آیات کے فواصل میں مطابقت برقرار رہے ورنہ مراد موسٰی اور ہارون دونو ہیں۔

قَالَ رَبُّنَا۔ یعنی ہمارا پروردگار وہ ہے جو جنس و قوم سے بلند و بالا ہے اور اپنی تمام مخلوق سے اور ان کی صفات سے مبرا و منزہ ہے اس نے ہر شئے کو خلعتِ وجود سے سرفراز فرمایا اور کھانے پینے نکاح کرنے اور رہنے سہنے کے طرق کی طرف ہدایت و رہبری فرمائی۔

فَمَا بَالُ۔ فرعون نے اعتراض کے طور پر کہا کہ گزشتہ وہ اُمتیں جو بُت پرست اور توحید خالق سے برسرپیکار گزری ہیں ان کے متعلق تم کیا کہتے ہو یعنی ان کا حشر و نشر کہاں گیا اور اُن کو تمہارے قول کے مطابق عذاب نے کیوں نہ پکڑا؟

فِيْ كِتٰبٍ۔ یعنی ان باتوں کا حقیقی علم اللہ کو ہے اور حشر و نشر کے وقت کا تعین بھی وہ خود ہی جانتا ہے اور لوح محفوظ میں سب کچھ موجود ہے یا ہر شخص کے اعمال نامے میں ان کا عمل من و عن موجود ہے جس میں نہ غلطی ہوسکتی ہے اور نہ نسیان کے طاری ہونے کا امکان ہے۔

فَاَخْرَجْنَا۔ غائب کے صیغے استعمال کرنے کے بعد صیغہ متکلم کو جاری کیا اور اسے صنعتِ التفات سے تعبیر کیا جاتا ہے جو علمائے معانی و بیان کے نزدیک کلام کا ممدوح و مرغوب طریقہ ہے۔

شَتّٰى ﴿۵۳﴾ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي

کے پودے (اور کہا) کھاؤ اور چراؤ اپنے حیوانوں کو تحقیق ان میں بہت نشانیاں ہیں عقل

النُّهٰى ﴿۵۴﴾ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ

والوں کے لئے اسی سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اسی میں تمہیں پلٹائیں گے اور اسی سے تم کو نکالیں گے

تَارَةً اُخْرٰى ﴿۵۵﴾ وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ﴿۵۶﴾

پھر ایک مرتبہ اور تحقیق ہم نے دکھائیں اس کو اپنی تمام نشانیاں پس اس نے جھٹلایا اور انکاری رہا

قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۵۷﴾ فَلَنَاْتِيَنَّكَ

کہنے لگا کیا تو اس لئے آیا ہے کہ ہمیں جادو کے ذریعے اپنی زمین سے نکال دے اے موسیٰ ہم تیرا مقابلہ

بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ

کریں گے اسی جیسے جادو کے ساتھ پس مقرر کر ہمارے اور اپنے درمیان وعدہ (تاریخ) کہ نہ ہم اس کے خلاف

وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ﴿۵۸﴾ قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ

کریں اور نہ تو ایک جگہ (جس کا فاصلہ دونوں کے لئے) برابر ہو فرمایا وعدہ کی تاریخ عید کا دن ہے اور لوگ اکٹھے

صـ۱۸۶
اَزْوَاجًا - اس کی تشریح تفسیر کی جلد ۸ میں گذر چکی ہے - سورہ رعد آیت نمبر ۴

رکوع نمبر ۱۲

اٰيٰتِنَا - یکے بعد دیگرے جس قدر معجزات حضرت موسیٰ کو عطا ہوئے اور فرعون کو دکھائے گئے لیکن وہ بدبخت انکار پر ڈٹا رہا - اور آخرکار گرفتار عذاب ہوا - حضرت موسیٰ کے معجزات کو جادو کہہ کر اس نے اپنی پوری شاہی طاقت کے ساتھ مقابلہ کیا اور آخرکار ہار گیا لیکن ایمان نہ لایا - جادوگروں کے ساتھ مقابلہ اور ان کا ایمان لانا تفسیر کی جلد ۶ پر صـ۶۸ تا صـ۷۲ ملاحظہ ہو -

مَكَانًا سُوًى - یعنی ایسی جگہ تجویز کی جائے جس کا فاصلہ طرفین سے برابر ہو -

لَا تَفْتَرُوْا - صـ۱۸۸ حضرت موسیٰ نے آداب تبلیغ کے ماتحت پہلے ان کو وعظ فرمایا کہ خدا پر افترا باندھنے سے بچو اور فریب کاری سے کام نہ لو - لیکن انہوں نے نہ مانا -

لطیفہ تفسیر برہان میں ہے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے ایک دفعہ ایک یہودی خدمت نبوی

يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿٥٩﴾ فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ

ہو جائیں قبل دوپہر پس واپس گیا فرعون پس جمع کیا اپنے مکر (کے ساتھ جادوگروں) کو پھر

اَتٰى ﴿٦٠﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا

آگیا (عید کے دن) کہا ان کو موسٰے نے تعجب ہے تم پر نہ افترا باندھو اللہ پر جھوٹا ورنہ ہلاک

فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ﴿٦١﴾ فَتَنَازَعُوْٓا

کرے گا تم کو عذاب سے اور تحقیق ناکام ہوا وہ جس نے افترا کیا پس خوب جھگڑے

اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى ﴿٦٢﴾ قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ

اپنے باہمی مشورہ میں اور پوشیدہ تجویزیں کرتے رہے کہنے لگے تحقیق یہ دونو جادوگر ہیں

يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا

چاہتے ہیں کہ نکال دیں تم کو تمہاری زمین سے اپنے جادو کے ذریعے اور غالب آجائیں

بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ﴿٦٣﴾ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَ

تمہاری موجودہ پالیسی پر پس مرتب کرلو اپنی تجویزوں کو پھر اکٹھے ہو کر صف بستہ آجاؤ۔ اور

میں حاضر ہوا۔ اور تیز نظر سے حضور کی طرف اس نے دیکھنا شروع کیا آپ نے فرمایا اے یہودی تیری کوئی حاجت ہے تو سوال کر اس نے عرض کی میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ افضل ہیں یا کہ حضرت موسٰے جس کو اللہ نے اپنا کلیم بنایا اور اس پر تورات نازل کی عصا کا معجزہ دیا، سمندر کو چیرا اور بادل کا سایہ عطا کیا۔ آپ خاموشی سے سُنتے رہے جب یہودی بیان کو ختم کر چکا تو آپ نے فرمایا انسان کے لئے مناسب نہیں کہ اپنی خود تعریف کرے لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ آدم سے جب ترک اولیٰ ہوا تو اس نے توبہ میں محمدؐ و آلِ محمدؐ کا واسطہ پیش کر کے دعا مانگی تو مقبول ہوئی۔ اس طرح حضرت نوحؑ جب کشتی پر سوار ہوئے اور غرقابی کا خطرہ لاحق ہوا تو محمدؐ و آلِ محمدؐ کے وسیلہ سے دعا مانگی پس نجات پاکر کنارے پر پہنچے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آگ میں جاتے ہوئے دعا کی اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ لَمَّا اَنْجَيْتَنِيْ مِنْهَا۔ یعنی اے اللہ محمدؐ و آلِ محمدؐ کے صدقہ میں مجھے اس سے نجات عطا فرما پس خدا نے اس کو گلزار کر دیا۔ اسی طرح جب حضرت موسٰے علیہ السلام نے اپنے دل میں گھبراہٹ اور خطرہ محسوس کیا تو محمدؐ و آلِ محمدؐ کے وسیلہ سے دعا کی تو خدا نے فرمایا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ

قَدۡ اَفۡلَحَ الۡیَوۡمَ مَنِ اسۡتَعۡلٰی ﴿۶۴﴾ قَالُوۡا یٰمُوۡسٰۤی اِمَّاۤ اَنۡ تُلۡقِیَ وَ

کامیاب آج وہی ہوگا جو غالب آگیا (پس آگئے اور) کہنے لگے اے موسیٰ یا تو پہلے پھینکے

اِمَّاۤ اَنۡ نَّکُوۡنَ اَوَّلَ مَنۡ اَلۡقٰی ﴿۶۵﴾ قَالَ بَلۡ اَلۡقُوۡا ۚ فَاِذَا حِبَالُہُمۡ

یا ہم پہلے پھینکنے والے ہو جائیں؟ فرمایا بلکہ تم پھینکو پس انہوں نے رسیاں

وَ عِصِیُّہُمۡ یُخَیَّلُ اِلَیۡہِ مِنۡ سِحۡرِہِمۡ اَنَّہَا تَسۡعٰی ﴿۶۶﴾ فَاَوۡجَسَ

اور عصا ڈالے ایسا لگتا تھا ان کے جادو کی وجہ سے کہ وہ دوڑ رہے ہیں پس موسےٰ

فِیۡ نَفۡسِہٖ خِیۡفَۃً مُّوۡسٰی ﴿۶۷﴾ قُلۡنَا لَا تَخَفۡ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡاَعۡلٰی ﴿۶۸﴾

نے بھی دل میں گھبراہٹ محسوس کی تو ہم نے کہا گھبراؤ نہیں تم ہی تو غالب ہو

وَ اَلۡقِ مَا فِیۡ یَمِیۡنِکَ تَلۡقَفۡ مَا صَنَعُوۡا ؕ اِنَّمَا صَنَعُوۡا کَیۡدُ سٰحِرٍ ؕ

اور پھینکو وہ جو تمہارے دائیں ہاتھ میں ہے نگل جائے گا جو وہ کر رہے ہیں وہ تو کر رہے ہیں

وَ لَا یُفۡلِحُ السّٰحِرُ حَیۡثُ اَتٰی ﴿۶۹﴾ فَاُلۡقِیَ السَّحَرَۃُ سُجَّدًا قَالُوۡۤا

مکر جادوگر کا سا اور نہیں کامیاب ہوتا جادوگر جہاں بھی ہو (پس موسےٰ کے عصا نے ان کو کھالیا) تو گرگئے جادوگر سجدہ کرتے ہوئے کہنے

الۡاَعۡلٰی - یعنی ڈرو نہیں کیونکہ تو ہی غالب ہوگا اے یہودی اگر آج حضرت موسےٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور میری نبوت پر ایمان نہ لاتے تو ان کا کوئی عمل قبول نہ کیا جاتا اور اس کو اپنی نبوّت کوئی فائدہ نہ دیتی۔ اے یہودی جب میری ذریت سے مہدی کا خروج ہوگا تو حضرت عیسیٰ بن مریمؑ اتریں گے اور اس کی نصرت کریں گے اور بوقت نماز ان کو اپنے آگے کھڑا کرکے ان کی اقتدا میں نماز پڑھیں گے۔

فَتَنَازَعُوۡۤا [۱۸۸] - یعنی ایک الگ مقام پر جاکر جادوگروں نے اور فرعون کے سربرآوردہ آفیسروں نے فرعون کی صدارت میں ایک کانفرنس کی جس میں اپنی فتح یابی کی ہر ممکن تجویز پر غور کیا گیا وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ دونو ہماری سلطنت پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں اور ہمارے اقتدار کا تختہ الٹنا چاہتے ہیں اگر آج ان کے جادو کا سر توڑ مقابلہ نہ کیا گیا اور یہ مغلوب نہ ہوسکے تو ہمیں اس ملک سے اور اس کے اقتدار سے مجبوراً الگ ہونا پڑے گا۔ مُثۡلٰی - کا معنی افضل ہے کیوں کہ یہ اَمۡثَلُ کی مونث ہے اور اس سے مراد جاہ و جلال اور سلطنت و حکومت ہے۔

اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى ۝ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ

لگے ہم ایمان لائے موسٰی اور ہارون کے رب پر (فرعون نے) کہا کیا تم ایمان لائے میری اجازت سے

اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ

پہلے وہ تمہارا (استاد) د بزرگ ہے جس نے تم کو جادو سکھایا ہے (پس تم اس کے ساتھ مل گئے ہو) پس ضرور کاٹوں

وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۡ

گا تمہارے ہاتھ اور پاؤں مخالف جہت سے اور تم کو سُولی پر لٹکاؤں گا کھجور کے تنے پر اور تمہیں

اِنْ هٰذٰنِ ۔اس میں تین قرائتیں مشہور ہیں (۱) اِنَّ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ نحوی لحاظ سے اس کی متعدد توجیہیں کی گئی ہیں۔ ولیکن علامہ طبرسیؒ نے جو توجیہ پسند کی ہے وہ یہ ہے کہ یہ لغت بنی کنانہ کے مطابق ہے اور وہ لوگ تثنیہ کو رفع نصب اور جر میں الف کے ساتھ پڑھتے ہیں (۲) اِنَّ هٰذَيْنِ لَسٰحِرٰنِ ۔یہ قرأت نحوی مشہور طریقہ کے مطابق ہے لیکن تمام قرآنوں کا موجودہ اعراب اس کے خلاف ہے (۳) اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ ۔اس کی صحیح توجیہ یہ ہے کہ اِنْ مخففہ ہے اِنَّ ثقیلہ سے اس کا اسم ضمیر ہے اور هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ اِنَّ کی خبر ہے اور چونکہ اِنْ مخففہ ہے لہذا خبر میں لام کا داخل کرنا ضروری ہے تاکہ ان نافیہ سے التباس نہ ہو۔

فَاَجْمِعُوْا ۔فرعون نے اپنے اقتدار ناپائیدار کی بحالی کے لئے اپنے دور حاضر کے مفکرین دانشوروں اور سائنس دانوں کے کمالات کو منظر عام پر لاکر عوام کو مرعوب کرنا چاہا پس صاحبانِ فن کو ہدایت کی کہ پوری تیاری کر کے میدان مقابلہ میں قدم رکھیں چنانچہ حسبِ وعدہ جب فریقین اکٹھے ہوئے تو حضرت موسٰے نے فرعونی فن کاروں کو پہل کرنے کی پیش کش کی، انہوں نے میدان میں اپنی رسیوں کو ڈالا جن میں پارہ بھرا ہوا تھا پس تمازت آفتاب سے پارہ نے حرکت کی اور رسیاں بھی متحرک نظر آئیں لوگوں نے واہ واہ کی صدائیں بلند کیں اور فرعون خوشی سے پھولا نہ سمایا حتٰی کہ حضرت موسٰے بھی گھبرانے لگے تو فوراً وحی ہوئی کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں تم عصا کو تو ذرا پھینکو۔چنانچہ حسب الحکم موسٰے نے عصا کو زمین پر ڈالا تو وہ اژدہا بن گیا اور ان کے رسیوں سے بنائے ہوئے سانپوں کو کھا گیا اور منقول ہے پہلے اژدھا نے تمام صفوں کا چکر کاٹا اور پھر رسیوں کو کھایا اور جب موسٰے علیہ السلام نے اٹھایا تو ویسے کا ویسا عصا تھا پس اس کا اثر یہ ہوا کہ تمام جادوگروں پر حضرت موسٰے کی نبوت کا انکشاف ہوگیا اور وہ تائب ہو کر اسلام کے حلقہ بگوش ہوگئے ۔ہم نے جادو اور معجزہ کے درمیان فرق اپنی تصنیف کتاب لمعۃ الانوار فی عقائد الابرار میں کر دیا ہے اس کا مطالعہ کیجئے ۔فرعون سخت شرمندہ ہوا پس اپنی خفت اور شرمندگی کو مٹانے کے لئے جادوگروں پر فوراً الزام عائد کر دیا کہ دراصل تم اس سے ملے ہوئے تھے اور وہ تمہارا فن کا استاد ہے لہذا

وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَا اَشَدُّ عَذَابًا وَّ اَبْقٰى ﴿۷۱﴾ قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى

پتہ چلے گا کہ ہم میں سے کس کا عذاب زیادہ سخت و دائمی ہے		کہنے لگے ہم ہرگز تجھے ترجیح نہ دیں گے

مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِىْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ۚ

اس پر جو ہمارے پاس آچکی ہیں دلیلیں اور اس پر جس نے ہمیں پیدا کیا ہے پس تو کر لے جو کچھ کر سکتا ہے

اِنَّمَا تَقْضِىْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۷۲﴾ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا

پس تیرا فیصلہ تو صرف اسی زندگی، دنیا تک محدود ہوگا		ہم ایمان لائے اپنے رب پر تاکہ بخشے

خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ۗ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴿۷۳﴾

ہمارے گناہوں کو اور اس کو جو تو نے ہمیں جبراً کرایا ہے جادو اور اللہ (تجھ سے) بہتر ہے اور (اس کا ثواب) باقی ہے

اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ۗ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا

تحقیق جو بھی آئے اپنے رب کے پاس مجرم ہو کر تو اس کے لئے دوزخ ہے کہ نہ مرے گا اس میں

وَلَا يَحْيٰى ﴿۷۴﴾ وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ

اور نہ جئے گا		اور جو آئے اس کے پاس مومن ہو کے عمل نیک کرتا ہو تو ان کے

لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ﴿۷۵﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا

لئے درجے ہیں بلند		ہمیشگی کے باغات جن کے نیچے نہریں

تمہیں اس حکومتی غداری کے جرم میں پھانسی کی سزا دی جائے گی اور تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ کر تمہیں سولی پر لٹکایا جائے گا لیکن فرعون کی یہ دھمکی ان کے ایمان کے لئے مزید پختگی کا سامان مہیّا کر گئی اور عوام کے سامنے اس کی بے لبسی و بے چارگی منظر عام پر آگئی پس اس کے دعوائے خداوندی کا جنازہ نکل گیا۔

وَمَآ اَكْرَهْتَنَا۔ کہتے ہیں جادوگروں نے فرعون سے خواہش کی تھی کہ ہم موسٰے کو بستر خواب پر سویا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں چنانچہ ان کے لئے موقعہ فراہم کیا گیا جب انہوں نے دیکھا تو موسٰے سوئے ہوئے تھے اور عصا بصورت اژدہا ان کا پہرہ دے رہا تھا۔ انہوں نے اسی وقت کہہ دیا کہ یہ جادو نہیں بلکہ معجزہ ہے کیونکہ جادو نیند کی حالت میں قائم نہیں رہتا لیکن باوجود اس کے بھی فرعون نے ان کو مقابلہ کے لئے مجبور کیا تھا جس کا بعد میں انہوں نے اظہار کیا۔

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴿۷۶﴾ وَ لَقَدْ اَوْ

جاری ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بدلہ اس کا ہے جو (ایمان کے ذریعے کفر سے) پاکیزہ ہو جائے اور تحقیق ہم

حَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى ۙ۬ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِیْقًا

نے وحی کی موسےٰ کو کہ بوقت شب لے چلو میرے بندوں کو پس ظاہر کرو ان کے لئے راستہ سمندر

فِی الْبَحْرِ یَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّ لَا تَخْشٰى ﴿۷۷﴾ فَاَتْبَعَهُمْ

میں خشک کہ نہ ڈرو گے تعاقب سے اور نہ خطرہ ہوگا (ڈوبنے کا) پس تعاقب کیا

فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِیَهُمْ مِّنَ الْیَمِّ مَا غَشِیَهُمْ ﴿۷۸﴾ وَ

ان کا فرعون نے لشکر کے ہمراہ پس ڈبو دیا ان کو پانی نے جو ڈبو دینے کا حق تھا اور

تفسیر صافی میں ہے جادوگروں کی تعداد ستر ہزار تھی ہر ایک کے پاس ایک رسی اور ایک عصا تھا اور نہج البلاغہ سے مروی ہے کہ حضرت موسےٰ اپنے نفس کے لئے نہیں گھبرائے تھے بلکہ عوام جہلا کی غوغا آرائی اور حکومت جور کی دھاندلی کی وجہ سے پہلی بار گھبرا گئے تھے لیکن وحی الٰہی کے بعد مطمئن ہو گئے۔

تفسیر صافی میں بروایت احتجاج حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب حضرت موسےٰ علیہ السلام کے دل میں خوف پیدا ہوا اور اپنا عصا پھینکا تو زبان پر یہ لفظ جاری کئے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ لِمَا اٰمَنْتَنِیْ۔ یعنی اے اللہ میں محمدؐ و آل محمدؐ کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے امن عطا فرما تو ارشاد قدرت ہوا۔ لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى۔ یعنی ڈر نہیں کیوں کہ تو ہی غالب ہوگا باقی قصہ پہلی جلدوں میں گزر چکا ہے

رکوع نمبر ۱۳۔

وَلَقَدْ اَوْحَیْنَا۔ یعنی معجزات دیکھ چکنے کے بعد جب فرعون اور اس کی قوم نے ایمان لانے سے سرتابی کی تو خدا نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو لے کر یہاں سے چلے جاؤ۔ جغرافیائی قرائن اور تاریخی واقعات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام صحرائے سینا کی طرف بنی اسرائیل کو لے آئے اور یہی وہ صحرا ہے جس میں بنی اسرائیل ایک مدت مدید تک سرگردان رہے اور یہیں من و سلویٰ اترتا رہا اور اسی میں حضرت ہارون کا انتقال ہوا۔ پس اس لحاظ سے جس پانی کو عصا مار کر خشک کر کے راستے بنائے گئے تھے وہ بجائے دریائے نیل کے بحر قلزم کا پاٹ ہی زیادہ قرین قیاس ہے چنانچہ بعض مفسرین بھی اسی رائے کو صحیح سمجھتے ہیں اور مورخین بھی اسی خیال کو ترجیح دیتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

لَا تَخَافُ۔ حال ہے یعنی اللہ نے وعدہ فرمایا کہ تجھے فرعون کے تعاقب سے ڈر نہ ہوگا کیونکہ اللہ کے علم میں اس کی غرقابی

اَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ﴿۷۹﴾ يٰبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ
گمراہ کیا فرعون نے اپنی قوم کو اور نہ ہدایت کی اے اولاد یعقوب تحقیق ہم نے
اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ
تم کو بچایا تمہارے دشمن سے اور تم سے وعدہ کیا طور کے دائیں طرف کا (مناجات اور تورات کے لئے)
وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ﴿۸۰﴾ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا
اور اتارا تم پر من اور سلوی (اور کہا) کھاؤ اس سے جو پاکیزہ رزق ہم نے
رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَمَنْ
تم کو دیا ہے اور اس میں تجاوز نہ کرو ورنہ تم پر میرا غضب اترے گا اور جس

کا فیصلہ ہوچکا تھا اور پانی سے عبور کے خطرہ کی بھی نفی کر دی کہ عصا مار کر بصورتِ اعجاز خشک راستے بنا کر نکل جاؤ گے۔
فرعون کے تعاقب اور غرقابی کا قصہ دوسری جلد میں مفصل گذر چکا ہے۔

وَاَضَلَّ۔ تفسیر صافی میں بروایت ابن عباس منقول ہے کہ فرعون نے جب ربوبیت کا دعویٰ کیا بلکہ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى کہا اور سمندر کے کنارے پر پہنچا تو پانی کو خشک پایا پس قوم سے خطاب کر کے کہنے لگا دیکھو میرے ڈر سے یہ بھی خشک ہو گیا ہے اور انہوں نے جی ہاں کہہ کر اس کی تصدیق کر لی اسی کی تردید میں فرماتا ہے کہ اس نے اپنی قوم کو گمراہ کر رکھا تھا۔
پوری تفصیل سورہ شعراء میں بھی آئے گی۔ جلد ۱۰

يٰبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ۔ بنی اسرائیل کو نعمات کی یاد دہانی کرا رہا ہے کہ ہم نے تمہارے دشمن فرعون کو غرق کر کے تم کو نجات دی پھر کوہ طور کے دائیں طرف تمہیں مناجات تورات اور احکام شریعت کے عطا کرنے کے لئے بلایا اور من وسلوی کھانے کے لئے دیا اور یہ حکم دیا کہ اللہ کا پاکیزہ رزق کھاؤ اور سرکشی نہ کرو ورنہ میرا عذاب تم پر نازل ہوگا۔ آیت میں غضب سے مراد عذاب ہے کیونکہ خدا تغیّر سے پاک ہے۔ اسی طرح اس کے حکم کا معنی انعام و اکرام ہوا کرتا ہے کیونکہ غضب کا انجام عذاب اور رحم کا نتیجہ انعام ہوا کرتا ہے پس اس کے اسماء نتیجے کی بنا پر ہیں۔

ثُمَّ اهْتَدٰى - ولاءِ آلِ محمّد۔ تفسیر مجمع البیان میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ یہاں ہدایت سے مراد یہ ہے کہ ہماری ولایت اپنے اندر رکھتا ہو اور آپ نے حلفیہ بیان فرمایا کہ اگر کوئی بندہ پوری زندگی رکن اور مقام کے درمیان عبادتِ پروردگار میں گذار کر مرے اور ہماری ولا نہ رکھتا ہو تو خدا اوندھے منہ اس کو جہنم میں داخل کرے گا

تفسیر برہان اور صافی میں بروایت کافی امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے آیت مجیدہ پڑھی اور سدیر

يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ﴿٨١﴾ وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ

پر میرا غضب اترے گا وہ ہلاک ہوگا اور میں بہت بخشنے والا ہوں اس کو جو توبہ کرے

وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿٨٢﴾ وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ

اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے اور پھر ثابت قدم رہے اور کس قدر تونے جلدی کی

قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ﴿٨٣﴾ قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِيْ وَعَجِلْتُ

اپنی قوم سے اے موسےٰ؟ کہا وہ میرے پیچھے آرہے ہیں اور میں نے جلدی کی

کہتا ہے۔ ثُمَّ اهْتَدٰى۔ کے بعد اپنے سینہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا اِلٰی وِلَایَتِنَا۔ تفسیر برہان میں ہے کہ آپ نے سدیر سے فرمایا جب کہ آپ مسجد الحرام میں بیت اللہ کے سامنے تشریف فرما تھے۔ اے سدیر میں تجھے وہ لوگ دکھاؤں جو اللہ کے دین سے روگردانی کرنے والے ہیں۔ پس دیکھا ایک جگہ مسجد میں امام کوفی اور سفیان ثوری لوگوں کے ایک اجتماع میں بیٹھے تھے۔ فرمایا یہ لوگ ہیں اللہ کے دین سے روگردانی کرنے والے۔ نہ ان کے پاس اللہ کی جانب سے کوئی اجازت نامہ ہے اور نہ قرآن مجید کا ان کو علم حاصل ہے اگر یہ بدباطن لوگ آرام کرکے گھروں میں بیٹھ جاتے تو لوگوں کو ہمارے پاس آنے کا موقعہ ملتا اور ہم سے خدا و رسول کے احکام حاصل کرتے۔ اس مقام پر احادیث بکثرت موجود ہیں کہ یہاں ہدایت سے ولائے آل محمدؐ ہے اور تفسیر صافی میں بروایت کافی امام جعفر صادق علیہ السلام سے آیت مجیدہ کے حوالہ سے بخشش خداوندی کے چار دروازے بتلائے گئے ہیں (۱) توبہ (۲) ایمان (۳) عمل صالح (۴) اور ولائے آل محمدؐ اور فرمایا پہلی تینوں شرطیں کارآمد نہیں جب تک چوتھی شرط پوری نہ ہو۔

وَمَآ اَعْجَلَكَ۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ پوری قوم یا زعمائے قوم کے ہمراہ طور پر جانے کا وعدہ تھا لیکن پانی عبور کرنے کے فوراً بعد حضرت موسےٰ تنہا چلے گئے اور ان کو اپنے پیچھے آنے کی ہدایت فرماگئے اور ہارون کو ان پر اپنا خلیفہ مقرر فرمایا۔ پس جب خدا نے جلدی آنے کی وجہ دریافت کی تو بتایا کہ تیری خوشنودی اور محبت کی وجہ سے جلدی پہنچا ہوں

تفسیر صافی میں مصباح الشریعہ سے مروی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جس کو کسی شے کا شوق ہو اس کو کھانا پینا، سونا دوست گھر آبادی لباس اور مسکن وغیرہ کوئی چیز اچھی نہیں لگتی۔ بلکہ شب و روز اس کی عبادت کرکے اپنی شوق کو پورا کرنے کا امیدوار رہتا ہے اور اپنے قلبی مقصد کو پورے شوق سے زبان پر لاکر محو مناجات ہوتا ہے۔ چنانچہ موسےٰ علیہ السلام کو وعدہ گاہ پر پہنچنے کا شوق تھا اور حضرت رسالتمآب نے فرمایا کہ آتے جاتے ہوئے لقاءِ پروردگار کے شوق میں حضرت موسےٰ نے چالیس روز تک نہ کھایا نہ پیا اور نہ سوئے بلکہ ان چیزوں کی خواہش تک نہ کی۔

اِلَیۡکَ رَبِّ لِتَرۡضٰی ﴿۸۴﴾ قَالَ فَاِنَّا قَدۡ فَتَنَّا قَوۡمَکَ مِنۡ
تیری طرف اے رب تاکہ تو راضی رہے فرمایا ہم نے امتحان لیا ہے تیری قوم کا تیرے بعد
بَعۡدِکَ وَ اَضَلَّہُمُ السَّامِرِیُّ ﴿۸۵﴾ فَرَجَعَ مُوۡسٰۤی اِلٰی قَوۡمِہٖ
اور ان کو گمراہ کر دیا ہے سامری نے پس واپس لوٹے حضرت موسےٰ قوم کی
غَضۡبَانَ اَسِفًا ۬ۚ قَالَ یٰقَوۡمِ اَلَمۡ یَعِدۡکُمۡ رَبُّکُمۡ وَعۡدًا
طرف غصہ کی حالت میں ارمان کرتے ہوئے کہنے لگے اے قوم کیا تمہارے ساتھ تمہارے رب نے اچھا وعدہ نہیں

اکثر مفسرین کی رائے میں کوہ طور پر جانے کا وعدہ صرف موسےٰ سے تھا اور انہوں نے تنہا ہی جانا تھا اور آیت نمبر ۸۰ میں جمع مخاطب کی ضمیر مجاز کے طور پر ہے اور موسےٰ علیہ السلام نے قوم کو صورت حال سے آگاہ کر دیا تھا پس وہ انتظار میں ٹھہر گئے اور حضرت موسےٰ کی جانب سے ہارون خلیفہ تھے۔ بنابریں جلدی کے سوال کا مقصد یہ ہوگا کہ پانی عبور کرنے کے بعد بلا توقف کیوں چلے آئے ہو تو موسےٰ نے یہ جواب دیا کہ قوم میری انتظار میں ہے اور تیری رضا مقصود ہے۔

قَدۡ فَتَنَّا۔ یعنی تیرے چلے آنے کے بعد ہم نے تیری قوم کو امتحان میں ڈال دیا کہ انہوں نے ایک گوسالہ کی پرستش شروع کر دی اور سامری نے اُن کو گمراہ کر ڈالا ہے تفسیر برہان میں تفسیر قمی سے منقول ہے کہ حضرت موسےٰ کے چلے جانے کے بعد ابلیس نے ایک آدمی کی شکل میں آکر ان کو اس غلط راستے کی طرف لگایا تھا۔

سامری حضرت موسےٰ کی قوم سے تھا اور سعید بن جبیر کا قول ہے کہ یہ شخص اہل کرمان سے تھا لیکن بنی اسرائیل میں بہت مقبول تھا اور بعض کہتے ہیں کہ یہ شخص دراصل ایسی جگہ کا رہنے والا تھا جہاں لوگ گوسالہ پرستی کرتے تھے اور اس کا اپنا دین یہی تھا حضرت موسےٰ علیہ السلام کے لشکر میں یہ سب سے آگے تھا اس نے حضرت جبریل کی سواری کے قدموں کی طرف نگاہ کی تو دیکھا کہ جہاں اس کا قدم پڑتا ہے اس جگہ کی مٹی میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے پس اس نے وہ مٹی اٹھالی۔ اور اپنے پاس محفوظ رکھ لی پس جب ابلیس بشکل انسانی بنی اسرائیل کو گمراہ کرنے کے لئے آیا تو بنی اسرائیل قبطیوں سے حاصل کردہ سونا لے کر آگ میں پگھلایا اور گوسالہ کی شکل میں اس کو ڈھال دیا۔ پس سامری سے مٹی لے کر اس کی ایک چٹکی اس میں ڈال دی تو اس میں حرکت بھی پیدا ہوگئی اور چمڑا اور بال بھی اُگ آئے پس کہا گیا کہ تمہارا یہ خدا ہے لہذا اس کی پرستش کرو۔ چنانچہ بنی اسرائیل کی اکثریت اس شیطانی جال میں پھنس گئی جن کی تعداد چھ لاکھ تک مذکور ہے اور حضرت ہارون کی نصیحت پر عمل کرنے والے اور اپنے ایمان پر ثابت قدم رہنے والوں کی تعداد بارہ ہزار منقول ہے

فَرَجَعَ مُوۡسٰی۔ حضرت موسےٰ چالیس دن گزرنے کے بعد تورات اور احکام شریعت حاصل کر کے نہایت افسردہ خاطر اور

حَسَنًا ۬ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ

کیا تھا کیا لمبی ہوگئی تم پر وعدہ (کی مدت) بلکہ تم نے ارادہ کیا کہ اترے تم پر غذاب

عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِيْ ﴿۸۶﴾

تمہارے ربّ کا پس تم نے میرے وعدہ کا خلاف کیا

قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ

کہنے لگے (جو بری تھے) نہیں خلاف کیا ہم نے تیرے وعدہ کا اپنے بس سے لیکن اٹھائے گئے

زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ ﴿۸۷﴾

ہم بوجھ قوم کے زیورات سے پس پھینک دیا ان کو پس اسی طرح پھینک دیا سامری نے بھی

غضب ناک ہوکر واپس پلٹے اور قوم کو سرزنش کی کہ تمہارے ساتھ پروردگار کا وعدہ تھا کہ میں تم کو کتاب اور شریعت دوں گا چنانچہ اس نے وعدہ ایفاء فرمایا ہے اور چالیس دن کی مدت اتنی لمبی مدت نہ تھی کہ تم اس کے گذرنے کی انتظار نہیں کر سکے پس تسویلات شیطانیہ میں آکر گمراہ ہوگئے کیا تم کو عذابِ پروردگار کا خیال بھی نہ آیا کہ تم نے میرے ساتھ کئے ہوئے وعدہ کی خلاف ورزی کی کہ میں نے تم میں اپنے بھائی ہارون کو خلیفہ مقرر کیا تھا اور تم سب نے اس کی اطاعت کا مجھ سے عہد کیا تھا لیکن میرے چلے جانے کے بعد اس کو تنہا چھوڑ دیا اور عہد کو بھلا کر سامری کے پیچھے ہو لئے اور مروی ہے کہ درمیان میں گوسالے کو کھڑا کرکے اس کے ارد گرد ناچتے کودتے تھے اور ڈھول باجے بجاتے تھے۔

خداوند کریم نے سورہ مزمّل میں حضرت رسالتمآبؐ کو حضرت موسٰے سے تشبیہ دی اور اُمّتِ اسلامیہ کو اُمّتِ موسویہ سے تشبیہ دی اور حضرت رسالتمآبؐ نے علی کو حضرت ہارون سے مشابہت دی۔ چنانچہ فریقین کی کتب معتبرہ میں یہ حدیث حدِّ تواتر کو پہنچی ہوئی ہے اور حضرت رسالتمآبؐ کے بعد کے واقعات نے ان خبروں کو من وعن صحیح ثابت کیا ارباب دانش کے لئے یہ مقام باعثِ نصیحت ہے۔

قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا۔ حضرت موسٰے علیہ السلام کی سرزنش پر وہ لوگ جو گوسالہ پرستی سے بیزار تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام کے فرمانبردار تھے انہوں نے عرض کی حضور! ہم نے اپنے بس اور قدرت سے آپ کے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کی بلکہ ہم مجبور تھے کیونکہ ہم کم اور کمزور تھے اور ہمارے مقابلہ میں وہ زیادہ اور طاقتور تھے پس ہماری زبانی باتوں کو وہ مانتے نہ تھے اور طاقت ہمارے پاس نہ تھی کہ ان کو طاقت سے روکا جاتا۔

وَلٰكِنَّا۔ اس کی دو صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ (۱) مصر سے روانگی سے پہلے انہوں نے قبطیوں سے زیورات طلب کئے

فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ

پس نکالا اس نے ان کے لئے گوسالہ جسم دار کہ وہ بولتا تھا تو وہ کہنے لگے یہ تمہارا اور موسٰے کا معبو

وَاِلٰهُ مُوْسٰى ۥ فَنَسِيَ ﴿۸۸﴾ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ

ہے پس بھول گیا (حقیقت ایمان کو) کیا دیکھتے نہیں کہ نہ تو وہ پلٹاتا ہے ان کی طرف

قَوْلًا ۥ وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ﴿۸۹﴾ وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ

بات اور نہ وہ ان کے نفع و نقصان کا مالک ہے اور تحقیق ان کو کہا تھا

تھے تاکہ ان کو عید کے موقعہ پر استعمال کریں گے اس کے بعد فوری تیاری کا جو حکم ملا تو وہ زیورات واپس نہ کر سکے اور ان کے پاس رہ گئے۔ (۲) وہ زیورات قبطیوں کے پاس تھے جب وہ غرق ہوگئے تو بقدرتِ خدا پانی کی لہروں نے ان زیورات کو ساحل پر پہنچا دیا پس ان لوگوں نے وہ اٹھا لئے۔

بہر صورت حضرت موسٰے کے چلے جانے کے ۳۵ دن بعد سامری نے بنی اسرائیل سے تمام زیورات اکٹھے کر لئے اور آگ میں ڈال کر پگھلا کر گوسالہ بنا دیا اور اسے معبود کہہ کر ان کو اس کی عبادت کی دعوت دی جو عوام کالانعام نے قبول کر لی ان لوگوں نے صورتِ حال سے حضرت موسٰے کو خبردار کیا جو گوسالہ پرستی میں شامل نہ تھے۔ یعنی انہوں نے بتایا کہ اس کی گمراہی کی ابتداء اس طرح ہوئی۔ بس بھیڑ چال لوگ ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی سے دام تزویر میں گرفتار ہوگئے اور جو قلیل تعداد راہ حق پر باقی رہی ان میں اس وباء عام کے روکنے کی جرأت وطاقت نہ تھی۔

عِجْلًا جَسَدًا۔ اس مقام پر جسدًا بدل ہے عجلًا سے۔

فَنَسِيَ۔ یعنی سامری دعوت گمراہی کا علمبردار بن گیا اور ایمان کے تقاضوں کو بھول گیا۔

اَفَلَا يَرَوْنَ۔ ان کو گوسالہ پرستی سے صرف منع نہیں کیا گیا بلکہ دلیل کے ساتھ ان کے مسلک کو باطل کیا گیا ہے۔ کہ معبود تو ایسا ہونا چاہیے جو نفع و نقصان کا مالک ہو بات سُنے اور اس کا جواب بھی دے سکے یہ لوگ عقل کے اندھے اتنا بھی نہیں سوچتے کہ جس کی عبادت کر رہے ہیں اس میں نہ نفع و نقصان کی طاقت ہے اور نہ سُننے اور جواب دینے کی ہمت۔

رکوع نمبر ۱۴

صفحہ ۱۹۸

فُتِنْتُمْ۔ یعنی حضرت ہارون نے اتمام حجت کیا کہ اس امتحان سے نکلو اور اس فتنہ سے بچ کر میری اطاعت

هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ

ہارون نے اس سے پہلے کہ اے قوم بجز اس کے نہیں کہ تمہیں آزمایا گیا ہے اور تحقیق تمہارا رب

الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ

رحمٰن ہے پس میری اتباع کرو اور میری فرمانبرداری کرو کہنے لگے ہم اسی حالت پر

عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ﴿۹۱﴾ قَالَ يٰهٰرُوْنُ

رہیں گے ثابت قدم یہاں تک کہ پلٹیں ہمارے پاس موسٰے آپ نے فرمایا اے ہارون

مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ﴿۹۲﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ۭ اَفَعَصَيْتَ

تجھے کونسا مانع تھا جب تونے ان کو گمراہ دیکھا تو میرے پیچھے نہ آیا کیا تو نے حکم عدولی

اَمْرِيْ ﴿۹۳﴾ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ

کی ہے؟ جواب دیا اے ماں جائے میری ڈاڑھی اور سر کو نہ پکڑو

اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَلَمْ

میں تو اس بات سے ڈرا ہوں کہ آپ کہیں گے کہ تو نے تفرقہ ڈال دیا بنی اسرائیل میں اور میرے

کرو لیکن وہ اُلٹا در پے ایذا ہو گئے جس طرح ایک اور مقام پر ہے کہ کَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ کہ وہ مجھے قتل کرنے لگے تھے

مَا مَنَعَكَ ۔ معلوم ہوتا ہے حضرت موسٰے نے ہارون کو اپنے پیچھے چلے آنے کو کہا تھا لیکن اب صورت حال کا تقاضا یہ تھا کہ ہارون قوم کو چھوڑ کر کہیں نہ جائیں ورنہ مستقل طور پر بنی اسرائیل دو گروہوں میں بٹ جاتے ایک گروہ گوسالہ پرست اور دوسرا ہارون کا اطاعت گزار ہو جاتا۔ پس حضرت موسٰے کی موجودگی میں اُمت بٹ جاتی اور یہی معذرت حضرت ہارون نے پیش کی تھی۔

اَفَعَصَيْتَ ۔ حضرت موسٰے کو ہارون کا امر یہ تھا کہ اُخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ یعنی میری قوم میں میرا خلیفہ بن کر رہ اور ان کی اصلاح کرنا اور فسادیوں کی اتباع نہ کرنا قوم کی گمراہی کی خبر سن کر جو غصہ سے واپس آئے تو حضرت ہارون سے پوچھا کہ تونے میرے امر کی اطاعت نہیں کی؟ قوم کی گوسالہ پرستی اور موسٰے و ہارون کے سوال و جواب کی تفصیل جلد ۶ صہ ۹۸ تا صہ ۱۰۱ پر مفصل گذر چکے ہیں۔

حضرت علیؑ نے تلوار کیوں نہ اٹھائی

تفسیر برہان میں سلیم بن قیس ہلالی سے مروی ہے کہ اشعث بن قیس نے حضرت امیر علیہ السّلام سے سوال کیا کہ جب بنو تیم بنو عدی اور بنوامیہ کے افراد بیعت لے کر منبر رسول پر قابض ہوتے رہے تو آپ نے تلوار کیوں نہیں چلائی حالانکہ جب سے آپ کوفہ میں تشریف لائے ہیں جس قدر تقریریں اور خطبے بیان فرمائے ہیں منبر سے اترنے سے پہلے آپ نے اپنا حق دار خلافت ہونا اور رسالت مآبؐ کے بعد اپنا مظلوم ہونا ظاہر فرمایا ہے اس سے بہتر تھا کہ آپ بر وقت تلوار کے زور سے اپنا حق حاصل کر لیتے - آپ نے فرمایا جب تم نے بات چھیڑی ہے تو جواب بھی سنو- میرا تلوار نہ اٹھانا بزدلی یا موت کے ڈر سے نہیں تھا - بلکہ رسالتمآبؐ کا فرمان میرے اس اقدام سے رکاوٹ کا باعث تھا کیونکہ مجھے حضورؐ نے امّت سے سرزد ہونے والی کرتوتوں کا تذکرہ کیا تھا لہٰذا میں ان حالات کے رونما ہونے سے پیشتر ان سے خوب باخبر تھا میں نے اسی وقت عرض کی تھی کہ حضور ایسے حالات میں میری تکلیف کیا ہوگی ؟ تو آپ نے فرمایا تھا کہ اگر تجھے مددگار و معاون میسّر ہو جائیں - تو تلوار اٹھانا ورنہ اپنی قیمتی متاعِ حیات کی خاطر خاموش ہو جانا جب تک قرآن و سنّت کی حدود کو قائم کرنے کے لئے معاون نہ ملیں - اور مجھے حضورؐ نے یہ بھی بتا دیا تھا کہ امّت مجھے چھوڑ جائے گی اور غیر کی اتباع کرے گی اور فرمایا تھا کہ تیری مثل مجھ سے ایسی ہے جس طرح ہارون موسےٰ سے تھا اسی طرح بعد میں آنے والے امام بھی ہارون کی مثل ہوں گے اس کے بعد آپ نے آیت ۹۲-۹۳-۹۴ کی تلاوت کی اور فرمایا کہ حضرت موسےٰ نے بھی ہارون کو خلیفہ بناتے وقت یہ فرمایا تھا کہ بنی اسرائیل اگر گمراہ ہو جائیں اور تیرے پاس معاون موجود ہوں تو ان سے جہاد کرنا ورنہ اپنی جان کی حفاظت کے پیش نظر ہاتھ روک لینا اور تفرقہ ڈالنے کی ناکام کوشش نہ کرنا (چنانچہ حضرت ہارون نے انصار کی کمی محسوس کرتے ہوئے تلوار نہ اٹھائی اور حضرت موسےٰ سے یہی معذرت کی کہ ایسے حالات میں اگر تلوار اٹھاتا تو آپ فرماتے تو نے بنی اسرائیل میں تفرقہ کیوں ڈال دیا ہے اور میری حکم عدولی کیوں کی ہے -) پس میں نے تلوار نہیں اٹھائی تاکہ مجھے نہ کہا جائے کہ تو نے اُمّت میں تفرقہ کیوں ڈالا ہے اور میرے حکم پر عمل کیوں نہیں کیا ؟

رسالت مآبؐ کی رحلت کے بعد لوگوں نے جب بیعت کر لی اور میں رسول کے کفن و دفن میں مشغول تھا تو میں نے قسم کھائی تھی کہ کندھے پر رداء نہ ڈالوں گا - سوائے نماز کے وقت جب تک قرآن کو جمع نہ کر لوں گا اور میں نے ایسا ہی کیا پھر (اتمام حجّت کے لئے) فاطمہ اور حسنین کو ساتھ لے کر مہاجرین و انصار میں سے ہر ایک کے گھر جا کر اپنی حق کی خاطر اللہ کا واسطہ دے کر نصرت طلب کی لیکن زبیر سلمان مقداد اور ابوذر کے سوا کسی نے میری دعوت پر لبیک نہ کہی اور میرے خاندان میں بھی ایسے افراد نہ تھے جن کی بدولت میں خاطر خواہ اقدام کر سکتا ایک حمزہ تھا جو جنگِ اُحد میں شہید ہو گیا دوسرا جعفر طیّار تھا جو جنگِ موتہ میں اللہ کو پیارا ہو گیا - باقی عباس اور عقیل بچ گئے جو ناکارے اور کمزور تھے پس میری حالت بالکل ہارون جیسی تھی جیسا کہ انہوں نے حضرت موسےٰ سے کہا تھا یَا ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَ کَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ.

تَرْقُبْ قَوْلِيْ ﴿٩٤﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ﴿٩٥﴾ قَالَ بَصُرْتُ

حکم کا انتظار بھی نہ کیا فرمایا تو نے کونسا کرتوت کیا ہے اے سامری؟ کہنے لگا میں نے دیکھا

بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ

جو انہوں نے نہ دیکھا پس میں نے مٹھی بھر (خاک) لی فرستادہ خدا (جبرئیل کی سواری کے) نقش پا سے پس اس

فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ﴿٩٦﴾ قَالَ فَاذْهَبْ

کو ڈالا اور یہی تجویز پیدا کی میرے لئے اپنے نفس نے فرمایا چلا جا پس تیرے

فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ وَاِنَّ لَكَ

لئے ہے کہ کہتا رہے گا نہ چھوؤ اور تحقیق تیرے لئے

مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ

ایک وعدہ گاہ ہے جس سے تو پیچھے نہ ہوگا اور دیکھ اپنے معبود کو جس پر تو قائم

عَلَيْهِ عَاكِفًا لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿٩٧﴾

تھا ہم اس کو جلائیں گے پھر ہم اس کی خاکستر کو پانی میں پھینک دیں گے

پس میں ہارون کے طریقہ پر ہوں اور رسول کا فرمان میرے لئے حجت ہے۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ ۔ حضرت موسےٰ نے سامری کو بلا کر اس کا بیان سُنا اور بطور سزا کے اس کو نکال دیا اور اللہ نے اس کو دائمی طور پر ایک عذاب میں مبتلا کر دیا کہ جو بھی اس کو ہاتھ لگاتا یا اس کے بدن کو چھوتا تھا وہ فوراً بیمار پڑ جاتا تھا پس لوگ اس سے کنارہ کش ہو گئے اور جنگلوں میں وحشی جانوروں کے ساتھ زندگی گذارنے پر مجبور ہو گیا اور وہ لوگوں کو کہتا پھرتا تھا لَا مِسَاسَ یعنی مجھے کوئی نہ چھوئے اور تفسیر قمی سے منقول ہے کہ اس کی اولاد جو شام و مصر میں کہیں کہیں آباد ہے وہ بھی اسی بلا میں گرفتار ہوتے ہیں پس لا مساسی کے لقب سے مشہور ہیں۔

وَانْظُرْ ۔ جس بچھڑے کی پرستش کی گئی تھی اس کو جلا کر اس کی خاکستر کو پانی میں بہا دیا گیا اور یہ اس لئے تاکہ لوگوں کے دلوں سے اس کی عظمت و وقار کا تصور ختم بھی ہو جائے اور وہ سمجھیں کہ جس کو ہم معبود بنائے ہوئے تھے وہ ایک بے بس اور بے چارہ مخلوق تھی جب وہ اپنی ذات کو گرفت و عذاب سے نہ بچا سکی تو کسی دوسرے کے لئے وہ کس طرح نفع یا

إِنَّمَآ إِلَـٰهُكُمُ ٱللَّهُ ٱلَّذِى لَآ إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ وَسِعَ كُلَّ

بجز اس کے نہیں کہ تمہارا معبود وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ حاوی ہے ہر شئی

شَىْءٍ عِلْمًا ﴿٩٨﴾ كَذَٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنۢبَآءِ مَا قَدْ

پر علم میں اسی طرح قصے بیان کرتے ہیں ہم تجھ پر گذشتہ خبروں سے اور تحقیق

سَبَقَ ۚ وَقَدْ ءَاتَيْنَـٰكَ مِن لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿٩٩﴾ مَّنْ أَعْرَضَ

دیا ہم نے تم کو اپنی طرف سے ذکر (قرآن) جو روگردانی کرے اس سے اٹھائے گا وہ

عَنْهُ فَإِنَّهُۥ يَحْمِلُ يَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِ وِزْرًا ﴿١٠٠﴾ خَـٰلِدِينَ فِيهِ ۖ

قیامت کے روز بوجھ اس میں ہمیشہ رہیں گے

وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِ حِمْلًا ﴿١٠١﴾ يَوْمَ يُنفَخُ فِى

اور برا ہے ان کے لئے قیامت کے دن بھار جس دن پھونکا جائے گا

ٱلصُّورِ ۚ وَنَحْشُرُ ٱلْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ﴿١٠٢﴾ يَتَخَـٰفَتُونَ

صور میں اور جمع کریں گے ہم مجرموں کو اس دن نیلگوں چشم سرگوشی کرتے

نقصان کی موجب ہو سکتی ہے اور تفسیر برہان کی ایک روایت میں ہے کہ جن لوگوں نے گوسالہ کی عبادت کی تھی انہی کو بعد میں قاتل کرنے کیلئے گائے کے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا گویا مقصد یہ تھا کہ ان کے دلوں سے اس کے معبود ہونے کا تصور تک ختم ہو جائے۔ اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ۔ ان کے مصنوعی معبود کا انجام اور اس کی غلط کاری کے موجد کا عذاب بیان کرنے کے بعد دعوتِ توحید کا اعلان کیا کہ لائق عبادت و پرستش صرف وہ اللہ ہے جس کا علم ہر شے پر محیط ہے۔

ذِكْرًا۔ اس جگہ ذکر سے مراد قرآن مجید ہے کیونکہ اس میں تمام امور دینیہ کا ذکر موجود ہے اور یہ مجاز مرسل ہے۔ حضورؐ کو گذشتہ واقعات کی بذریعہ قرآن اطلاع دینا بھی حضورؐ کے معجزات میں سے ہے کیونکہ جو شخص ظاہری طور پر کسی عالم کے ساتھ رابطہ نہ رکھتا ہو پھر اس کی زبان سے ایسے واقعات کا بیان ہو جو حرف بحرف سچے ہوں ایمان توحید اور تصدیق رسالت میں منصف مزاج طبائع کے لئے حرف آخر کی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ یہ ایسا امر ہے جو عام انسانی مقدور سے بہت بلند و بالا ہے پس ماننا پڑتا ہے کہ اس کلام کے لانے والا عام انسان نہیں بلکہ اپنے خالق کا فرستادہ رسول ہے۔

بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ﴿۱۰۳﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ
ہوں گے آپس میں کہ تم نہیں ٹھہرے مگر دس دن ہم خوب جانتے ہیں جو وہ کہتے ہیں
اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ﴿۱۰۴﴾ وَ
جبکہ کہے گا ان میں سے زیادہ دانش مند کہ تم نہیں ٹھہرے مگر ایک دن اور
يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴿۱۰۵﴾ فَيَذَرُهَا
تجھ سے پوچھتے ہیں پہاڑوں کے متعلق تو کہہ دو اڑا دے گا ان کو میرا رب خوب اڑانا پس کر دے
قَاعًا صَفْصَفًا ﴿۱۰۶﴾ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴿۱۰۷﴾ يَوْمَئِذٍ
گا اس کو چٹیل میدان کہ نہ نظر آئے گی اس میں پستی اور نہ بلندی اس دن

حِمْلًا ۔ اونٹ کے بھار پر اس کا اطلاق عام ہے سورہ یوسف میں اس کی تحقیق گذر چکی ہے ۔

زُرْقًا ۔ یعنی بروز قیامت مجرم لوگ کبود چشم محشور ہوں گے یعنی ان کی آنکھیں بلی کی آنکھوں کی طرح ہوں گی اور یہ آنکھوں کا بدترین حلیہ ہے اور عربوں میں اس کو مبغوض ترین سمجھا جاتا ہے بعضوں نے اندھے ہونے سے کنایہ مراد لیا ہے اور بعضوں نے اس کو پیاس کی علامت قرار دیا ہے کہ مجرم پیاسے محشور ہوں گے کہ ان کی پیاس کی علامت آنکھوں کا نیلا رنگ ہوگا ۔

يَتَخَافَتُوْنَ ۔ یعنی مجرم لوگ آپس میں سرگوشی کریں گے ۔ صور اول جس میں سب ذی روح مر جائیں گے اور صور ثانی جس سے سب دوبارہ زندہ اٹھ کھڑے ہوں گے اور دونو کے درمیان چالیس برس کا فاصلہ ہوگا اور اس دوران میں مجرموں سے عذاب کو روک لیا جائے گا پس دوبارہ اٹھ کر جب اپنے سامنے عذاب کو دیکھیں گے تو چالیس سال کا پرسکون زمانہ ان کو دس دن کی مقدار کے برابر نظر آئے گا بعضوں نے دنیاوی زندگی کے متعلق کہا ہے اور بعض مفسرین نے برزخ کی زندگی مراد لی ہے یعنی ہول محشر کی وجہ سے ان کو گذشتہ مدت بالکل قلیل معلوم ہوگی ۔

اَمْثَلُهُمْ ۔ یعنی جو ان میں زیادہ افضل ہوگا عقل و دانش کے لحاظ سے (طریقہ سے مراد عقل و رائے) وہ تو کہے گا ہم تو ایک دن کی مقدار رہے ہیں ۔ یعنی اس کو گذشتہ مدت ایک دن کے برابر معلوم ہوگی ۔

رکوع نمبر ۱۵

يَسْئَلُوْنَكَ ۔ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست کسی نے سوال کیا اتنے لمبے چوڑے پہاڑ حشر و نشر کے دن کہاں جائیں گے ؟ تو ارشاد قدرت ہے ان کو کہہ دیجئے ان کو ریگ صحرا کی طرح ذرہ ذرہ کر دیا جائے گا اور تیز آندھی ان کو اڑا کر لے

يَتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ

حکم مانیں گے بلانے والے (اسرافیل) کا نہ انحراف ہوگا اس کے لئے اور دب جائیں گی تمام آوازیں خدا کے

فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿١٠٨﴾ يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ

سامنے پس نہ سنو گے مگر آہٹ اس دن نہ نفع دے گی سفارش مگر اس کی جس کو

اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ﴿١٠٩﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ

خدا اذن دے اور اس کی بات پر راضی ہو وہ جانتا ہے جو ان کے

اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ﴿١١٠﴾ وَ

آگے ہے اور جو پیچھے ہے اور وہ اللہ کا علمی احاطہ نہیں کر سکتے اور

عَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ۗ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ

ذلیل ہوں گے چہرے حی قیوم کے سامنے اور وہ تحقیق رسوا ہوگا جو شرک کا

ظُلْمًا ﴿١١١﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا

مرتکب ہوگا اور جو عمل کرے گا نیک درحالیکہ مومن ہو پس نہ

جائے گی یا یہ کہ خاکستر بناکر بذریعہ ہوا ان کو بکھیر دیا جائے گا پس ہموار زمین بچ جائے گی۔

لَا عِوَجَ لَهٗ - یعنی جب دوبارہ اسرافیل صور پھونکے گا تو بلا پس وپیش سب حاضر ہوں گے نہ حکم عدولی ہوگی اور نہ بہانہ طلبی

هَمْسًا - بعضوں نے اس کا معنی یہ کیا ہے کہ جو لوگ دنیا میں حکمران بن کر بلند آوازوں سے جھڑکتے اور امر یا نہی کرتے تھے وہ دبی آوازوں سے حاضر ہوں گے۔

رَضِيَ لَهٗ - یعنی جن کی شفاعت پر خدا راضی ہوگا اور جن کو اجازت دے گا وہ شفاعت کر سکیں گے وہ انبیاء و آئمہ ہوں گے بلکہ خواص شیعہ بھی اس شرف سے مشرف ہوں گے۔

اَلْوُجُوْهُ - چونکہ ذلت کا اثر چہرہ پر ہوتا ہے اس لئے ذکر کیا گیا ہے نیز ممکن ہے امراء روسا اور سلاطین مراد ہوں۔

ظُلْمًا - اس سے مراد شرک لیا گیا ہے کہ جس کی پونجی شرک ہو وہ یقیناً محشر میں ذلیل و خوار ہوگا۔

ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا - ظلم سے مراد ہے ناکردہ گناہ کا اس سے مواخذہ نہ ہوگا اور ہضم سے مراد ہے اس کے اعمال حسنہ

يَخَفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ﴿١١٢﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا

ڈرے گا ظلم سے اور نہ حق تلفی سے اور اسی طرح ہم نے نازل کیا قرآن عربی

وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ

اور پھیر پھیر کر بیان کیں ہم نے اس میں دھمکیاں تاکہ وہ ڈریں یا پیدا کرے (قرآن)

لَهُمْ ذِكْرًا ﴿١١٣﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ

ان کے لئے کوئی نصیحت پس بلند ہے اللہ بادشاہ سچا اور نہ جلد بازی کرو

بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۡ وَقُلْ رَّبِّ

قرآن پڑھنے میں پہلے اس سے کہ پوری ہو جائے تجھ پر اس کی وحی اور کہہ اے رب

زِدْنِيْ عِلْمًا ﴿١١٤﴾ وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ

زیادہ کر میرا علم اور تحقیق عہد کیا ہم نے آدم کے ساتھ پہلے پس بھول گیا اور نہ

کی جزا باطل نہ ہوگی ۔ یا یہ کہ نہ اس کی جزا کو بالکل باطل کیا جائے گا اور نہ اُس کو اپنے حق سے کم صلہ دیا جائے گا۔

وَكَذٰلِكَ ۔ اس کا عطف محذوف پر ہے یعنی ہم نے تجھے قیامت کی خبروں سے آگاہ کیا اور اسی طرح ہم نے تجھ پر قرآن اُتارا۔

فَتَعَالَى اللّٰهُ ۔ یعنی اس کی صفات مخلوق کی صفات سے بلند ہیں پس کوئی بھی صفات میں اس کے مشابہ نہیں ہوسکتا اس کی قدرت ہر قادر سے زیادہ اور اس کا علم ہر عالم سے اتم ہے کیونکہ اس کے علاوہ ہر قادر و عالم اس کا محتاج ہے لیکن وہ کسی کا محتاج نہیں ۔ نیز اس کے علاوہ ہر قادر کسی شے پر قدرت رکھتا ہے تو کئی چیزیں اس کے حیطۂ قدرت سے باہر بھی ہوتی ہیں اسی طرح ہر عالم اگر کچھ چیزوں کو جانتا ہے تو کئی چیزیں اس کی علمی دسترس سے خارج بھی ہوتی ہیں لیکن اللہ کی قدرت وعلم ہر شے پر محیط ہے اسی طرح اس کا غیر جس چیز کا عالم ہے اس پر سہو ونسیان طاری ہوسکتا ہے لیکن اللہ کے علم و قدرت پر زوال ممکن نہیں پس اس کی سلطنت وحکومت دنیا و آخرت پر حاوی ہے اور وہی سچ مچ ملکِ دنیا و آخرت کا مالک ہے۔

قُلْ رَّبِّ ۔ علم کی عظمتِ شان کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوسکتی ہے کہ رسولِ خدا کو باوجودیکہ انتہائی مرتبۂ کمال پر فائز تھے زیادتی علم کی دعا کا حکم دیا گیا ۔ کیونکہ علم کی بدولت ہی انسان حیوان سے امتیاز حاصل کرسکتا ہے۔

نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ

پایا ہم نے اس میں پختگی کو   اور جب کہا ہم نے فرشتوں کو سجدہ کرو آدم کے لئے تو سب نے سجدہ کیا

اَبٰى ﴿۱۱۶﴾ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا

مگر ابلیس نے انکار کیا تو ہم نے کہا اے آدم تحقیق یہ تیرا اور تیری زوجہ کا دشمن ہے ایسا نہ ہو

يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ

کہ تمہیں نکال دے جنت سے اور تم کو تکلیف ہو   تحقیق تیرے لئے یہاں نہ

فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾

بھوک ہے اور نہ عریانی   اور تحقیق نہ تیرے لئے اس میں پیاس کا ڈر ہے نہ دھوپ کا فکر

فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى

تو وسوسہ ڈالا اس کی طرف شیطان نے اے آدم کیا تجھے پتہ دوں ہیشگی کے

شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿۱۱۹﴾ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ

درخت کا اور ایسے ملک کا جو کہنہ نہ ہو   پس دونوں نے کھا لیا اس سے

اور اسی کی وساطت سے حضیض ناسوت کو چھوڑ کر اوج رفعت کی طرف قدم بڑھا سکتا ہے ہم نے علم کے فضائل مقدمہ تفسیر میں ذکر کئے ہیں۔

فَنَسِیَ۔ خدا نے حضرت آدم کی طرف نسیان کی نسبت دے دی اور اس کا معنی غفلت یا ترک کیا گیا ہے پس شجرہ ممنوعہ کے قریب جانا عمداً نہیں بلکہ سہواً تھا اور لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا کا بھی غالباً یہی مقصد ہے کہ عمد نہیں تھا پس اخطا تھی خطا نہ تھی

رکوع نمبر ۱۶

آدم کا ذکر

وَاِذْ قُلْنَا۔ ضروری امور کی تشریح و تفسیر چھٹی جلد ص۱۹ اور دوسری جلد ص۹۶ پر ملاحظہ ہو۔ نیز عصمت آدم پر عقلی بیان مقدمہ تفسیر میں بھی گزر چکا ہے۔

وَعَصٰى اٰدَمُ۔ یہ مشکلات قرآنیہ میں سے ہے اور عصیان سے مراد یہاں امر ارشادی کی خلاف ورزی ہے جس کو ترک اولیٰ سے تعبیر کیا جاتا ہے مقدمہ تفسیر اور دوسری جلد میں پوری تفصیل ملاحظہ کیجئے۔

لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ

تو ظاہر ہو گئی ان پر ان کی عورتیں اور شروع ہو گئے کہ سینے تھے اپنے اوپر جنت کے پتے اور خلاف

وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ

کیا آدم نے اپنے رب کے حکم کا پس ناکام ہوا ، پھر اس کو چن لیا اس کے رب نے تو اس کی

عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴿۱۲۲﴾ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًاۢ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ

توبہ قبول کی اور ہدایت بخشی فرمایا اترو اس سے سب کہ تمہارا بعض دوسرے بعض کا دشمن

عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ

ہوگا پس آئے گی تمہارے پاس مجھ سے ہدایت تو جو اتباع کرے گا میری ہدایت کی نہ گمراہ ہوگا

فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ

اور نہ ناکام رہے گا اور جو روگردانی کرے گا میرے کلام سے تو اس کے لئے تنگ گذران

مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ

ہوگی اور اس کو محشور کریں گے ہم قیامت میں اندھا کہے گا اے رب

غَوٰی۔ اس کا معنی مقصد میں ناکامی ہوا کرتا ہے جیسا کہ مجمع البیان میں ذکر کیا گیا ہے۔ تفسیر برہان میں ہے عصمت انبیاء کے موضوع پر ایک مناظرہ میں امام رضا علیہ السلام نے فرمایا حضرت آدم زمین کی خلافت اور نبوّت کے لئے آئے تھے نہ کہ جنّت کے لئے اور یہ قصّہ جنّت میں ہوا جس کا آدم کی خلافت و نبوّت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

ثُمَّ اجْتَبٰهُ۔ یہاں ثمّ اور فا ترتیب کے لئے نہیں بلکہ مطلقاً بیان مقصد کے لئے ہیں ایسا نہیں کہ اس واقعہ کے بعد آدم کا چناؤ ہوا بلکہ پہلے سے وہ برگزیدہ خدا تھے نیز آدم کا ترک اولیٰ اگر نافرمانی پروردگار ہوتی تو نبوّت کے لئے ان کا انتخاب ناممکن ہو جاتا جیسا کہ مذہب امامیہ کے مسلّمات میں سے ہے۔

وَهَدٰى :۔ یعنی اللہ نے ان کلمات کی طرف آدم کی رہبری فرمائی جو قبول توبہ کے لئے وسیلہ تھے۔

بَعْضُكُمْ۔ یہ اولاد آدم کے متعلق ہے یعنی تمہاری اولاد ایک دوسرے کی دشمن ہوگی پس میرے حکم کی اتباع نجات و کامرانی کا معیار ہوگی۔

فَلَا یَضِلُّ ۔یعنی اللہ کے فرمان پر چلنے والا نہ دنیا میں گمراہ ہوگا اور نہ آخرت میں ناکام ہوگا۔

مَعِیْشَۃً ضَنْکًا ۔مقصد یہ ہے کہ کفار و منافقین کو دنیا میں خواہ کس قدر وسیع مال و دولت عطا ہو جنّت کی نعمات کے مقابلہ میں یہ تنگ گذران اور تکلیف دہ روزی ہے کیونکہ اوّل تو صحیح معنوں میں اکثریت کفّار کی تنگیٔ رزق کے عذاب میں گرفتار ہوتی ہے اور جن کے پاس مال و دولت ہوتی ہے وہ بخل کے عذاب میں مبتلا ہوتے ہیں نہ خود اچھا کھا سکتے ہیں اور نہ صدقہ خیرات کرکے دوسروں کی بھلائی چاہتے ہیں وہ خزانے کے سنتری سپاہی کی طرح صرف رقم و پیسہ کو دیکھتے ہی رہتے ہیں ان کے اپنے نصیب میں کچھ نہیں ہوتا اور اگر کوئی مالدار بالفرض بخیل نہ بھی ہو، تو وہ حرص کے عذاب میں مبتلا ہوتا ہے کہ جمع کرنے اور اِدھر اُدھر ہاتھ پاؤں مارنے کا حرص و لالچ جمع شدہ مال سے لذّت اندوز ہونے کی اس کو فرصت نہیں دیتا۔پس اس کے نصیب میں وہی تنگ گزران ہی ہوا کرتی ہے بخلاف اس کے مومنوں کے لئے جنّت میں رزق کشادہ ہوگا۔جو ہر قسم کی میل و کدورت اور رنجش و کوفت سے مبرّا و منزّہ ہوگا۔نیز مومن اگرچہ دنیا میں ظاہری طور پر تنگ گذران رکھتا ہو لیکن آخرت میں کفار کے لئے جو جہنّم میں خورد و نوش کا سامان مہیا ہے اس کے مقابلہ میں یہ رزق وسیع اور بدرجہا بہتر ہے۔

اَعْمٰی ص۲۰۸ ۔منقول ہے کہ دشمنِ خدا جب قبر سے نکلے گا تو آنکھیں ٹھیک ہوں گی لیکن اس کے بعد اس کو اندھا کر دیا جائے گا اسی لئے تو وہ کہے گا اے پروردگار میں تو بینا تھا اب اندھا کیوں ہوگیا ہوں۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی کہ مالدار آدمی اگر حج نہ کرے تو اس کا انجام کیا ہوگا۔آپ نے فرمایا یہ انہی لوگوں میں سے ہوگا جن کے متعلق فرماتا ہے کہ ہم ان کو بروز قیامت اندھا محشور کریں گے۔المنبر

عالمِ برزخ

تفسیر برہان میں بروایت امالی شیخ ابو اسحاق ہمدانی سے مروی ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے مصر کی گورنری کے وقت محمد بن ابی بکر کو جو ہدایت نامہ لکھا تھا کہ اہل مصر کو سنائے اس میں یہ کلمات بھی تھے

اے اللہ کے بندو جس کی مغفرت نہ ہو اس کے لئے موت کے بعد معاملہ موت سے بھی سخت تر ہے۔قبر کی تنگی درشتی تاریکی اور تنہائی سے ڈرو اِنَّ الْقَبْرَ یَقُوْلُ کُلَّ یَوْمٍ اَنَا بَیْتُ الْغُرْبَۃِ اَنَا بَیْتُ التُّرَابِ۔اَنَا بَیْتُ الْوَحْشَۃِ اَنَا بَیْتُ الدُّوْدِ الْھَوَامِ ۔یعنی قبر ہر روز ندا دیتی ہے کہ میں تنہائی کا گھر ہوں۔میں مٹی کا گھر ہوں اور میں کیڑے مکوڑوں کا گھر ہوں وَالْقَبْرُ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ اَوْ حُفْرَۃٌ مِنْ حُفَرِ النَّارِ۔اور قبر یا تو جنّت کے باغات میں سے ایک باغ ہوگا اور یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہوگا اِنَّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ اِذَا دُفِنَ قَالَتْ لَہُ الْاَرْضُ مَرْحَبًا وَّ اَھْلًا قَدْ کُنْتَ مِمَّنْ اُحِبُّ اَنْ تَمْشِیْ عَلٰی

لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿۱۲۵﴾ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ

کیوں تو نے مجھے محشور کیا ہے اندھا حالانکہ میں بینا تھا فرمائے گا اسی طرح پہنچیں تیرے

اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾ وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ

پاس میری آیتیں تو تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج تو بھلایا جائے گا اور اسی طرح ہم جزا دیں گے

مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ

جو حد سے بڑھے اور ایمان لائے اپنے رب کی آیتوں پر اور البتہ آخرت کا عذاب

اَشَدُّ وَاَبْقٰى ﴿۱۲۷﴾ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ

سخت تر اور دیرپا ہوگا کیا ان کو عبرت حاصل نہ ہوئی کہ کس قدر ہم نے ہلاک کیا ان سے پہلے زمانوں

ظَهْرِيْ فَاِذَا وُلِّيْتُكَ فَسَتَعْلَمُ كَيْفَ صُنْعِيْ بِكَ فَيَتَّسِعُ لَهٗ مَدَّ الْبَصَرِ ۔ تحقیق مومن جب دفن ہوتا ہے تو زمین اُسے خوش آمدید اور مرحبا کہتی ہے اور یہ کہ تو جب میری پشت پر چلتا تھا مجھے پیارا لگتا تھا۔ اب جب کہ تو میری گود میں آپہنچا ہے تجھے پتہ چلے گا کہ میں تیرے ساتھ کونسا سلوک کرتی ہوں۔ پس حدنگاہ تک کھلی ہو جائے گی وَاِنَّ الْكَافِرَ اِذَا دُفِنَ قَالَتْ لَهُ الْاَرْضُ لَا مَرْحَبًا وَلَا اَهْلًا لَقَدْ كُنْتَ مِنْ اَبْغَضِ مَنْ يَمْشِيْ عَلٰى ظَهْرِيْ فَاِذَا وُلِّيْتُكَ نَسْتَعْلَمُ كَيْفَ صُنْعِيْ بِكَ فَتَضُمُّهٗ حَتّٰى تَلْتَقِيَ اَضْلَاعُهٗ اور تحقیق کافر جب دفن ہوتا ہے تو اس کو کہے گی نہ تیرے لئے مرحبا اور نہ خوش آمدید کیونکہ جب تو میری پشت چلتا تھا تو مجھے چلنے والوں میں سے مبغوض ترین معلوم ہوتا تھا اب تو میرے قبضہ میں آپہنچا ہے میں تجھے دکھاؤں گی کہ کیا کرتی ہوں پس اس کو اس طرح دبائے گی کہ اس کی پسلیاں چور چور ہو کر اکٹھی ہو جائیں گی اور فرمایا مَعِيْشَةً ضَنْكًا جو قرآن مجید میں مذکور ہے وہ عذاب قبر کے متعلق ہے کہ قبر میں کافر پہ ۹۹ سانپ مسلط کئے جائیں گے جو اس کا گوشت نوچیں گے اور ہڈیاں توڑ کھائیں گے اور قیامت تک اس کو اسی عذاب میں گرفتار رکھیں گے اور وہ سانپ ایسے ہوں گے کہ اگر ان میں سے ایک سانپ زمین کی طرف اپنی سانس نکالے تو عمر بھر اس سے کوئی انگوری پیدا نہ ہو سکے گی۔ اللہ کے بندو! تمہارے کمزور نفسوں اور نرم و نازک جسموں کے لئے جن کو معمولی گذران کافی ہے یہ عذاب ناقابل برداشت ہے پس اگر اپنے جسموں اور جانوں کو اس ناقابل برداشت اور غیر معمولی عذاب سے بچانا چاہتے ہو تو وہ عمل کرو جو اللہ کو پسند ہو اور ایسے اعمال سے بچو جو اس کو ناپسند ہوں۔

مَنْ اَسْرَفَ ۔ ہر بے راہ روی اور حد سے تجاوز کرنے پر اسراف بولا جاتا ہے۔

الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
کو یہ جایا کرتے تھے جہاں وہ رہتے تھے (شام کی طرف) تحقیق اس میں نشانیاں ہیں
لِّاُولِي النُّهٰى ﴿۱۲۸﴾ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ
صاحبان دانش کے لئے اور اگر پہلے بات نہ ہو چکی ہوتی اور اجل مقرر نہ
لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿۱۲۹﴾ فَاصْبِرْ عَلٰي مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ
کی جاتی توازمی تھا (ان پر فوری عذاب) پس برداشت کرو جو کہتے ہیں اور تسبیح کرو
بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَ
اپنے رب کی تعریف کی دن نکلنے سے پہلے اور غروب سے پہلے اور
مِنْ اٰنَاۗئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿۱۳۰﴾
رات کے وقتوں میں سے پس تسبیح کرو اور دن کے اطراف میں تاکہ خوشنود ہو

رکوع نمبر ۱۷

لَوْلَا كَلِمَةٌ ۔ یعنی اس کی حکمت اور مشیت کا فیصلہ ہے کہ کفار کو عذاب بروز محشر دیا جائے گا اور ان کی زندگی کے لئے ایک اجل یعنی میعاد مقرر کر دی گئی ہے ورنہ اگر یہ فیصلہ نہ ہوتا تو یہ لوگ فوری عذاب میں گرفتار کر لئے جاتے۔ بہرکیف اللہ کی طرف سے ان کی توبہ کے لئے وقت کو لمبا کر دیا گیا ہے اور کھلی مہلت دی گئی ہے تاکہ کسی وقت بھی انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے ضد و ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر توبہ کے ذریعے اس کے دامن رحمت سے تمسک کر سکیں اور یہ عذر نہ کریں کہ اگر زندگی طولانی ہوتی (ہمیں توبہ کرنے کا موقعہ مل جاتا پس تائب ہو جاتے۔

اَجَلٌ مُّسَمًّى ۔ اس کا عطف کلمۃٌ پر ہے۔

سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ ۔ آیت مجیدہ میں نماز کے اوقات کی نشاندہی کی گئی ہے۔ بعض روایات میں مطلق ذکر خدا مراد لیا گیا ہے سورج سے نکلنے سے پہلے نماز صبح کا وقت ہے اور غروب سے پیشتر نماز عصر اور اٰنَاۗئِ الَّيْلِ میں مغرب و عشا داخل ہیں اور اطراف النہار سے مراد نماز ظہر ہے کیونکہ وہ دن کے نصف اول کے آخری کنارہ کے ساتھ ہے اور دن کے دوسرے نصف کا پہلا کنارہ ہے اور اطراف جمع ہے طرف کی اور اس کا معنی ہے کنارہ۔

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِۦٓ أَزْوَٰجًا مِّنْهُمْ

اور نہ اٹھاؤ اپنی آنکھیں طرف اس کے جو ہم نے نفع دیا کئی لوگوں کو ان میں سے رونق کا دنیا کی

زَهْرَةَ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ

زندگی سے تاکہ ان کو آزمائیں اس میں اور تیرے رب کا رزق خوب تر

خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ﴿١٣١﴾ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِٱلصَّلَوٰةِ وَٱصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۖ

اور دیرپا ہے اور حکم دو اپنے اہل کو نماز کا اور ثابت رہو اس پر

لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُكَ ۗ وَٱلْعَٰقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ ﴿١٣٢﴾

ہم تم سے رزق نہیں مانگتے بلکہ ہم تجھے رزق دیتے ہیں اور انجام خیر تقویٰ والوں کے لئے ہے

اٰنَآءِ ۔ اِنْیٌ کی جمع ہے یعنی وقت ۔

لَعَلَّكَ ۔ یعنی دن کے ان اوقات میں اور کفار کے طعن و تشنیع پر صبر سے وقت گذار دو ۔ پس خدا دنیا و آخرت میں تجھ کو وہ انعام و اکرام عطا کرے گا کہ تم راضی ہو گے ۔

وَلَا تَمُدَّنَّ ۔ تفسیر مجمع البیان میں اس کا شانِ نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت رسالتمآبؐ کے پاس مہمان آیا تو آپ نے ابو رافع کو ایک یہودی کے پاس آٹے کی کچھ مقدار اُدھار پر خرید کر لانے کو بھیجا لیکن یہودی نے ادھار دینے سے انکار کر دیا ۔ پس آپ کو رنج ہوا ۔ اور فرمایا اگر وہ ادھار پر دے دیتا تو میں ضرور ادا کرتا کیونکہ میں زمین و آسمان میں امین ہوں پس اپنی زرہ گروی رکھ کر آٹا خریدا اور یہ آیت آپ کی تسلی اور تسکین قلب کے لئے اتری اور روایت میں ہے ۔ اگر اللہ کے نزدیک دنیا کی قیمت مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو ایک گھونٹ پانی بھی کسی کافر کو نصیب نہ ہوتا اور تفسیر صافی میں بروایت کافی امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ اپنے سے اونچے طبقہ کے لوگوں کی طرف نگاہ نہ اٹھائی کرو گویا مقصد یہ ہے کہ تسلی حاصل کرنے کے لئے اپنے سے نیچے طبقہ کے حالاتِ زندگی کا جائزہ لے کر شکر پروردگار ادا کیا کرو ۔

وَاْمُرْ اَهْلَكَ ۔ روایات میں ہے کہ عامۃ الناس کے علاوہ اہلبیت پیغمبر اس شرف سے بالخصوص مشرف ہیں ، کہ نبی علیہ السّلام کو اپنی اہلبیت کے لئے نماز کی پیغام رسانی کا الگ حکم ہوا ۔ اور اِصْطَبِرْ عَلَيْهَا کے لفظ سے نبی علیہ السّلام کو اس عمل پر برقرار رہنے کی دعوت بھی دی گئی ۔ چنانچہ آیت مجیدہ کے نازل ہونے کے بعد ہر نماز کے وقت میں آپ دردولت فاطمہ پر تشریف لاتے تھے اور الصّلوٰۃ کے لفظ سے باوازِ مناسب علی و بتول کو ندا دیتے تھے ۔ اور

وَقَالُوا لَوْلَا يَأْتِينَا بِآيَةٍ مِّن رَّبِّهِ ۚ أَوَلَمْ تَأْتِهِم

اور کہنے لگے کیوں نہیں لاتا کوئی نشانی اپنے رب سے کیا ان کے پاس نہیں پہنچی

بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ﴿١٣٣﴾ وَلَوْ أَنَّا أَهْلَكْنَاهُم

واضح حقیقت جو گذشتہ کتابوں میں ہے اور اگر ہم ان کو ہلاک کرتے

بِعَذَابٍ مِّن قَبْلِهِ لَقَالُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا

عذاب سے اس (اتمام حجت) سے پہلے تو کہتے اے رب کیوں نہیں بھیجا تو نے ہماری طرف کوئی رسول

فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ مِن قَبْلِ أَن نَّذِلَّ وَنَخْزَىٰ ﴿١٣٤﴾ قُلْ

تاکہ تیری آیات کی اتباع کرتے ذلیل و رسوا ہونے سے پہلے کہہ دو

كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوا ۖ فَسَتَعْلَمُونَ مَنْ أَصْحَابُ

ہر ایک منتظر ہے تم بھی انتظار کرو پس جان لوگے سیدھے راستے والے

الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدَىٰ ﴿١٣٥﴾ ع ۱۷

کون ہیں اور ہدایت یافتہ کون ہیں؟

اس کے بعد آیت تطہیر کی تلاوت کرتے تھے اور نو ماہ مسلسل آپ ایسا کرتے رہے اور قمی سے منقول ہے یہ مدینہ کی زندگی میں ہمیشہ کا وتیرہ رہا یہانتک کہ اللہ کو پیارے ہوگئے۔

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ امت پیغمبر نے اپنے پیغمبر کی تمام خواہشات و توقعات پر پانی پھیر دیا اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے جب زندان شام سے رہائی اور مدینہ میں واپسی کے بعد جو اہل مدینہ کو اپنا دردناک حال سنایا اس میں فرمایا اگر ہمارے نانا امت کو ہمارے ساتھ بدسلوکی کی وصیت کر جاتے تو امت اس سے زیادہ نہ کرتی۔ جو اب ہمارے ساتھ کر چکی ہے حالانکہ حضورؐ نے بار بار ہمارے ساتھ احسان اور حسن سلوک کی فرمائش کی تھی۔ اقتدار کی خواہش اور ہوس پرستی نے پیغمبر کے تمام احسانات فراموش کرادیئے جس دروازہ پر رسول کے قدم پہنچ کر رک جاتے تھے اور تازیست آیہ تطہیر کی تلاوت کا جس دروازہ کو شرف حاصل تھا اسی دروازہ پر لکڑیاں لائی گئیں اور جلانے کی دھمکی دی گئی اور یقین سمجھئے انہی لکڑیوں کا دھواں تھا جو کربلا کے ریگستان میں اہل بیت کے خیام سے بلند ہوا۔

وَقَالُوْا لَوْلَا - کفار قریش اور مشرکین مکہ نے یہ عادت بنالی تھی کہ جب بھی حضور ان کو پیغام خداوندی سناتے وہ اعجاز طلبی کی خواہش کو دہرا دیتے تھے اور بار بار معجزات دیکھنے کے بعد بھی ان کا تقاضا ختم نہ ہوا۔ کیونکہ جو معجزہ دیکھتے تھے اس کو جادو سے تعبیر کرلیتے تھے اور ایک نیا سوال پیدا کر کے عوام الناس کو گمراہی پر برقرار رکھنے کے لئے بہانے بناتے تھے خداوند کریم ان کے جواب میں ارشاد فرماتا ہے ان سے کہو گذشتہ اقوام کے حالات زندگی اور انبیاء سے ان کی اعجاز طلبی اور معجزہ مانگنے دیکھنے اور انکار کرنے بعد ان کی عذاب خدا میں گرفتاری کے قصے تو پڑھو اگر ان سے تم کو عبرت حاصل نہیں ہوسکتی تو ویسے بھی نہیں ہوسکتی نیز اگر معجزہ دکھایا گیا اور تم نے انکار کیا تو سابق امتوں کی طرح گرفتار عذاب ہوجاؤ گے اور بعض مفسرین کا خیال ہے کہ آیت مجیدہ میں ان کی اعجاز طلبی کی خواہش کا ذکر نہیں بلکہ انہوں نے حضورؐ کو لاجواب کرنے کے لئے خواہش کی تھی کہ تم ہم کو ڈراؤ نہیں بلکہ پچھلی امتوں کی طرح ہم پر عذاب خداوندی کو لے آؤ پس آیت میں ان کے اس سوال کا جواب ہے۔

لَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰا - آیت مجیدہ سے ظاہر ہے کہ خدا اتمام حجت کے بغیر کسی کو عذاب نہیں کرتا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی زمانہ حجت خدا سے خالی نہیں رہ سکتا ورنہ اتمام حجت نہ ہوسکے گی۔ پس رسالتمآبؐ کے بعد ہر زمانہ میں امام وقت حجت تھے اور اب امام آخرالزمان حجۃ العصر قائم آل محمدؐ عجل اللہ فرجہ علیہ السلام خدا کی جانب سے حجت خدا ہیں۔ جو ظاہری طور پر وہ غیبت میں ہیں اور ان کے فیوض سے دنیا باقی اور نظام کائنات جاری ہے جب دنیا جور و ظلم سے پُر ہوجائے گی تو وہ ظہور فرمائیں گے اور عدل و انصاف کا دنیا کو گہوارہ بنادیں گے۔ ہائے کس قدر پُرآشوب ہے یہ دور جس کو آنکھیں دیکھتی ہیں اور کس قدر پُرکیف و پُرسکون ہوگا وہ جس کو کان سنتے ہیں اور جس کے لئے دل بے تاب ہیں۔

اَللّٰهُمَّ عَجِّلْ فِیْ فَرَجِ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاجْعَلْنَا مِنْ
اَنْصَارِهٖ بِجَاهِ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ
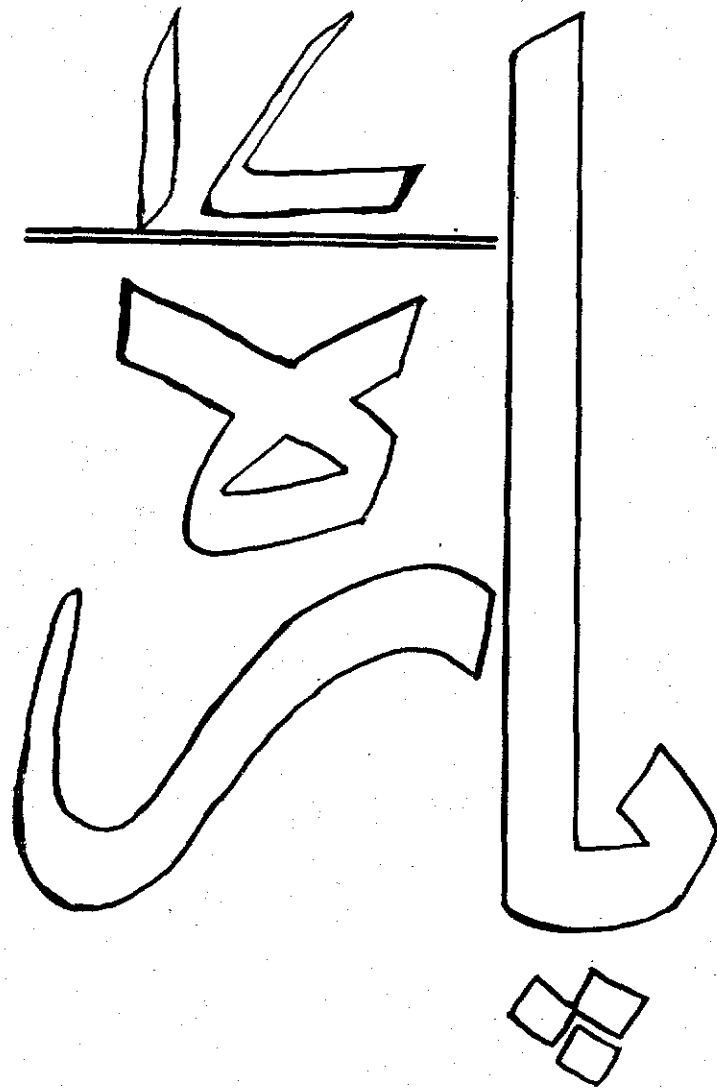
سُورَہ اَنبِیَاء

یہ سورہ مکیہ ہے اور اس کی آیات کی تعداد ایک سو بارہ ہے (بسم اللہ کے بغیر)

ابی بن کعب سے مروی ہے جو اس سورہ کی تلاوت کرے گا اس کا بروز محشر حساب آسان ہوگا اور جس قدر انبیاء کا قرآن میں ذکر موجود ہے وہ سب اس کا مصافحہ کریں گے (مجمع)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے جو اس سورہ مجیدہ کی محبت سے تلاوت کرے وہ جنت میں نبیوں کا ساتھی ہوگا اور لوگوں کے دلوں میں اس کا رعب ہوگا۔ (مجمع ۔ برہان)

جو شخص ہرن کی جھلی پر لکھ کر اس کو اپنی کمر پہ باندھ کر سوئے خواب میں خوش کن عجائبات دیکھے گا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جو ہرن کی جھلی پر لکھ کر اس کو اپنے سینہ پر رکھ کر سو جائے اس کی اس وقت تک نیند نہ کھلے گی جب تک وہ سینے سے نہ اٹھالی جائے۔

جس کو نکہ خوف یا مرض کی وجہ سے نیند نہ آتی ہو اس کو اپنی کمر سے باندھے باذن پروردگار شفا پائے گا (برہان)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ①

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ②

قریب ہے لوگوں کے لئے حساب اور وہ غفلت میں روگردانی کرنے والے ہیں

مَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ

نہیں آتا ان کے پاس ذکر اپنے رب سے نیا مگر اس کو سنتے

وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ③ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى

ہیں کھیل سمجھ کر غفلت میں ہیں ان کے دل اور ایک دوسرے سے سرگوشی

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اَفَتَاْتُوْنَ

کرتے ہیں وہ جو ظالم ہیں کہ نہیں ہے یہ مگر تم جیسا انسان کیا قبول کرتے ہو

السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ④ قٰلَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ

جادو کو حالانکہ تم جانتے ہو؟ آپ نے فرمایا میرا رب جانتا ہے ہر بات کو

رکوع نمبر ۱

اِقْتَرَبَ - قیامت کی آمد کو قریب کہا گیا ہے کیونکہ ہر جانے والی چیز دُور اور ہر آنے والی شی قریب ہوا کرتی ہے اور صیغۂ ماضی اس کے یقینی وقوع کو ظاہر کرتا ہے۔

مُحْدَثٍ - ذکر سے مراد قرآن اور محدث سے مراد نئے سے نیا یعنی سورت کے بعد سورت اور آیت کے بعد آیت تازہ بتازہ بھیجی جاتی ہے تاکہ نصیحت حاصل کریں اور محدث کا لفظ قرآن کے حادث ہونے کو بھی ثابت کرتا ہے پس قرآن کلام خدا اور اس کی مخلوق ہے قدیم نہیں ہے۔

اِسْتَمَعُوْهُ - یعنی یہ لوگ قرآن کو فکر تدبّر اور نصیحت کے لئے نہیں بلکہ لہو و لعب اور کھیل تماشہ سمجھ کر سنتے ہیں

اَسَرُّوا - بعض لوگ اسرار کو لغات اضداد میں سے شمار کرتے ہیں پس اس کا معنی اظہار و اخفا دونوں ہو سکتے ہیں۔

فِی السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ④ بَلْ قَالُوْٓا

آسمان اور زمین میں اور وہ سننے جاننے والا ہے بلکہ انہوں نے

اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚ فَلْيَاْتِنَا

کہا خواب کی باتیں ہیں بلکہ من گھڑت قصے ہیں بلکہ شاعرانہ تخیل ہے پس لائے ہمارے

بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ⑤ مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ

پاس معجزہ جس طرح بھیجے گئے پہلے (انبیاء) نہیں ایمان لائی ان سے پہلے کوئی بستی

قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ⑥ وَمَآ اَرْسَلْنَا

(جن کو منہ مانگا معجزہ دکھایا گیا) کہ ہم نے ان کو ہلاک کیا تو کیا ایمان لائیں گے؟ اور نہیں بھیجے ہم نے

قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَيْهِمْ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ

تجھ سے پہلے مگر آدمی جنہیں کی طرف ہم نے وحی کی پس سوال کرو اہل ذکر سے اگر

رسول اور بشر

اِلَّا بَشَرٌ ۔ کفار نبوت کے انکار میں دلیل ان کی بشریت کو پیش کرتے تھے ان کا یہ خیال تھا کہ جو بشر ہو وہ نبی یا رسول نہیں ہو سکتا جیسا کہ آج کل کے جہلا بھی بے سوچے سمجھے کہہ دیا کرتے ہیں کہ نبی بشر نہیں ہو سکتا۔ یہ بعینہ کفار مکہ بلکہ گذشتہ زمانہ کے منکرین انبیاء کا اگلا ہوا لقمہ ہے جو یہ چبا رہے ہیں۔

بَلْ قَالُوْٓا ۔ پہلے تو یہ کہا نبی بشر ہو نہیں سکتا اور یہ چونکہ بشر ہے لہذا نبی نہیں۔ باقی رہے ان کے معجزات اور خارق عادت امور تو ان کے انکار کا یہ عذر تراش لیا کہ یہ جادوگری ہے پھر اس اعراض کرتے ہوئے کہا نہیں بلکہ خواب کی باتیں ہیں پھر کہا نہیں بلکہ من گھڑت افسانے ہیں اور پھر کہا نہیں بلکہ شاعرانہ تخیلات ہیں گویا ان کا مضطرب اور متحیر دماغ کہیں سکون نہیں پکڑتا کیونکہ حضور کی نبوت کے انکار کرنے کے لئے یہ سب بہانے تھے ورنہ علمی میدان میں ان کے پائے استدلال لنگ اور زبان عقل گنگ تھی پس دروغ گو را بہانہ بسیار والی مثال تھی۔ ان کی ٹالنے کے لئے کہہ دیتے تھے گذشتہ انبیاء کی طرح کوئی معجزہ لاؤ اور ان کی معجزہ طلبی چونکہ قبول حق کے لئے نہیں تھی اس لئے معجزہ دکھانا ضروری نہیں سمجھا گیا۔

مَآ اٰمَنَتْ ۔ یعنی سالقہ امتوں کا یہ دستور رہا ہے کہ جس جس امت نے اپنا حسب منشا معجزہ طلب کیا اور معجزہ ظاہر ہونے کے بعد بھی انکار کیا تو گرفتار عذاب ہوئے۔ اب ان کی اعجاز طلبی بھی انہی جیسی ہے۔

مَآ اَرْسَلْنَا ۔ انہوں نے انکار کا بہانہ بشریت کو بنایا تو خدا ان کی تردید میں فرماتا ہے یہ ایک نہیں بلکہ اس سے پیشتر

إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۞ وَمَا جَعَلْنَٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُونَ

تم خود نہیں جانتے اور ہم نے نہیں بنایا ان کو ایسے جسم

الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَٰلِدِينَ ۞ ثُمَّ صَدَقْنَٰهُمُ الْوَعْدَ

کہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے پھر ہم نے سچا کیا وعدہ

فَأَنجَيْنَٰهُمْ وَمَن نَّشَاءُ وَأَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِينَ ۞ لَقَدْ

پس ان کو نجات دی اور جن کو چاہا اور ہلاک کیا ہم نے حد سے تجاوز کرنے والوں کو تحقیق ہم

أَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ كِتَٰبًا فِيهِ ذِكْرُكُمْ ۖ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۞ وَكَمْ

نے اتاری تم پر کتاب اس میں تمہاری نصیحت ہے کیا تم عقل نہیں رکھتے اور کس قدر

قَصَمْنَا مِن قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَأَنشَأْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا آخَرِينَ ۞

ہلاک کیا ہم نے بستیوں کو کہ وہ ظالم تھیں اور ہم نے پیدا کیا ان کے بعد دوسری قوم کو

جس قدر انبیاء ہم نے بھیجے ہیں سب بنی آدم اور انسان تھے اور ان کی طرف ہم وحی کرتے تھے ذرا پڑھے لکھے لوگوں سے دریافت تو کرلو۔ اور اُمت اسلامیہ میں اہل ذکر کی تاویل آل محمدؐ ہیں جس طرح کہ متعدد بلکہ متواتر روایات میں منقول ہے۔

وَمَا جَعَلْنَٰهُمْ۔ ان کا خیال تھا کہ جو نبی ہوتا ہے وہ کھانے پینے اور باقی لوازم بشریہ سے الگ ہوتا ہے خداوند کریم ان کے اس زعم باطل کی بھی تردید فرماتا ہے کہ ہم نے جس قدر انبیاء بھیجے ہیں وہ ایسے جسم نہیں تھے کہ کھاتے نہ ہوں نیز ان کا خیال تھا کہ وہ نبی ہوتا ہے جس پر موت نہ آئے تو خدا ان کی اس بات کی بھی تردید کرتا ہے کہ ہم نے نبیوں کو ہمیشہ زندہ رہنے والا نہیں بنایا بلکہ موت ان کے لئے بھی ہے۔ آج کل اکثر جہلا کفار مکہ اور مشرکین قریش کی طرح انبیاء کے متعلق ان جیسے نظریات رکھتے ہیں اور جو شخص قرآنی فیصلہ کے ماتحت ان کو بشر ماننے اور کھانا پینا و دیگر لوازم زندگی ان کے لئے ثابت کرے اور ان کی موت کا قائل ہو تو فوراً جاہل طبقہ ان کو وہابیت کے نام سے یاد کرنے لگتا ہے اور عوام کی پشت پناہی نہیں بلکہ قیادت ایسے گندم نما جو فروش علمائے سوء کے ہاتھ میں ہے جو اپنے لقمۂ تر کی خاطر اپنی چرب لسانی اور طراری سے قرآنی تعلیمات کو نظر انداز کرتے ہوئے سراسر غلط اور بے بنیاد عقائد کی ترویج کرتے ہیں وہ رقص منبری خوب جانتے ہیں پس عوام کو اپنے دام تزویر میں پھانس لینا ان کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے انہیں قرآن مجید کے مطالعہ کی توفیق حاصل نہیں ہوتی ورنہ شاید ان کا ذہن کبھی تو قرآنی تعلیمات کو قبول کر پاتا خدا کرے عوام قرآن کو اپنائیں اور اپنے عقائد

فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ⑫ لَا تَرْكُضُوْا

پس جب انہوں نے محسوس کیا ہمارا عذاب تو وہ اس سے دوڑنے لگے (ہم نے کہا) نہ دوڑو

وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ⑬

اور واپس جاؤ جہاں تم نعمتیں دیے گئے اور اپنے گھروں کو تاکہ تم سے سوال کیا جائے

قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ⑭ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ

کہنے لگے ہائے افسوس ہم ظلم کرنے والے تھے پس یہی ان کی بات رہی

حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ⑮ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ

یہاں تک کہ کردیا ہم نے ان کو کٹا ہوا بےحس اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمان و

وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ○ لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ

زمین کو اور جو ان میں ہے کھیل کرتے ہوئے اگر ہم بیوی بچے بنانا چاہتے تو ہم اپنے پاس بنا لیتے اگر ہم کرنے

کو قرآنی براہین کے زیر سایہ درست کرنے کی سعادت حاصل کریں۔

رکوع نمبر ۲

فَلَمَّآ اَحَسُّوْا - یعنی جب انہوں نے محسوس کیا کہ اب ہم گرفتار عذاب ہونے والے ہیں تو انہوں نے بھاگنے دوڑنے کی کوشش کی لیکن ان کو موقعہ نہ دیا گیا بلکہ ازراہ استہزاء کہا گیا کہ کہاں جاتے ہو تم اپنے نعمت سرا اور دولت کدہ کی طرف جاؤ کہ تم سے مانگت لوگ گداگری کے لئے حاضر ہوں۔ یا نبی و رسول دین و ایمان کی خواہش لے کر تم سے اسلام کے قبول کرنے کا سوال کریں اور ممکن بلکہ قرین عقل ہے کہ لَعَلَّ نتیجہ کے لئے ہو۔ یعنی آخر کار تم سے ان نعمات خداوندی کے متعلق سوال کیا جائے گا کہ ان کا استعمال کس طرح کیا تھا

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ علاقہ یمن میں خدا نے ایک نبی مبعوث فرمایا تھا جس کا نام حنظلہ تھا اور یہ حضرت عیسیٰ کے بعد کا واقعہ ہے پس لوگوں نے اس کو قتل کر دیا۔ خداوند کریم نے ان پر قتل کا عذاب نازل کیا کہ بخت نصر نے ان پر چڑھائی کی اس نے ان کے مردوں کا قتل عام کیا اور عورتوں و بچوں کو اسیر بنا لیا جب یہ لوگ ظلم سے ڈر کر بھاگتے تھے تو فرشتے ان کو پھر واپس لے آتے تھے حتٰی کہ ان کا صفایا کر دیا گیا۔

مِنْ لَّدُنَّآ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۱۷﴾ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى

بلکہ ہم مارتے ہیں سچی دلیل کو ... ہوتے ... کرنے والے

الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ؕ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا

باطل پر پس وہ اس پر غالب آتی ہے پس وہ ہلاک ہو جاتا ہے اور تم پر ویل ہو اس سے جو تم

تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَنْ عِنْدَهٗ

باتیں کرتے ہو اور اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جو اس کے پاس ہیں

لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ يُسَبِّحُوْنَ

نہیں تکبر کرتے اس کی عبادت سے اور نہ تھکتے ہیں تسبیح کرتے ہیں

الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ﴿۲۱﴾

شب و روز کہ نہیں سستی کرتے کیا انہوں نے بنالئے خدا زمین سے کہ وہی زندہ کریں گے ؟

لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۲۲﴾

اگر ہوتے ان میں خدا سوائے اللہ کے تو دونو (آسمان و زمین) فاسد ہو جاتے پاک ہے اللہ جو عرش کا رب ہے اس سے جو وہ کہتے ہیں

تفسیر برہان میں متعدد روایات موجود ہیں جن کا مقصد یہ ہے کہ ان آیات کی تاویل حضرت قائم آل محمدؑ کے زمانہ میں ظاہر ہوگی اور ممکن ہے تنزیل کا مصداق یہ درست ہو اور تاویل کا مصداق آنے والا زمانہ ہو جب کہ حضرت قائم سریر آرائے مملکت ہوں گے اَللّٰھُمَّ عَجِّلْ فَرَجَہٗ ۔

خٰمِدِيْنَ ۔ (ص ۲۱۸) یعنی آگ کے بجھ جانے کے بعد جس طرح اس کے شعلے خاموش ہو جاتے ہیں اسی طرح ان لوگوں کو چلنے پھرنے کے بعد گرفتار عذاب کر لیا گیا اور وہ کٹ کر آرام سے زمین پر موت کی نیند سو گئے اور بالکل ختم کر دیئے گئے

لَهْوًا ۔ اس کا اصل استعمال مجامعت کے لئے ہے لیکن اس مقام پر بیوی اور بچوں سے کنایہ لیا گیا ہے ۔ کفّار چونکہ اللہ کی طرف زوجہ اور ولد کی نسبت دیتے تھے تو خداوند کریم نے ان آیات میں متعدد وجوہ سے ان کی تردید فرمائی۔ (۱) اگر ہم نے بیوی بچے رکھنے ہوتے تو اپنے پاس رکھتے کہ تم کو ان کا علم بھی نہ ہو سکتا زمین والوں کو کیوں اختیار کرتے یہ یہود و نصاریٰ کی تردید ہے جنہوں نے حضرت عزیر اور حضرت عیسےٰ کو خدا کا بیٹا کہنے کی جسارت کی ۔ (۲) ہم ادلّہ حق

لَا یُسْـَٔلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَ ھُمْ یُسْـَٔلُوْنَ ﴿۲۳﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ

اس سے باز پرس نہیں کی جائیگی جو وہ کرے اور وہ باز پرس کئے جائیں گے کیا انہوں نے بنا لئے اس کے

دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِیَ

علاوہ خدا کہہ دیجئے لاؤ اپنی دلیلیں یہ ذکر ہے میرے ساتھ والوں کا

کی طاقت باطل کو توڑتے اور اس کا منہ موڑتے ہیں تو لہو و لہب کو ہم اپنے لئے کیوں اختیار کریں جو باطل ہے (۳) آسمان و زمین کی مخلوق سب اللہ کی مملوک ہے اور جو بیٹا ہو وہ مملوک نہیں ہوتا پس انبیاء و ملائکہ اس کے عاجز بندے ہیں۔ نہ کہ اولاد (۴) جن کو تم لوگ اللہ کی اولاد خیال کرتے ہو وہ سب اس کے عبادت گذار بندے ہیں اور شب و روز اس کی بارگاہ میں سربسجود اور اس کی تسبیح و تقدیس میں رطب اللسان ہیں۔

توحید باری

لَوْ كَانَ ۔ علامہ طبرسی نے فرمایا ہے کہ یہ دلیل ہے جس پر متکلمین نے مسئلہ توحید کی بنیاد قائم کی ہے کہ اگر خدا کے علاوہ کوئی اور خدا ہو تو قدیم ہونے میں دونو برابر ہوں گے کیونکہ اگر ایک قدیم ہو اور دوسرا حادث ہو تو خدا صرف وہی ہوگا جو قدیم ہوگا۔ پس جب دونو قدیم ہوں گے تو قادر بھی ہوں گے کیونکہ عاجز خدا نہیں ہو سکتا پس ممکن ہوگا کہ ایک کا ارادہ دوسرے کے خلاف ہو تو ایسی صورت میں یا تو دونو کا ارادہ پورا نہ ہو سکے گا تو نظام کائنات ختم ہوگا یا دونو کا ارادہ پورا ہوگا تو اجتماع ضدین و متنافیین لازم آئے گا یا ایک کا ارادہ پورا ہوگا تو خدا وہی ایک رہے گا جس کا ارادہ پورا ہو بہرکیف ہر ایک کی قدرت دوسرے کے امور میں رکاوٹ پیدا کر سکے گی اور چونکہ رکاوٹ نہیں ہے معلوم ہوا کہ خدا صرف ایک ہے

کافی سے منقول ہے امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک زندیق یعنی ملحد کو مسئلہ توحید اس طرح ذہن نشین کرایا تھا کہ یا دونو قوی ہوں گے یا ایک قوی اور دوسرا کمزور ہوگا پس خدا صرف وہی ہوگا جو قوی ہوگا اور دونو کے قوی ہونے کی صورت میں ہر ایک دوسرے کو اپنے راستہ سے ہٹانے کی کوشش کرتا اور یقیناً نظام زمین و آسمان درہم برہم ہو جاتا۔ پس آسمان و زمین کے نظام کا پوری تدبیر اور حسن سے چلتا رہنا اور تمانع کا نہ ہونا خدا کے ایک ہونے کی دلیل ہے۔ نیز آپ نے فرمایا کہ اگر دو ہوں تو ان کے درمیان کی حدّ فاصل کو تیسرا قدیم ماننا پڑے گا اور اگر تین ہوں تو درمیانی دو حدّ فاصل مل کر پانچ قدیم بن جائیں گے اور یہ سلسلہ غیر متناہی ہو جائے گا۔ پس ثابت ہوا کہ خدا صرف ایک ہے اور اس کو دلیل تمانع کہا جاتا ہے۔

ذِكْرُ مَنْ مَّعِیَ ۔ یعنی توحید پروردگار کے متعلق میرا میرے ساتھیوں کا اور گذشتہ انبیاء کا نظریہ یہی ہے جو بیان ہو چکا ہے۔

قَالُوْا ۔ کفار قریش کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ خداوند کریم ان کی تردید فرماتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ وہ میری مخلوق اور عبادت گذار بندے ہیں وہ میرے امر کی تعمیل سے ذرہ بھر کوتاہی نہیں کرتے اولاد بنانے کی دد

وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِي ۗ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ

اور ذکر ہے پہلے والوں کا بلکہ ان کے اکثر نہیں جانتے حق کو پس وہ روگردانی

مُّعْرِضُونَ ﴿۲۴﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي

کرتے ہیں اور ہم نے نہیں بھیجا تجھ سے پہلے کوئی رسول مگر یہ کہ

إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ﴿۲۵﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ

اس کی طرف وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں لہذا میری ہی عبادت کرو اور انہوں نے کہا کہ

الرَّحْمَٰنُ وَلَدًا ۗ سُبْحَانَهُ ۚ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ ﴿۲۶﴾ لَا يَسْبِقُونَهُ

بنایا خدا نے بیٹا وہ پاک ہے (وہ بیٹے نہیں) بلکہ عزت دار بندے ہیں نہیں سبقت کرتے

بِالْقَوْلِ وَهُم بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ ﴿۲۷﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ

اس سے بات میں اور وہ اس کے امر کے مطابق عمل کرتے ہیں وہ جانتا ہے ان کے سامنے

وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُونَ ۙ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ وَهُم مِّنْ خَشْيَتِهِ

اور ان کے پیچھے اور نہیں شفاعت کرتے مگر جس کے متعلق وہ راضی ہو (اللہ) اور وہ اس کے رُعب سے

صورتیں ہیں (۱) تناسل کے ذریعے سے اور یہ اللہ کے لئے محال ہے کیونکہ اس صورت میں تغیّر اور تجسم لازم آتا ہے اور خدا اس سے پاک و منزہ ہے (۲) متبنّٰی کی صورت میں اور یہ بھی خدا کے لئے ناجائز ہے کیونکہ متبنّٰی درحقیقت ابن یعنی حقیقی اولاد کے قائم مقام ہوتا ہے۔ جب اس کے لئے اصل ممکن نہیں تو قائم مقام کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔

إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ - یعنی بروز محشر ان لوگوں کے حق میں شفاعت کی جا سکے گی جن کے متعلق اللہ کی رضامندی ہوگی

وَمَن يَقُلْ - یعنی فرشتوں میں سے بھی اگر کوئی خدا ہونے کا دعویٰ کرے تو خدا اس کو بھی دوزخ میں ڈالے گا۔

تنبیہ - خداوند کریم نے ان آیات مجیدہ میں اپنی توحید اور نفی شریک کی جو مدلل وضاحت فرمائی ہے منصف طبائع کے اطمینان کے لئے کافی و وافی ہے۔ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ - کا زبانی قول کافی نہیں جب تک الٰہ کے معنی میں شرکتِ غیر کی پوری طرح نفی نہ کی جائے۔ جو لوگ محمدؐ و آل محمدؐ علیہم السلام کو خالق رازق محیی و ممیت مانتے ہیں۔ وہ الوہیت میں ان کو خدا کا شریک قرار دیتے ہیں چنانچہ ہم نے اپنی کتاب لمعۃ الانوار میں اس کی مزید وضاحت کی ہے

مُشۡفِقُوۡنَ ﴿۲۸﴾ وَمَنۡ يَّقُلۡ مِنۡهُمۡ اِنِّيۡۤ اِلٰهٌ مِّنۡ دُوۡنِهٖ

خوفزدہ ہیں اور جو کہے ان میں سے کہ میں معبود ہوں اس کے سوا تو اس کو

فَذٰلِكَ نَجۡزِيۡهِ جَهَنَّمَ‌ؕ كَذٰلِكَ نَجۡزِى الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۲۹﴾

ہم جہنم کی سزا دیں گے اور ظالموں کو ہم ایسی سزا دیتے ہیں

اَوَلَمۡ يَرَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ كَانَتَا

کیا نہیں دیکھا ان لوگوں نے جو کافر ہیں کہ تحقیق آسمان و زمین سخت (بے مسام) تھے

رَتۡقًا فَفَتَقۡنٰهُمَا‌ؕ وَجَعَلۡنَا مِنَ الۡمَآءِ كُلَّ شَىۡءٍ حَىٍّ‌ؕ اَفَلَا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۳۰﴾ وَ

پس ہم نے ان کو نرم (مسام دار) بنایا اور بنایا ہم نے پانی سے ہر زندہ شی کو کیا وہ ایمان نہیں لاتے اور

جَعَلۡنَا فِى الۡاَرۡضِ رَوَاسِىَ اَنۡ تَمِيۡدَ بِهِمۡ وَجَعَلۡنَا فِيۡهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمۡ يَهۡتَدُوۡنَ ﴿۳۱﴾

بنایا ہم نے زمین میں پہاڑوں کو کہ ان کے ساتھ حرکت نہ کرے اور بنائے ہم نے ان میں درّے راستے تاکہ وہ صحیح راستہ پا سکیں

وَجَعَلۡنَا السَّمَآءَ سَقۡفًا مَّحۡفُوۡظًا ۖۚ وَّهُمۡ عَنۡ اٰيٰتِهَا مُعۡرِضُوۡنَ ﴿۳۲﴾

اور بنایا ہم نے آسمان کو محفوظ چھت حالانکہ وہ اس کی نشانیوں سے اعراض کرتے ہیں

پس یہ اعتقاد صحیح ہے کہ محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام اللہ کے عبادت گذار بندے اور تمام کائنات سے افضل و برتر مخلوق ہے

رکوع نمبر ۳

کَانَتَا رَتۡقًا۔ تفسیر مجمع البیان میں امام محمد باقر علیہ السلام و امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آسمان و زمین میں کوئی سوراخ و مسام نہ تھا کہ آسمان سے بارش برسے یا زمین سے کوئی انگوری پیدا ہو سکے۔ پس اللہ نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمتِ شاملہ سے انسانوں کی نفع رسانی کے لئے آسمان کو بارش کے قابل اور زمین کو اگانے کے لائق بنایا۔ یعنی سرسری طور پر دیکھنے سے آسمان و زمین ٹھوس قسم کے جسم دکھائی دیتے ہیں لیکن اللہ کی حسن صنعت کے کرشمے ہیں کہ ان کو اس قسم کے مسام عطا فرمائے کہ ظاہری اتصال بھی باقی ہے اور بارش و سبزی و شادابی کا سلسلہ بھی جاری و ساری ہے۔ تفسیر صافی میں کافی سے مروی ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ پہلے

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ط

وہ وہ ہے جس نے پیدا کیا رات اور دن کو اور چاند کو

كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ۞ ۳۳ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ

ہر ایک آسمان میں سیر کرتے ہیں اور نہیں مقرر کیا ہم نے کسی انسان کے لئے تجھ سے پہلے ہمیشہ

نہ آسمان سے مینہ برستا تھا اور نہ زمین سے کوئی سبزی اگتی تھی۔ پس جب حضرت آدم کی توبہ قبول ہوئی اور وہ زمین پر آباد ہوئے تو مینہ کا برسنا شروع ہوا۔ اور زمین سے انگوریوں کی پیداوار کا سلسلہ جاری ہوا۔

فِجَاجًا۔ فج کی جمع ہے یعنی اس میں راستے پیدا کر دیئے تاکہ لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ تک آسانی سے منتقل ہو سکیں اور سیر و تفریح کو مناظر قدرت میں غور کرنے کے لئے آسان کر دیا تاکہ ہدایت پاتے میں سہولت ہو۔ پس سُبُلًا ترکیب کے لحاظ سے فجاجًا کا بدل ہے۔

مَحْفُوظًا۔ یعنی آسمان کو ایسی چھت بنایا کہ وہ بوسیدہ ہونے اور گرنے کے خطرہ سے محفوظ ہے۔

تنبیہ ۔ ان آیاتِ مجیدہ میں پروردگار نے مناظر قدرت میں غور کرنے کی دعوت دی ہے۔

(۱) ظاہری اتصال کے باوجود آسمان کو بارش کے قابل بنایا (۲) زمین کو سبزیوں کے اگانے کے لائق بنایا (۳) پانی سے ہر شئے کی زندگی مقرر کی (۴) زمین کو حرکت سے بچانے کے لئے اس میں پہاڑ نصب کر دیئے۔ (۵) آمد و رفت کی سہولتوں کے لئے پہاڑوں میں راستے پیدا کئے (۶) آسمان کو محفوظ چھت قرار دیا (۷) رات کو سکون کے لئے (۸) دن کو کاروبار کی خاطر (۹) سورج کو روشنی گرمی اور متعدد فوائد کے لئے (۱۰) چاند کو چاندنی اور دیگر متعدد اغراض کے لئے خلق فرمایا۔ ان تمام چیزوں میں غور و خوض اور فکر و تدبر خالق یکتا کی حُسن صنعت اور وحدتِ وجود کے موثر داعی و محرک ہیں۔

افلاک ہم ایام طالب علمی میں افلاک کا معنی کچھ اور سمجھتے تھے لیکن تحقیق و تدقیق نے ہمیں کچھ اور سمجھنے پر مجبور کر دیا۔ علم ہیئت والوں نے اس بارے میں جو معلومات فراہم کئے ہیں کہ کلیہ افلاک کی تعداد نو ہے اور جزئی افلاک کو ملا کر کل تعداد چوراسی بنتی ہے اور یہ کہ ان میں خرق والتیام محال ہے وغیرہ۔ متاخرین نے جو کچھ متقدمین سے نقل کیا طلب دلیل کے بغیر اس کو من وعن تسلیم کرتے چلے گئے اور اسی کورانہ تقلید نے مسئلہ معراج پیغمبر کو بھی ایک عقدہ لاینحل بنایا ہوا تھا۔ جدید تحقیقات نے جہاں آسمانوں کے خرق والتیام کے مسئلہ کو باطل کر دیا ہے وہاں ان کی جرمیت اور موٹائی کے بے سروپا مسلمات کو بھی مضحکہ خیز تصور قرار دیا ہے۔ تسخیر کائنات کے روز افزوں تجربات اور ترقی یافتہ ممالک کی طرف سے آسمانی بلندیوں کو پیر کرنے والے راکٹوں کا سلسلہ ہر حساس ذہن کے لئے دعوت فکر ہے نیز قرآن مجید میں شمس اور قمر کے متعلق ارشاد باری كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ۔ ہیئت دانوں کے بے دلیل مسلک کو کورانہ تقلید سے اپنانے والوں کے

اَفَائِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿۳۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ

رہنا کیا اگر تو مرجائے تو وہ ہمیشہ رہیں گے ؟ ہر نفس چکھنے والا ہے موت کو

وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۵﴾

اور ہم تم کو مبتلا کرتے ہیں دکھ اور سکھ میں آزمائش کیلئے اور ہماری طرف تم پلٹائے جاؤ گے

لئے تازیانہ عبرت ہے کیونکہ ہیئت دانوں کے خیال میں افلاک گردش کرتے ہیں۔ اور سورج اور چاند اپنے اپنے فلک میں ایک جگہ گڑے اور پھنسے ہوئے ہیں پس وہ اپنی متعیّنہ جگہ کو کسی وقت بھی نہیں چھوڑ سکتے۔ قرآن کریم کی آیت متذکرہ بالا اس نظریئے کی کھلے لفظوں میں تردید کر رہی ہے کہ فلک نہیں بلکہ چاند و سورج اپنے افلاک میں گردش کرتے ہیں۔ پس آسمان جہت علو کی تعبیر ہے اور اسی جہت سے بارش نازل ہوتی ہے یعنی جس کو دیکھنے والے ایک ٹھوس اور بے مسام جسم سمجھتے ہیں اللہ نے اسے بارش برسانے کے قابل بنایا ہے اور بلندی کی جہت میں وہ متعیّنہ دائرہ جس پر کوئی جرم سماوی گردش کرتا ہے وہ اس کا فلک ہے۔ پس شمس و قمر کے افلاک وہ دائرے ہیں جن پر ان کی گردش ہوا کرتی ہے۔ پس اس لحاظ سے ہر آسمانی ستارہ کا فلک اس کا دائرہ گردش ہے اور چونکہ مشہور سیارے سات ہیں۔ لہذا مقصد کو اذہان کے قریب کرنے کے لئے آسمانوں کی تعداد سات بتائی گئی ہے۔ ہم نے اپنی کتاب لمعۃ الانوار میں بھی اس موضوع پر بحث کی ہے۔

ذکر موت

نَبْلُوْكُمْ۔ آیت مجیدہ میں خداوند عالم نے ہر انسان کو خوابِ غفلت سے جگانے کے لئے موت کی آمد سے خبردار کیا ہے تاکہ کفّار موت کے ذکر کی بدولت کفر کو چھوڑ کر اسلام کے حلقہ بگوش ہو جائیں اور مسلمان کہلانے والے موت کی فکر سے ہر اس فعل سے بچ جائیں جو مبغوض پروردگار ہے اور ہر نیکی سے آراستہ ہونے کی کوشش کریں تاکہ موت سے ہم آغوش ہونے کے بعد ابدی زندگی کی کامیابی ان کو حاصل ہو سکے اور دنیا میں دکھ اور سکھ کے ذائقے چکھا کر ایک طرف اُن کے ایمان اور ثباتِ قدم کا امتحان لیتا ہے اور دوسری طرف اخروی زندگی کا ادنیٰ نمونہ پیش کرتا ہے تاکہ اس دوزخ سے بچ جائیں جو بالکل دُکھ ہی دُکھ کا گھر ہے اور جنّت کی تحصیل کے لئے اعمالِ حسنہ بجا لائیں جو آرام ہی آرام کا مقام ہے اور یہ مسلّمات میں سے ہے کہ دوزخ کا معمولی عذاب بھی دنیا کی سخت ترین تکلیف کے مقابلہ میں سخت ہے اور جنّت کا معمولی درجے کا آرام بھی دنیا کی تمام نعمات سے افضل و اکمل ہے پس اللہ نے دنیا میں ہر دو نمونے آخرت کی فکر کو تیز کرنے کے لئے پیش کئے ہیں۔

تفسیر برہان میں منقول ہے ایک دفعہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام ایک جنازہ کے ہمراہ بغرض تشیع جا رہے تھے کہ ایک آدمی کے ہنسنے کی آواز سنی آپ نے فرمایا کیا موت دوسروں کے لئے ہی ہے ؟ اور کیا حق کا قبول کرنا ہمارے غیروں پر واجب ہے ؟ اور جس کی تشیع ہم لوگ کر رہے ہیں کیا یہ ایسے مسافر ہیں کہ پلٹ کر آجائیں گے ؟ اب ان کے گھر

وَ اِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ

اور جب تجھے دیکھتے ہیں کافر لوگ تو نہیں بناتے تجھے مگر مسخری کا محل (دیکھتے ہیں)

اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ

کیا یہ وہی ہے جو گت بناتا ہے تمہارے خداؤں کی حالانکہ وہ اللہ کے ذکر کے

هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۶﴾ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ؕ سَاُورِيْكُمْ

منکر ہیں انسان کو پیدا کیا گیا جلد باز میں تمہیں اپنی نشانیاں (عذاب)

ان کی قبریں ہیں اور ہم لوگ ان کی میراث کے مالک ہیں کیا ہم ان کے بعد ہمیشہ زندہ رہیں گے ؟ کہ ہم نے ہر نصیحت بھلا دی ہے ۔ اس شخص کے لئے طوبیٰ ہے جس کو اپنا عیب دوسرے لوگوں کے عیوب سے غافل کردے ۔ بغیر ذلت کے تواضع اختیار کرے ۔ دانش مند لوگوں کی صحبت میں رہے ۔ تواضع پسند اور مسکین طبقہ کا ہمنوا ہو اور اپنی حلال کمائی کو راہ خدا میں خرچ کرے ۔ اے لوگو! اس شخص کے لئے طوبیٰ ہے جس کا نفس مطیع ہو ۔ کمائی پاکیزہ ہو ۔ باطن صاف ہو ۔ خلق اچھا ہو ۔ اپنے زائد مال کو خرچ کرتا ہو ۔ اپنے زائد کلام کو اپنے اندر محفوظ کر لیتا ہو ۔ لوگوں سے اپنے شر کو روکتا ہو ۔ اور سنت کے اندر اندر رہ کر بدعات کی طرف نہ بڑھتا ہو ۔ اے لوگو ۔ اس شخص کے لئے طوبیٰ ہے جو اپنے گھر میں آرام سے بیٹھ جائے اپنے گھر کی خشک روٹی پر گذارہ کرے اپنے گناہوں کو یاد کر کے گریہ کرے اور اپنے نفس کو تکلیف میں رکھے لیکن لوگ اس سے تکلیف نہ پائیں بلکہ راحت پائیں ۔

وَاِذَا رَاٰكَ ۔ مقصد یہ ہے کہ کافر لوگ جب بھی حضور کو دیکھتے تھے تو آپ سے تمسخر کرتے تھے تاکہ لوگوں کے دلوں سے آپ کا وقار جاتا رہے ۔ پس ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ یہ وہی ہے جو ہمارے خداؤں کو برائی سے یاد کرتا ہے اور ان کی گت بناتا ہے ۔

خُلِقَ الْاِنْسَانُ ۔ انسان سے مراد آدم ہے اور اس کی جلدی سے پیدائش کا مقصد یہ ہے کہ نطفہ علقہ اور مضغہ کی تدریجی تبدیلیوں کے بغیر ایک ہی دفعہ اس کو پورا انسان پیدا کر دیا گیا اور بعضوں نے یہ مقصد بیان کیا ہے کہ جلد بازی کو انسانی خلقت اور فطرت میں داخل کر دیا گیا ہے ۔ چنانچہ حضرت آدم کو جب پیدا کیا گیا تو بروایت قمی اس کے قدموں میں روح کو جاری کیا گیا ۔ پس فوراً انہوں نے اٹھنے کی کوشش کی اور نہ اٹھ سکے اور اسی قسم کی روایت تفسیر مجمع البیان میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی مروی ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ عجل کا معنی مٹی ہے یعنی انسان کو مٹی سے پیدا کیا گیا سَاُورِيْكُمْ ۔ کفار بار بار حضور سے کہتے تھے کہ جس عذاب کا وعدہ کرتے ہو لے آؤ ۔ پس خدا فرماتا ہے کہ جلد بازی نہ کرو

اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۳۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ

دکھاؤں گا پس جلدی نہ کرو اور وہ کہتے ہیں کب کے لئے ہے یہ وعدہ اگر

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ

تم سچے ہو؟ اگر جانتے ہوتے کافر اس وقت کو جب نہ بچا

عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۳۹﴾

سکیں گے اپنے چہروں کو آگ سے اور نہ اپنی پشتوں کو اور نہ وہ مدد کئے جائیں گے

بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا

بلکہ آئے گی ان پر اچانک پس ان کو ششدر کر دے گی پس نہ اس کو رد کر سکیں گے اور نہ

هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۴۰﴾ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ

مہلت دیئے جائیں گے اور تحقیق مسخری کی گئی تجھ سے پہلے رسولوں کے ساتھ پس اترا مسخری

فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۱﴾ ع ۳

کرنے والوں پر ان میں سے وبال اس کا جو مسخری کرتے تھے

قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ؕ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ

کہہ دو کون بچاتا ہے تم کو رات اور دن میں خدائی عذاب سے؟ بلکہ یہ تو اپنے رب کے ذکر

میں تمہیں اپنے عذاب کی نشانیاں بھی دکھاؤں

وَلَقَدِ ۔ حضور کو تسلی دی گئی ہے کہ گھبرائیے نہیں سابق انبیاء کے ساتھ بھی اپنی امتوں کا یہی وتیرہ رہا ہے۔

رکوع نمبر ۴

قُلْ مَنْ ۔ یعنی اگر تم کو خدا گرفتار عذاب کرنا چاہے تو کون تمہیں اس کی گرفت سے بچا سکتا ہے۔ یا یہ کہ زمین و آسمان کے روزمرہ کے تغیرات اور شب و روز کے انقلابات میں کون ہے اللہ کے سوا جو تم کو باحفاظت رکھے ہوئے ہے؟

رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ط

سے اعراض کرنے والے ہیں کیا ان کے خدا ان کو بچاتے ہیں ہم سے ؟

لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ﴿۴۳﴾

وہ تو نہیں کر سکتے مدد اپنے نفسوں کی اور نہ وہ ہماری گرفت سے ساتھ دیئے جاتے ہیں

بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ط اَفَلَا

بلکہ ہم ہی نے ان کو اور ان کے بزرگوں کو زندگی دی یہاں تک کہ ان کی عمریں لمبی ہوئیں تو کیا

يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِى الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ط اَفَهُمُ

دیکھتے نہیں ہم زمین کے کناروں کو کم کرتے رہتے ہیں پس کیا وہ

الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾ قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ صلے وَلَا يَسْمَعُ

غالب ہوں گے کہہ دو میں تم کو وحی کے ذریعے سے ڈراتا ہوں اور بہرے

الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ

لوگ نہیں بات سنتے جب ڈرائے جائیں اور اگر ان کو چھولے ایک جھونکا

اَمْ لَهُمْ ۔ یعنی کیا ان کے منہ بولے خدا ان کو ہماری گرفت سے بچا سکتے ہیں یا یہ کہ کیا ان کے بنائے ہوئے خدا ان کو اپنی پناہ میں لئے ہوئے ہیں ۔ ہمارے بغیر جو اپنی مدد آپ بھی نہیں کر پاتے اور نہ ان کو ہماری گرفت سے بچانے کے لئے کوئی ساتھی دستیاب ہو سکتا ہے ۔

بَلْ مَتَّعْنَا ۔ یعنی ان کو اور ان کے بزرگوں کو لمبی لمبی زندگیاں ہم نے ہی دی ہیں تو کیا وہ اپنی طول حیات پر اتراتے ہیں حالانکہ ہم زمین کے کناروں کو گھٹاتے رہتے ہیں ۔ یعنی اس کے آباد کاروں میں سے بعض کو موت دے دیتے ہیں ۔ یا یہ کہ ان کے بڑے بڑوں کو موت کا جام پلا دیتے ہیں یا یہ کہ ان کے علماء کو اٹھا لیتے ہیں اور مقصد یہ ہے کہ جس طرح ہم نے پہلی بار ان کو زندگی بخشی ہے ان کو مارنے پر بھی قادر ہیں ۔

وَلَا يَسْمَعُ ۔ جو لوگ نصیحت کو سن کر اس پر عمل نہیں کرتے ان کو پروردگار نے بہرہ کہا ہے یعنی آپ وحی کے ذریعے سے ان کو انذار کرتے ہیں لیکن یہ بہرے سن نہیں پاتے ۔

مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُولُنَّ يٰوَيْلَنَآ إِنَّا كُنَّا ظٰلِمِينَ ﴿۴۶﴾

تیرے رب کے عذاب کا تو کہنے لگتے ہیں ہائے ہم ظلم کرنے والے ہیں

وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ

اور ہم رکھیں گے ترازو انصاف کا قیامت کے دن پس نہ ظلم کیا جائے گا

نَفْسٌ شَيْـًٔا ط وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا ط

کسی پر کچھ اور اگر ایک رائی کے دانہ کے برابر ہوگا تو ہم اس کو ظاہر کریں گے

وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِينَ ﴿۴۷﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوسٰى وَهٰرُونَ

اور ہم خوب حساب کرنے والے ہیں اور ہم نے دیا موسٰے اور ہارون کو

الْفُرْقَانَ وَضِيَاۗءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِينَ ﴿۴۸﴾ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ

معجزہ اور روشنی اور ذکر متقین لوگوں کے لئے جو ڈریں اپنے رب سے

بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُونَ ﴿۴۹﴾ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ

غائبانہ اور وہ قیامت کا ڈر بھی رکھتے ہوں اور یہ ذکر ہے برکت والا

مَسَّتْهُمْ ۔ یعنی جب خدا کی جانب سے ان پر کوئی عذاب پڑتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم نے ظلم کیا ہے یا یہ کہ بروز قیامت عذابِ پروردگار کی گرفت میں آئیں گے تو اپنے کئے پر پچھتائیں گے لیکن اس وقت فائدہ نہ ہوگا۔

اَلْمَوَازِيْنَ ۔ مقصد یہ ہے کہ بروز قیامت نہ کسی کی نیکی برباد ہوگی اور نہ کسی کی معمولی سے معمولی برائی چھپ سکے گی پس حاکم عادل کا دربار ہوگا اور انصاف کے فیصلے ہوں گے وہاں نہ سفارش سے کام چلے گا اور نہ پیسہ کام آئے گا۔ البتہ مستحقین شفاعت کے حق میں صاحبانِ شفاعت شفاعت کریں گے اور یہ ظلم نہیں بلکہ اس کا فضل و کرم ہے۔ کیونکہ نیک عمل کی جزا نہ دینا ظلم ہے اور خدا اس سے منزہ ہے لیکن کسی گنہگار کو اپنا حق معاف کر دینا اور اس کے لئے شفاعت کو قبول کر لینا اس کی شانِ ربوبیت ہے تفسیر اہل بیت میں موازین سے مراد انبیاء و آئمہ ہیں یعنی ہر اُمّت کے لئے مغفرت اور بخشش کا دارومدار اپنے زمانہ کے نبی یا امام کی اطاعت ہوگی اور اسی میزان سے بروز قیامت جزا و سزا کا فیصلہ ہوگا۔

اَلْفُرْقَانَ ۔ اس سے مراد تورات ہے جو حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والی ہے اور ممکن ہے اس سے مراد

اَنْزَلْنٰهُ ۭ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ۝۵۰ وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ

جو ہم نے اتارا کیا تم اس کا انکار کرتے ہو اور تحقیق دی ہم نے ابراہیم کو

رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ۝۵۱ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ

نبوت اس سے پہلے اور ہم اس کو جانتے تھے جب اس نے اپنے

وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ۝۵۲ قَالُوْا

چچے اور قوم سے کہا یہ کیا تصویریں ہیں کہ تم ان (کی عبادت) پر ڈٹے ہوئے ہو کہنے لگے

وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ۝۵۳ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ

ہم نے اپنے باپ دادوں کو عبادت کرتے پایا ہے فرمایا تم اور تمہارے

نبوّت اور عہدہ ہدایت ہو جس کی قوت سے حق اور باطل میں امتیاز پیدا ہوتا ہے اس کے بعد ضیاءً فعل محذوف کا مفعول ہے جو درحقیقت فرقان کی صفت ہے یعنی تورات ایک نور اور روشنی کا بینارہ تھی اسی طرح ذکرًا بھی اس کی صفت ہے یعنی ہم نے ان کو فرقان دیا اور روشنی دی اور ذکر دیا۔ یعنی تورات دی جو فرقان بھی تھی اور روشنی و ذکر بھی۔

رکوع نمبر ۵

حضرت ابراہیمؑ کا ذکر

رُشدَهٗ - مجاز مرسل کے طور پر مسبب کا سبب پر اطلاق کیا گیا ہے۔ پس مراد باختلاف اقوال علم۔ ہدایت یا نبوت ہے۔

لِاَبِیْهِ - اس جگہ اب کا اطلاق چچا پر ہوا ہے کیونکہ باتفاق امامیہ نبی کے والدین کافر نہیں ہوا کرتے۔ حضرت ابراہیمؑ کے باپ کا نام تارخ تھا جو فوت ہو چکا تھا اور آذر آپ کا چچا تھا جس کے گھر میں آپ کی پرورش ہوئی اس لئے آپ پر باپ کا اطلاق مجازًا قرآن میں موجود ہے۔

اَلتَّمَاثِیْل - تمثال کی جمع ہے اور مجمع البیان میں ہے رتمثال اس مورت یا صورت کو کہتے ہیں جو اللہ کی بنائی ہوئی کسی مخلوق کی مشابہت میں گھڑی جائے۔ کہتے ہیں انہوں نے اپنے علماء بزرگوں کی یا بقولے اجرام علویہ کی مورتیاں بنائی ہوئی تھیں جن کی پوجا کرتے تھے۔ تفسیر مجمع البیان میں بروایت اصبغ بن نباتہ منقول ہے ایک دفعہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام ایک مقام سے گزرے جہاں لوگ شطرنج (چوپڑ و تاش وغیرہ) کھیل رہے تھے تو آپ نے ان کو ڈانٹ کر یہی آیت پڑھی۔ ما هٰذہ التماثیل یعنی یہ کونسی مورتیاں ہیں جن پر تم جھکے ہوئے ہو کہ خدا و رسول کی نافرمانی میں منہمک ہو اس سے معلوم ہوتا ہے

وَ اٰبَآؤُكُمْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۵۴﴾ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ

باپ دادے کھلی گمراہی میں تھے کہنے لگے کیا سچ کہتے ہو یا ازراہ تمسخر

مِنَ اللّٰعِبِیْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ

کہہ رہے ہو؟ فرمایا بلکہ تمہارا رب آسمانوں اور زمین کا رب ہے

الَّذِیْ فَطَرَهُنَّ ﳲ وَ اَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۵۶﴾ وَ

جس نے ان کو پیدا کیا اور میں اس بات پر شہادت دینے والوں میں سے ہوں اور

تَاللّٰهِ لَاَكِیْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِیْنَ ﴿۵۷﴾

بخدا کوئی تدبیر کروں گا تمہارے بتوں کی بعد اس کے کہ تم مڑ جاؤ گے پیچھے کو

فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِیْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَیْهِ یَرْجِعُوْنَ ﴿۵۸﴾ قَالُوْا

پس کر دیا ان کو ٹکڑے سوائے ان کے بڑے کے تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں (واپس آکر) کہنے لگے

مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَاۤ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا سَمِعْنَا

یہ فعل کس نے کیا ہے ہمارے خداؤں کے ساتھ تحقیق وہ ظالموں میں سے ہے کہنے لگے ہم نے سنا ہے

کہ شطرنج چوپڑ اور تاش بازی وغیرہ حضرت امیر کے نزدیک غیر اللہ کی عبادت کا حکم رکھتی ہے۔

قَالُوْا۔ آبائی رسوم ان کے دلوں میں اس قدر گھر کر چکی تھیں کہ حضرت ابراہیمؑ کا روکنا ان کو مذاق معلوم ہوا۔

تَاللّٰهِ۔ یہ بات حضرت ابراہیمؑ نے اپنے دل میں کہی کہ تمہارے چلے جانے کے بعد میں ان کے لئے کوئی تدبیر کروں گا اور ممکن ہے کہ کسی آدمی کے سامنے بھی بات کی ہو۔

جُذٰذًا۔ بروزن فعال ہے لیکن مفعول کے معنی میں ہے یعنی مجذوذ ٹکڑے ٹکڑے کیا ہوا۔

واقعہ:۔ حضرت ابراہیمؑ نے ان کو بتوں کی عبادت سے منع کیا اور توحید پروردگار کا پیغام سنایا لیکن وہ اپنے آبائی دین پر بضد رہے۔ پس حضرت ابراہیمؑ نے دل میں ایک طریقہ سوچ لیا اور موقعہ کے منتظر رہے چنانچہ سال میں ایک دفعہ لوگ امیر و غریب سلطان و رعایا بڑے بوڑھے بچے جوان اور زن و مرد شہر سے باہر خوشی کا تہوار منانے کے لئے ایک میلے کی صورت میں جایا کرتے تھے اور واپس آکر لازمی طور پر بتوں کے سامنے سربسجود ہوتے تھے پس ادھر میلے کی تیاریاں شروع ہوئیں

فَتًى يَذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى

ایک جوان جوان کو (برائی سے) یاد کرتا تھا جسے ابراہیم کہا جاتا ہے کہنے لگے لاؤ اس کو

اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ

لوگوں کے سامنے تاکہ وہ گواہی دیں کہنے لگے کیا تونے یہ فعل کیا ہے

بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۲﴾ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا

ہمارے خداؤں کے ساتھ اے ابراہیم فرمایا بلکہ ان کے بڑے نے کیا ہے ان سے

فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ

پوچھو اگر وہ بولتے ہیں پس غور کیا انہوں نے اپنے

فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ

دلوں میں تو کہنے لگے (ایک دوسرے کو) تحقیق تم ہی ظالم ہو (کہ ایسوں کی عبادت کرتے ہو) پھر ازراہ عناد الٹے ہو گئے (اور کہنے لگے

ادھر حضرت ابراہیمؑ نے موقعہ غنیمت سمجھا جب لوگ روانہ ہوئے پہلے تو حضرت ابراہیمؑ بھی ان کے ساتھ چند قدم چلے پھر معذرت کر کے واپس آگئے۔ لیکن بروایت قمی نمرود نے ابراہیم کو ساتھ لے جانا پسند نہ کیا پس آپ کو بت خانے کا محافظ قرار دے کر خود روانہ ہوگئے۔ حضرت ابراہیمؑ روٹی لے کر بت خانہ میں داخل ہوئے اور روٹی کو ایک ایک بت کے قریب لے جاکر اس کو کھانے اور بولنے کی دعوت دیتے تھے جب وہ جواب نہ دیتا تھا تو تیسہ مار کر اس کے ہاتھ پاؤں توڑ ڈالتے تھے جب تمام بتوں کو چور چور کر چکے تو سب سے بڑا بت جو درمیان میں تھا اس کو چھوڑتے ہوئے تیسہ بھی اس کے کندھے پر رکھ کر واپس آگئے۔

اِلَّا كَبِيْرًا۔ ممکن ہے وہ قد و قامت میں بڑا ہو اور ممکن ہے وہ عزت و تکریم میں اُن کے نزدیک بڑا شمار ہوتا ہو، اس کی گردن پر تیسہ رکھنے کا مقصد یہ تھا کہ اس کو چھوٹے بتوں کا قاتل سمجھ کر اس سے باز پرس کریں گے جب اس کو عاجز پائیں گے تو شاید اپنے عقیدہ فاسدہ سے باز آکر دامن توحید سے وابستہ ہونے پر موفق ہو جائیں گے۔

سَمِعْنَا۔ جب وہ واپس آئے اور بتوں کی حالت دیکھی تو تفتیش شروع ہوئی کہ یہ کس نے جرأت کی ہے تو ایک آدمی جس کے سامنے کسی وقت حضرت ابراہیمؑ نے بتوں کو برائی سے یاد کیا تھا بول اٹھا کہ شاید یہ کام ابراہیمؑ نے کیا ہو۔ پس اس کے کہنے کے بعد باقی لوگ بھی یہی کہنے لگ گئے اور نمرود کے سامنے ان الفاظ میں گواہی دے دی کہ ہم نے ایک جوان کے

لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰۤؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ﴿٦٥﴾ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ

تحقیق تو جانتا ہے کہ یہ تو نہیں بولتے فرمایا کیا عبادت کرتے ہو اللہ

دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ﴿٦٦﴾ اُفٍّ لَّكُمْ

کے سوا (ایسوں کی) جو نہ کچھ نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان افسوس تم پر

وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾ قَالُوْا

اور اس پر جس کی تم عبادت کرتے ہو اللہ کے سوا کیا تم عقل نہیں رکھتے کہنے لگے اس کو

حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿٦٨﴾ قُلْنَا

جلا دو اور مدد کرو اپنے خداؤں کی اگر کرتے ہو ہم نے کہا

متعلق سُنا ہے جو بتوں کو بُرے لفظوں سے یاد کرتا تھا اور اُسے ابراہیم کہتے ہیں یہ کام اسی نے ہی کیا ہوگا۔ چنانچہ دربار شاہی میں حضرت ابراہیم سے جواب طلبی ہوئی تو آپ نے صاف صاف کہہ دیا کہ اگر وہ بول سکتے ہیں تو یہ کام بڑے کا ہے۔ بیشک پوچھ لو۔ یعنی بڑے نے جب دیکھا کہ میرے سامنے چھوٹے بھی خدا بنے بیٹھے ہیں پس غیرت کھا کر ان پر حملہ آور ہوگیا یا یہ کہ میری موجودگی میں ان چھوٹوں کی پوجا کیوں کی جاتی ہے پس جوش میں آکر ان کو مار دیا کیوں کہ لائق عبادت اور خدا صرف ایک ہی ہو سکتا ہے اور یہ جھوٹ نہیں بلکہ شرط ہے اور یہ فقرہ حضرت ابراہیمؑ کی جانب سے دعوتِ توحید پر مشتمل تھا کیونکہ ان کو اپنے مصنوعی خداؤں کی عاجزی کی طرف متوجہ کرنا مقصود تھا۔ لہٰذا جو لوگ حضرت ابراہیمؑ پر جھوٹ کا الزام عائد کرتے ہیں وہ نہ صحیح طور پر قرآن مجید کے معانی کو سمجھتے ہیں اور نہ شانِ انبیاء سے واقفیت رکھتے ہیں۔ حضرت ابراہیم کے کہنے سے جب انہوں نے اپنے دل میں سوچا تو کھسیانے سے ہو کر ایک دوسرے کو کہنے لگے واقعی یہ بے بس بت جو بول نہیں سکتے، خدا کیسے بن سکتے ہیں لیکن اپنے آبائی دین کی اتباع اور اکثریت کے رجحان سے مرعوب ہو کر اپنی ضد پر ڈٹ گئے

نُكِسُوْا۔ اپنے سروں پر اُلٹ گئے یعنی الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے، والی بات ہے۔ الٹا حضرت ابراہیم کو ڈانٹتے ہوئے کہنے لگے تمہیں پتہ ہے یہ تو بول بھی نہیں سکتے تو یہ آپس میں لڑ کس طرح سکتے ہیں؟ پس آپ نے فرمایا پھر ایسوں کی تم عبادت کس لئے کرتے ہو جو کچھ بھی نہیں کر سکتے بلکہ خدا وہی ایک ہی ہے جس نے سب کو خلق فرمایا ہے اور وہی لائق عبادت ہے۔

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ۔ جب حضرت ابراہیم سے بات کرنے میں ناکام ہو گئے تو جبر و تشدد پر اتر آئے جیسا کہ ہر جھوٹے فریق کا دستور ہوتا ہے پس تجویز یہ پاس ہوئی کہ اس کو زندہ آگ میں جلایا جائے تاکہ اس کو سزا مل جائے اور بتوں کو خوشنود کیا جائے نیز باقی لوگوں کو آئندہ کے لئے اپنے آبائی طریقہ پر اعتراض کرنے کی جرأت نہ رہے۔

يٰنَارُ كُونِي بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ وَاَرَادُوْا بِهٖ

اے آگ تو ٹھنڈی اور سلامتی ہوجا اوپر ابراہیمؑ کے اور انہوں نے اس

كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴿۷۰﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى

کے متعلق بری تجویز کی لیکن ہم نے ان کو خسارہ پانے والا بنایا اور ہم نے اس کو اور لوط کو نجات دی

الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ

اس زمین کی طرف جس میں ہم نے برکت رکھی عالمین کے لئے اور ہم نے اس کو بخشا اسحٰق

وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ

اور یعقوب بطور عطیہ کے اور ہر ایک کو ہم نے نیک بنایا اور ہم نے ان کو

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جس شخص نے حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا مشورہ دیا تھا۔ وہ ایرانی باشندہ تھا پس وہ گرفتار عذاب ہُوا اور زمین نے اس کو نگل لیا اور قیامت تک وہ اسی عذاب میں مبتلا رہے گا۔

تفسیر صافی و برہان میں قمی سے منقول ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ پر بت شکنی کا مقدمہ چلایا گیا اور بالآخر حضرت ابراہیمؑ پر فردِ جرم عائد کی گئی تو نمرود نے آزر سے کہا تو نے میری حکم عدولی کر کے اس بچّہ کو مجھ سے کیوں چھپا رکھا تھا؟ کہنے لگا اے بادشاہ اس کی ماں نے میری لاعلمی میں یہ کام کیا ہے چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کی والدہ سے باز پُرس کی گئی تو بی بی نے بے دھڑک اور نڈر ہو کر جواب دیا کہ اے بادشاہ: میں نے ملک اور قوم کی بھلائی کی ہے؟ بادشاہ نے دریافت کیا یہ کیسے؟ تو بی بی نے جواب دیا۔ میں نے دیکھا کہ تو رعیّت کے بچّوں کو موت کے گھاٹ اتار رہا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قوم کی نسل تباہ ہوجائے گی اور نوجوانوں کی کمی ملک کی فوجی طاقت کی کمزوری کا باعث ہوگی جو ملک و سلطنت کے لئے زوال کا موجب ہوجائے گی۔ پس میں نے اپنے بچّے کو بچا لیا کہ اگر یہ ہی تیرا وہ دشمن ہے جس کی خاطر تو تمام بچّوں کو قتل کر رہا ہے تو یہ لو میرا بچّہ حاضر ہے باقی قوم کے بچّوں کے قتل سے باز آجاؤ۔ اور اگر یہ تیرا دشمن نہیں تو تم اپنے کام کو جاری رکھو مجھے میرا بچّہ دے دو۔ اب میرا بچّہ تیرے سامنے موجود ہے سوچ کر فیصلہ کر دیجئے اور ناحق قتل سے بچ جائیے نمرود کو بات پسند آئی۔ پس حضرت ابراہیمؑ سے پوچھا یہ کام کس نے کیا ہے آپ نے فرمایا اگر بُت بول سکتے ہیں تو ان کے بڑے نے کیا ہے اُس سے پُوچھ لو۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ نہ بڑے بُت نے وہ کام کیا تھا اور نہ حضرت ابراہیمؑ نے جھوٹ بولا تھا کیونکہ فرمایا اگر بول سکتے ہیں تو اس نے کیا ہے ورنہ نہیں۔ آپ نے فرمایا ابراہیمؑ کے زمانہ کا فرعون حرامزادہ تھا اور اس کے مشیر کار بھی حرامزادے تھے جنہوں نے ابراہیمؑ کے جلانے

أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ

ایسے امام بنایا جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے اور ہم نے ان کی نیکیوں کی طرف وحی کی

وَإِقَامَ الصَّلَوٰةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَوٰةِ ۚ وَكَانُوا لَنَا عَابِدِينَ ﴿۷۳﴾

اور نماز قائم کرنے کی اور زکوٰۃ دینے کی اور وہ ہمارے عبادت گزار تھے

وَلُوطًا آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِي

اور لوط کو ہم نے حکم دیا اور علم دیا اور اس کو نجات دی اس بستی سے جو فعل بد

كَانَت تَّعْمَلُ الْخَبَائِثَ ۗ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ فَاسِقِينَ ﴿۷۴﴾

کرتی تھی تحقیق وہ بری قوم فسق کرنے والے تھے

کامشورہ دیا لیکن موسٰے کے زمانے کا فرعون اور اس کے مشیر حلال زادے تھے جنہوں نے جادوگروں کو بلاکر حق و صداقت اور جھوٹ و باطل کے درمیان فیصلہ کے لئے میدان تجویز کیا اور لوگوں کو انصاف کرنے کا موقعہ دیا۔

جب نمرود کو حضرت ابراہیمؑ کے جلانے کا مشورہ دے دیا گیا اور اسی پر شاہی دربار سے آخری فیصلہ سرزد ہوگیا تو حضرت ابراہیمؑ کو قید کرلیا گیا اور لکڑیوں کے جمع کرنے کا حکم صادر کردیا گیا اور سزائے موت کی تاریخ تک مسلسل لکڑیوں کے جمع کرنے کا ہر خاص و عام کو حکم ہوا اور اس فعل کو بتوں کی خوشنودی کے لئے کار ثواب قرار دیا گیا ۔چنانچہ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ اس اثناء میں جن لوگوں کی موت آئی انہوں نے پس ماندگان کو وصیت کی کہ میرے مال سے اس قدر حصہ کی لکڑیاں خرید کر کے چخے میں شامل کی جائیں یہاں تک کہ عورتیں چرخہ کاتنے کی مزدوری سے لکڑیاں خرید کر اس میں حصہ لیتی تھیں ۔پس تاریخ مقرر تک لکڑیوں کا ڈھیر اکٹھا ہوگیا ۔جب ان کو آگ لگائی گئی تو اس کے دیوپیکر شعلوں نے آسمان سے باتیں کرنی شروع کیں حتیٰ کہ کوئی پرندہ اوپر سے گذر نہیں سکتا تھا اور آگ کی گرمی دُور دُور تک پہنچتی تھی۔

ادھر شاہی حکم کے ماتحت حضرت ابراہیمؑ کو قید خانہ سے نکال کر جلانے کے لئے لایا گیا تو بادشاہ و مشیر حیران تھے کہ آگ میں ڈالنے کی صورت کیا اختیار کی جائے جبکہ اس کے قریب جانا ممکن ہی نہیں رہا ۔پس ابلیس نے بشکل انسانی آکر ان کو منجنیق بنانی سکھائی جو جھولے کی قسم سے تھی جس طرح ایک لمبا رسہ لے کر اس کے دونو کنارے ایک اونچے درخت سے باندھ دیئے جاتے ہیں اور نیچے جھولنے والے جھولا کرتے ہیں پس ابراہیمؑ کو اس میں بٹھا کر جھولے کے ذریعے سے اس کو آگ میں ڈالنے کا فیصلہ ہوا۔

حضرت ابراہیمؑ نے جب توحید کا علم بلند کیا اور بت پرستی کی مذمت کی تو پہلے نمرود کے ساتھ [illegible]

وَ اَدْخَلْنٰهُ فِیْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝۷۵

اور ہم نے اس کو اپنی رحمت میں داخل کیا تحقیق وہ صالحین سے تھا

حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا تھا کہ میرا خدا مارنے جلانے پر قادر ہے تو اس کافر نے کہا یہ کام میں بھی کر سکتا ہوں ۔ چنانچہ ایک واجب القتل کو رہا کر دیا اور ایک بے گناہ کو قتل کرا دیا ۔ پس آپ نے فرمایا میرا خدا مشرق سے سورج نکالتا ہے تو مغرب سے نکال لا تو کافر شرمندہ ہوا ۔ اسی وقت سے نمرود حضرت ابراہیمؑ کو نفرت کی نگاہوں سے دیکھتا تھا ۔ اور موقعہ کی آڑ میں تھا ۔ واقعہ مذکورہ تفسیر کی تیسری جلد ص۱۴۲ تا ص۱۴۱ پر گذر چکا ہے ۔

نمرود نے حضرت ابراہیمؑ کے جلنے کا تماشہ دیکھنے کے لئے ایک بلند بالاخانہ تعمیر کرایا پس خود اس پر چڑھ گیا اور حضرت ابراہیمؑ کو آگ کے قریب منجنیق میں سوار کیا گیا ۔ آذر نے ظالمانہ انداز سے آپ کے رخِ انور پر ایک طمانچہ رسید کیا اور توحید سے دست برداری کا حکم دیا ۔ لیکن اللہ کا خلیل اپنے اندر وصالِ پروردگار کی دھن میں جلدی منزلِ عشق کو عبور کرنے کی تمنا لئے ہوئے تھا پس اس راستے کا ہر کانٹا انہیں پھول معلوم ہوتا تھا چنانچہ وہ نہایت سکون و اطمینان سے آگے قدم بڑھا رہے تھے چہرہ مظہرِ جمالِ الٰہی گلِ گلاب کی طرح کھلا ہوا تھا اور زبان پر مسلسل ذکرِ پروردگار جاری تھا ۔ جب آگ کی خبر ان کے پائے اثبات میں لغزش نہ لا سکی ۔ تو آذر کے آزار ان کا کیا بگاڑ سکتے تھے ۔ ادھر ملاءِ اعلیٰ کے فرشتوں کو آسمانِ اوّل پر پہنچ کر خلیل خدا کی آزمائش کا منظر دیکھنے کے لئے حکم دیا گیا ۔ بلکہ ارضی و سماوی مخلوق نے اللہ کے خلیل کے امتحان کی طرف نظر اٹھائی اور ہر خشک و تر نے بارگاہِ کبریا میں ابراہیمؑ کے اس سخت امتحان میں زبانِ سفارش کھولی ۔ زمین بولی اے پروردگار زمین پر تیرے اس خلیل کے سوا اور کون ہے جو تیری عبادت کرے گا اس کا دشمن اس کو زندہ آگ میں جلانے کا منصوبہ بنا رہا ہے اور تو قادرِ مطلق دیکھ رہا ہے پس زبانِ قدس سے ملائکہ کو جواب ملا تم صبر و سکون سے میرے خلیل کا عزم و استقلال دیکھو ۔ مجھے جب بلائے گا میں اس کی کفایت کروں گا اور جبریل کو ارشاد ہوا تم چپ رہو ایسے شخص کی طرح باتیں کرتے ہو جسے ہاتھ سے وقت کے نکل جانے کا ڈر ہو ۔ وہ میرا اپنا بندہ ہے میں جب چاہوں گا اسے لے لوں گا اور وہ جو مانگے گا میں دے دوں گا ۔

پس حضرت ابراہیمؑ نے اس طرح دعا مانگی اور بروایت تفسیر مجمع البیان اس وقت آپ کی عمر شریف سولہ برس تھی

یَا اَللّٰهُ یَا وَاحِدُ یَا اَحَدُ یَا صَمَدُ یَا مَنْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ نَجِّنِیْ مِنَ النَّارِ بِرَحْمَتِكَ ۔

اور تفسیر صافی میں بروایت احتجاج حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے یہ دعا پڑھی تھی ۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ لِمَا اَنْجَیْتَنِیْ مِنْهَا ۔

جب حضرت ابراہیمؑ منجنیق میں بیٹھے اور آگ کی طرف جا رہے تھے کہ ہوا میں حضرت جبریل نے پہنچ کر مدد کی

پیش کش کی یَا اِبْرَاهِیْمُ هَلْ لَکَ اِلَیَّ مِنْ حَاجَۃٍ۔ یعنی کیا آپ کو میری ضرورت ہے؟ تو آپ نے نہایت اطمینان سے جواب دیا۔ اَمَّا اِلَیْکَ فَلَا وَ اَمَّا اِلٰی رَبِّ الْعَالَمِیْنَ فَنَعَمْ۔ یعنی تیری طرف تو مجھے کوئی حاجت نہیں البتہ رب العالمین کی طرف مجھے حاجت ہے۔

ادھر نمرود اقتدار کے نشے میں مخمور اپنے لاؤ لشکر سمیت تماشائی بنا ہُوا تھا اور اللہ کا خلیل نہایت سکون و تحمل سے منزل محبت پروردگار کو پوری جلدی سے عبور کر رہا تھا۔ حضرت جبریل نے ایک انگوٹھی پیش کی جس پر تحریر تھا۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ اَلْجَأْتُ ظَهْرِیْ اِلَی اللهِ وَاَسْنَدْتُ اَمْرِیْ اِلَی اللهِ یعنی میرا پشت پناہ اللہ ہے۔ میرا سہارا اللہ ہے اور میرا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ پس خدا نے آگ کو ٹھنڈا ہونے کا حکم دیا تو اس قدر ٹھنڈی ہوئی کہ دانت بجنے لگے پھر سلامتی کا حکم دیا تو متوسط درجہ کی ٹھنڈک بن گئی۔ اور تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ وہ آگ ایک دلکش پر رونق اور سرسبز و شاداب باغ بن گئی کہ جبریل اور حضرت ابراہیمؑ اس میں خوشی خوشی باتیں کر رہے تھے۔ نمرود نے جب یہ دیکھا تو بے تحاشا زبان سے نکلا کہ اگر خدا ہو تو ابراہیمؑ کے خدا جیسا ہو۔ ایک خوشامدی نے کہا کہ میں نے آگ پر منتر پڑھ کر اس کو بند کر دیا ہے پس فوراً آگ سے ایک شعلہ بلند ہُوا اور اس کو اپنی لپیٹ میں لے کر خاکستر کر دیا جب نمرود نے آگ کے گلزار میں حضرت ابراہیمؑ کو ایک ساتھی کے ساتھ باتیں کرتے دیکھا تو آزر کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا واقعی تیرا بچہ اپنے رب کو پیارا ہے اور مروی ہے کہ چھپکلی آگ کو تیز کرنے کے لئے پھونک مارتی تھی اور مینڈک پانی لا کر اس کو ٹھنڈا کرنے میں مصروف تھا اور منقول ہے جب آگ کو ابراہیمؑ کے لئے برد و سلام ہونے کا حکم ملا تو پوری روئے زمین میں تین دن تک آگ نے اپنا کام چھوڑ دیا تھا۔

بروایت مفضل بن عمر و حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جن کلمات سے حضرت ابراہیمؑ کو آزمایا گیا ان میں ایک شجاعت بھی تھی کیونکہ ہزاروں کے مقابلہ کے لئے صرف ایک آدمی کا ڈٹ جانا اور خصوصاً نمرود جیسے مطلق العنان ظالم حکمران کے سامنے ایک اکیلے کا سینہ تن کر فکر و فردا سے بے نیاز ہو کر میدان مقابلہ میں ثابت قدم رہنا بہت بڑی شجاعت کا مظاہرہ ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ تین دن کے بعد نمرود نے جائزہ لیا تو معلوم ہُوا کہ آگ ابراہیمؑ کا کچھ نہیں بگاڑ سکی بلکہ وہ تو زندہ اور صحیح و سالم ہے تو نمرود نے حکم جاری کیا کہ اس کو جلا وطن کر دیا جائے اور کسی شے کے ساتھ لے جانے کی اس کو اجازت نہ دی جائے۔ اس وقت حضرت سارہ آپ کے ہمنوا تھی اور حضرت لوط جو سن و سال میں آپ سے چھوٹے تھے۔ وہ بھی آپ پر ظاہری طور پر ایمان کا اظہار کر چکے تھے جس طرح قرآن میں ہے۔ فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ۔ تفسیر برہان میں بروایت ابن بابویہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جب ایک شخص نے سوال کیا کہ جادوگروں کی رسیوں کو سانپ بنتے دیکھ کر حضرت موسےٰ گھبرا گئے تھے لیکن حضرت ابراہیمؑ آگ سے نہیں گھبرائے اس کی کیا وجہ ہے؟ تو آپ نے

جواب میں ارشاد فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ کی صلب میں حجج اللہ (محمدؐ و آل محمدؐ) کے انوار تھے اس لئے نہ گھبرائے لیکن حضرت موسےٰ کے صلب میں یہ انوار نہ تھے پس وہ گھبرا گئے۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ حضرت جبرئیل حضرت ابراہیمؑ کے لئے ایک قمیص جنت اور ایک تخت ساتھ لائے قمیص پہنادی اور تخت پر بٹھا دیا۔

تفسیر برہان میں ہے ایک دفعہ حضرت رسالتمآبؐ نے جبرئیل سے دریافت فرمایا کہ اس قدر قوت و طاقت کے باوجود تم نے کبھی اپنے اندر تھکان بھی محسوس کی ہے تو کہنے لگا! ہاں تین دفعہ۔ پہلی دفعہ جب ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا گیا تو مجھے حکم پروردگار پہنچا کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم اگر تیرے پہنچنے سے پہلے ابراہیمؑ کو آگ نے مس کر لیا تو تیرا نام فرشتوں کے دیوان سے کاٹ دوں گا۔ پس میں پوری تیز رفتاری سے اس وقت پہنچا جب کہ آپ منجنیق سے نکل کر دوش ہوا پر سوار تھے اور آگ میں پہنچنے والے تھے پس میں نے کہا اے ابراہیمؑ هَلْ لَكَ حَاجَةٌ کیا کوئی ضرورت ہے؟ تو فرمایا إِلَى اللهِ فَنَعَمْ وَ أَمَّا إِلَيْكَ فَلَا۔ کہ اللہ کی حاجت تو ہے لیکن تیری نہیں۔

دوسرا مقام جب ابراہیمؑ نے اپنے فرزند اسمٰعیل کے ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو مجھے وحی ہوئی کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم لَئِنْ سَبَقَكَ السِّكِّيْنُ اِلٰى حَلْقِهٖ لَاَمْحُوَنَّ اسْمَكَ مِنْ دِيْوَانِ الْمَلَائِكَةِ۔ یعنی اگر تیرے پہنچنے سے پہلے چھری اسمٰعیل کی گردن پر پہنچ گئی تو تیرا نام فرشتوں کے دفتر سے نکال دوں گا۔ پس میں پوری تیزی سے پہنچا اور ابراہیمؑ کے ہاتھ میں چھری کو الٹا کر دیا اور فدیہ لاکر فوراً چھری کے نیچے لٹا دیا۔ اور تیسری دفعہ جب یوسف کو کنوئیں میں ڈالا گیا تو وحی ہوئی کہ مجھے عزت و جلال کی قسم اگر تیرے پہنچنے سے پہلے یوسف کنوئیں کی تہ تک پہنچ گیا تو تیرا نام فرشتوں کے دفتر سے مٹا دوں گا۔ پس میں جلدی سے پہنچا اور کنوئیں کی تہہ تک پہنچنے سے پہلے اُسے تھام لیا اور ایک پتھر پہ اس کو بٹھایا پس ان مقامات پر مجھے تھکان محسوس ہوئی۔ اس کنوئیں میں سانپ و اژدہا رہتے تھے فوراً ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ آرام سے رہو اور حرکت نہ کرو کیونکہ آج ایک نبی ہمارا مہمان ہے پس سانپ اپنے مقام پر خاموش رہے لیکن ایک اژدہا اس کو ڈسنے کے لئے آگے بڑھا اور آسمانی صاعقہ اس پر پڑا کہ قیامت تک کے لئے ان کے کان بہرے ہوگئے۔

تفسیر صافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جب آپ کو جلا وطنی کا حکم ملا تو مال مویشی کو ساتھ لے جانے کی اجازت نہ دی گئی اور عذر کیا گیا کہ مال ہماری مملکت میں رہ کر تم نے حاصل کیا ہے لہذا اس میں تیرا کوئی حق نہیں ہے۔ آپ نے اپنے احتجاجی جواب دعویٰ میں یہ شق بیان فرمائی کہ اگر تم میرے مال کو اس لئے ضبط کرتے ہو کہ یہ تمہارے ملک کا مال ہے۔ تو میں نے جس قدر زندگی تمہارے ملک میں گذاری ہے مجھے وہ واپس کردو۔ جب مجسٹریٹ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا تو طرفین کے بیان سننے کے بعد فیصلہ یہ ہوا کہ ابراہیم کو وہ تمام مال و دولت سرکاری خزانہ کے حوالہ کرنی چاہیئے جو اس نے اس مملکت کے حدود کے اندر رہ کر کمائی ہے اور اس کے بدلہ میں حکومت اور حکومت کے سربراہوں پہ ضروری ہے کہ

ابراہیمؑ کو اس کی قیمتی زندگی کا وہ حصہ واپس کر دیں جو اس نے اس کی حدود کے اندر گزارا ہے۔ پس نمرود کو جب عدالت کا فیصلہ سنایا گیا تو اس نے اپنے سابق حکم میں فوراً تبدیلی کر لی۔ اور اس ترمیم کے ساتھ دوبارہ حکم دیا کہ ابراہیمؑ کو اپنے مال کے ساتھ لے جانے کی اجازت ہے پس وہ فوراً ہمارے ملک کی حدود سے نکل جائے کیونکہ اس کا وجود پوری مملکت کے لئے باعث خطرہ ہے اگر وہ رہا تو ایک طرف رعایا میں پھوٹ پڑے گی اور دین میں تفرقہ بازی ہو گی اور دوسری طرف ہمارے خداؤں کو وہ نقصان پہنچائے گا۔

چنانچہ تفسیر برہان میں کلینی کی روایت سے امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے آپ حضرت سارا اور لوط کو ہمراہ لے کر شام کی طرف روانہ ہو گئے اور زمین شام کو برکت والی زمین اس لئے کہا گیا ہے کہ اکثر نبی اسی علاقہ میں مبعوث ہوئے پس یہ زمین نبیوں کا گہوارہ ہے اور اسی جلد کی ابتداء میں بَارَكْنَا حَوْلَهُ ۔ کی تفسیر میں اس امر کی مزید وضاحت کی جا چکی ہے۔

نَافِلَةً ۔ یعنی خاص عطیہ اور نفل اس زیادتی اور منفعت کو کہا جاتا ہے جو واجب کی حد سے زیادہ ہو اور قابل تعریف ہو اسی لئے نماز فریضہ سے زائد کو نافلہ کہا جاتا ہے اور بعضوں نے نافلہ کا معنی غنیمت بھی کیا ہے اس مقام پر نافلہ کا اطلاق حضرت یعقوب پر ہے کہ ابراہیمؑ کو خدا نے یہ خاص عطیہ مرحمت فرمایا کیونکہ دعا کی استجابت کا تعلق فقط اسحاق تک تھا۔ اور یہ اس سے زائد تھے اور بعض مفسرین کا خیال ہے کہ اسحق اور یعقوب، دونو پر نافلہ کا اطلاق ہوا ہے کیوں کہ خدا پر دینا واجب نہیں تھا پس ابراہیمؑ کو بیٹا اور پوتا از راہ فضل و کرم عطا فرمائے (مجمع البیان)

اَئِمَّةً ۔ تفسیر صافی میں بروایت کافی امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ خدا نے قرآن مجید میں دو قسم کے امام ذکر فرمائے ہیں۔ ایک وہ امام جو اللہ کے امر کی طرف ہدایت فرماتے ہیں اور لوگوں کی خواہشات سے اللہ کے حکم کو مقدّم سمجھتے ہیں جن کا آیت مجیدہ میں ذکر ہے اور دوسرے وہ امام جو لوگوں کی خواہشات کو اللہ کے حکم پر ترجیح دیتے ہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے وَجَعَلْنَاهُمْ اَئِمَّةً يَدْعُونَ اِلَى النَّارِ ۔ یعنی ہم نے ایسے امام بھی بنائے جو لوگوں کو دوزخ کی طرف بلاتے ہیں۔

وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ ۔ خیرات پر اس کا عطف ۔ عطفِ خاص علی العام ہے دراصل اقامۃ تھا لیکن تاء کو حذف کر دیا گیا ہے کیونکہ اضافت اس کے قائمقام ہے پس اضافت کے علاوہ اس کی تاء کو حذف کرنا ناجائز ہے اور فعل خیرات سے احکام شریعت مراد لئے گئے ہیں۔

وَلُوْطًا ۔ منصوب علی شریطۃ التفسیر ہے اور حکم سے مراد نبوت ہے۔

اَلْخَبَائِثَ ۔ اسی بستی کا نام سدوم تھا جس میں وہ لوگ رہائش پذیر تھے ان کا فعل خبیث یہ تھا کہ عورتوں کی بجائے مردوں پر اپنی شہوت بجھاتے اور غیر فطری فعل کے مرتکب ہوتے تھے نیز ان کا ایک فعل خبیث یہ بھی تھا کہ بھری محفل میں بغیر

وَنُوحًا إِذْ نَادَىٰ مِن قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَنَجَّيْنَاهُ

اور نوح جب اس نے پکارا اس سے پہلے تو ہم نے قبول کیا پس اس کو نجات دی

وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ﴿٧٦﴾ وَنَصَرْنَاهُ مِنَ

اور اس کی اہل کو بڑی تکلیف سے اور ہم نے اس کی مدد کی

الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ

اس قوم سے جنہوں نے جھٹلایا ہماری نشانیوں کو تحقیق وہ بری قوم تھی

سَوْءٍ فَأَغْرَقْنَاهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٧٧﴾ وَدَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ

پس ہم نے ان سب کو غرق کر دیا اور داؤد و سلیمان جب کہ

إِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۖ

فیصلہ کر رہے تھے کھیتی کا جب کہ بربادی کی اس میں ایک قوم کی دنبیوں نے

شرم وحیا کے گوز زنی کرتے تھے اور تیسرا فعل خبیث یہ تھا کہ وہ ڈاکو اور راہزن تھے۔ حضرت لوط اور اس کی قوم کا ذکر سورہ ہود اور حجر میں گذر چکا ہے۔

تفسیر برہان میں منقول ہے امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ایک دن جو حضرت ابراہیمؑ صبح کو اٹھے تو ڈاڑھی میں ایک سفید بال دیکھا۔ پس حمد پروردگار بجا لائے کہ اس عمر تک پہنچ کر میں نے ایک چشم زدن کے وقفہ میں بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی۔ بعض کتب تاریخ میں ہے کہ نمرود کی لڑکی رعضہ نامی ابراہیمؑ پر ایمان لائی تو اس کو نمرود کی حکومت نے سزائے موت کا حکم دیا لیکن اللہ نے اس کو نمرود کے عذاب سے بچا لیا اور جب حضرت ابراہیمؑ شام میں پہنچے تو جبریل نے اس کو حضرت ابراہیمؑ کے حوالہ کر دیا۔ اور حضرت ابراہیمؑ نے اپنے ایک لڑکے کے ساتھ اس کی شادی کر دی۔ الخبر

رکوع نمبر ۶

مِنَ الْقَوْمِ ۔ یہاں من علیٰ کے معنی میں ہے (مجمع) جہال کی طعنہ زنی اور ان کی طرف سے توہین آمیز رویے کو کرب عظیم کہا گیا ہے جس سے خدا نے حضرت نوح اور اس کی آل کو نجات بخشی۔

داؤد و سلیمان کا ذکر

نَفَشَتْ ۔ نفش کا معنی ہے کسی حیوان یعنی بھیڑ بکری اونٹ اور گائے وغیرہ کا رات کے وقت بغیر چرواہے کے گھر سے نکل کر چرنا۔ تفسیر برہان میں بروایت کافی امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ نفش کا صدق رات کو ہوتا ہے کیونکہ کھیتی کے مالک کا کام ہے دن کو اس کی حفاظت کرنا اور مال و مویشی کے مالک پر فرض نہیں کہ دن بھر اپنے مال کو چرنے سے روکے رکھے کیونکہ چرنے کا وقت دن ہے لہٰذا دن میں وہ جو نقصان کریں مالک اس کا ضامن نہیں ہے اسی طرح مویشی کے مالک پر ضروری ہے کہ رات کو اپنے مویشی قابو میں رکھے کہ لوگوں کی کھیتیوں کا نقصان نہ کریں پس جو رات کو نقصان کریں گے۔ مالک اس کا ضامن ہوگا اور نفش کا یہی معنی ہے۔

واقعہ:۔ ایک دفعہ ایک شخص کے مویشی رات کے وقت ایک دوسرے شخص کے کھیت میں چلے گئے اور اس کی کھیتی کو برباد کر ڈالا۔ صبح سویرے اس نے حضرت داؤد کے دربار میں رپورٹ درج کرائی کہ فلاں شخص کے مویشیوں نے میرا کھیت تباہ کر دیا ہے۔ پس مدعا علیہ کو دربار میں بلوایا گیا اور فرد جرم عائد ہونے کے بعد وہ فیصلہ کیا جو سابق انبیاء کیا کرتے تھے چنانچہ حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے خدا نے انبیاء کو وحی کی تھی کہ اگر کسی کے مویشی کسی کی کھیتی کا نقصان کریں تو کھیتی والے کو مویشی اس نقصان کے بدلہ میں دئیے جائیں۔ پس حضرت داؤد نے سابق انبیاء کے دستور کے مطابق فیصلہ کر دیا۔

ادھر خدا نے حضرت سلیمان پر وحی بھیجی جس میں سابق حکم منسوخ ہونا تھا چنانچہ فرماتا ہے فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ یعنی سلیمان کو ہم نے سمجھایا یہ کہ اگر کسی کے حیوان کسی دوسرے کی کھیتی کا نقصان کریں تو صاحب زراعت صاحب مال سے مال کے پیٹ کی چیز وصول کر سکتا ہے یعنی ان کے بچے یا دودھ مثلاً پس حضرت سلیمان نے یہی فیصلہ سنایا اور بعد میں پھر یہی دستور رائج ہوا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت داؤد نے کھیتی کے نقصان کے بدلہ میں مویشی دیئے تھے اور حضرت سلیمان نے ان دنبیوں کا اس سال کا دودھ اور اُون کھیتی کے مالکان کو دلوایا (کیونکہ کھیتی والے کی اصل باقی تھی اور ایک سال کی منفعت کا نقصان ہوا تھا۔ اس لئے مویشی کے مالک کی اصل کو محفوظ رکھا گیا اور اس کا سال بھر کا نفع یعنی دودھ اور اُون کھیتی والے کو دلوا دی گئی) تفسیر عمدۃ البیان میں ہے مدعی کے مالی نقصان کی قیمت چونکہ دنبیوں کی قیمت کے برابر تھی۔ لہٰذا حضرت داؤد نے اس کو دنبیاں دلوانے کا فیصلہ صادر فرمایا تھا۔

علامہ طبرسی نے مجمع البیان میں ذکر کیا ہے کہ وہ انگوروں کا باغ تھا جس کو مویشیوں نے تباہ کیا تھا پس حضرت داؤد نے مالک باغ کو نقصان کے بدلہ میں دنبیاں دینے کا فیصلہ صادر فرمایا۔ حضرت سلیمان نے عرض کی اے اللہ کے نبی اس فیصلہ کو تبدیل فرمائیے بلکہ فیصلہ یوں ہونا چاہیئے کہ مویشی کے مالک کو حکم دیا جائے کہ باغ کی خدمت کرے اور انگوروں و پودوں کی حفاظت کرے یہاں تک کہ وہ اپنی پہلی حالت پہ آجائیں اور اس مدت تک اس کے مویشی باغ کے مالک کے قبضہ میں رہیں جب باغ کی حالت حسب سابق ٹھیک ہو جائے گی تو ہر مالک اپنا اپنا مال سنبھال لے گا

اور اسی طرح صادقین علیہما السلام سے مروی ہے۔ تفسیر عمدۃ البیان میں مدعی کا نام ایلیا اور مدعا علیہ کا نام یوحنا منقول ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ اس وقت حضرت سلیمان کی عمر ۱۱ برس کی تھی اور تفسیر عمدۃ البیان میں دس برس لکھی ہے۔

وصی کا تعین

حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کے فیصلوں کا اختلاف ظاہر بین لوگوں کے لئے محل اعتراض ہے اس کا صحیح حل وہ ہے جو آئمہ اہلبیت علیہم السلام نے بیان کیا ہے چنانچہ تفسیر صافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ خدا نے حضرت داؤد کی طرف وحی کی کہ اپنی اہل سے اپنا وصی نامزد کرو کیونکہ میرے علم میں یہ بات ثابت ہے کہ ہر نبی کا وصی اسی کی اہل سے ہی ہوگا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے متعدد فرزند تھے اور سب سے پیاری بیوی کے بطن سے بھی ایک لڑکا تھا جب آپ نے اپنی بیوی کو حکم پروردگار کی اطلاع دی تو اس نے اپنے لڑکے کا نام پیش کیا اور حضرت داؤد نے بھی اس کی تصدیق و تائید کر دی۔ لیکن اللہ کے علم میں آپ کا وصی حضرت سلیمان تھا۔ پس داؤد کو وحی ہوئی کہ وصی کی نامزدگی میں عجلت سے کام نہ لینا کیونکہ اس کا فیصلہ میں خود کروں گا۔ پس تھوڑی دیر گزری کہ دربار داؤدی میں مذکورہ بالا مقدمہ پیش ہوا۔ اور اللہ نے وحی کی کہ تمام اولاد کو جمع کر لو اور ان سے اس مقدمہ کا فیصلہ لو جس کا فیصلہ صحیح ہوگا وہی تیرا وصی ہوگا۔

حضرت داؤد نے تمام بیٹوں کو جمع کیا اور مقدمہ کی نوعیت سے ان کو مطلع کیا تو حضرت سلیمان نے انگوروں کے مالک سے پوچھا کہ اس شخص کے چوپائے تیرے باغ میں کس وقت داخل ہوئے تھے۔ اس نے بتایا کہ رات کے وقت داخل ہوئے تھے۔ پس آپ نے چوپاؤں کے مالک کو فرمایا کہ اس کا فیصلہ میں یہ کرتا ہوں کہ اس سال تیری دنبیوں کے پیدا ہونے والے بچے اور ان کی اون صاحب باغ کو تو نے دینی ہوگی۔

حضرت داؤد نے فرمایا بیٹا۔ علمائے بنی اسرائیل تو اس طرح فیصلہ کرتے ہیں کہ کھیتی کے بدلہ میں اس کو مویشی سالم دیئے جائیں تم نے اُن کے فیصلہ کو کیوں بدل دیا ہے؟ تو حضرت سلیمان نے جواب دیا حضور: انگوروں کی اصل محفوظ ہے۔ دنبیوں نے ان کا ایک سال کا پھل ضائع کیا ہے وہ اگلے سال پھر پھل دیں گے (لہذا پھل کے بدلہ میں پھل ہی ہونا چاہیئے) پس خدا کی جانب سے وحی نازل ہوئی کہ سلیمان کا فیصلہ صحیح اور نافذ ہے۔ اے داؤد تو کچھ اور چاہتا تھا اور ہم کچھ اور چاہتے تھے۔ پس داؤد نے گھر جا کر اپنی بیوی کو حقیقت حال کی اطلاع دی اور اللہ کی رضا پر راضی ہونے کی تلقین فرمائی۔ جس طرح نبی کو حق نہیں پہنچتا کہ حقیقی وصی کے علاوہ کسی دوسرے کو اپنی مرضی سے وصی نامزد کریں۔ اسی طرح اوصیائے کو بھی حق نہیں پہنچتا کہ اپنے بعد والے وصی کے معاملہ میں حد سے تجاوز کریں (پس اس روایت کے پیش نظر سابقہ مختلف روایات کا صحیح حل بھی معلوم ہو گیا اور داؤد و سلیمان کے فیصلہ کے اختلاف کی وجہ بھی واضح ہو گئی)

وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا

اور ہم ان کے فیصلہ کو دیکھنے والے تھے — پس ہم نے سمجھا دیا سلیمان کو — اور سب کو

اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۫ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ

ہم نے نبوّت و علم عطا کیا — اور مطیع کیا ساتھ داؤد کے پہاڑوں کو

يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ۭ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۷۹﴾ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ

کہ تسبیح کرتے تھے اور پرندوں کو اور ہم کر سکتے ہیں — اور ہم نے سکھایا اس کو زرہ بنانا

اَلْجِبَالَ - حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ معجزہ تھا کہ جب آپ زبور کی تلاوت فرماتے تھے تو پتھروں پہاڑوں اور پرندوں کی جانب سے ان کے جواب میں تسبیح و تقدیس پروردگار کی صدائیں بلند ہوتی تھیں۔

لَبُوْسٍ - لغت کے لحاظ سے لبوس ہر جنگی ہتھیار پر بولا جاتا ہے مثلاً زرہ تلوار اور نیزہ وغیرہ اس مقام پر مقصود زرہ ہے اور تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ حضرت داؤد نبی بھی تھے اور بادشاہ وقت بھی تھے۔ رات کو بھیس بدل کر اپنے متعیّنہ آفیسروں اور حکمرانوں کی کارکردگی کا جائزہ لینے کے لئے دورہ کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت جبریل شکل انسانی میں سامنے آیا تو داؤد نے سلام و جواب کے بعد پوچھا کہ تمہارے نزدیک داؤد کیسا حکمران ہے تو اس نے جواب دیا کہ اور سب ٹھیک ہے اس میں ایک عیب ہے کہ وہ بیت المال سے روٹی کھاتا ہے پس حضرت داؤد نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اپنے دل میں قسم کھالی کہ بیت المال سے کچھ نہ کھاؤں گا۔ پس خدا نے اس کے لئے لوہے کو موم بنا دیا اور مروی ہے کہ ایک دفعہ حضرت لقمان ملنے آئے تو آپ زرہ بنانے میں مصروف تھے۔ حضرت لقمان خاموش رہے اور کچھ نہ پوچھا جب حضرت داؤد زرہ بنانے سے فارغ ہوئے تو اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کو پہن لیا پھر فرمایا لڑائی میں بچاؤ کے لئے یہ خوب چیز ہے پس حضرت لقمان نے کہا چپ رہنا دانائی ہے لیکن اس پر عمل کرنے والے کم ہوں گے۔

تفسیر صافی میں بروایت کافی حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ خدا نے داؤد پر وحی بھیجی کہ تو نیک بندہ ہے بشرطیکہ بیت المال سے نہ کھائے بلکہ اپنے ہاتھ سے کمائے۔ پس چالیس دن تک گریہ میں مشغول رہے۔ تو خدا نے ان کے لئے لوہے کو نرم کر دیا۔ چنانچہ آپ ہر دن میں ایک زرہ تیار کرتے اور اسے ایک ہزار درہم میں فروخت کرتے تھے اس طرح انہوں نے تین سو ساٹھ زرہیں تیار کیں اور تین لاکھ ساٹھ ہزار درہم کمائے۔ پس بیت المال سے بے نیاز ہو گئے اور حضرت داؤد ہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے پہلے پہل زرہ ایجاد کی۔ اس سے پہلے لوہے کی چادر سے بچاؤ کی صورت اختیار کی جاتی تھی۔ لیکن وہ بہت بھاری ہوتا تھا۔ حضرت داؤد کے ہاتھوں میں چونکہ لوہا آٹے کی طرح نرم

لَكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْ بَأْسِكُمْ ۚ فَهَلْ أَنْتُمْ

تمہارے لئے کہ تم کو بچائے سختی سے تو کیا تم اس کا شکر کرنے

شٰكِرُوْنَ ﴿٨٠﴾ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ

والے ہو گے؟ اور سلیمان کے لئے ہوا کو (مطیع کیا) تیز چلنے والی جو چلتی

بِأَمْرِهٖٓ إِلَى الْأَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَكُنَّا بِكُلِّ

تھی اس کے حکم سے اس زمین کی طرف کہ برکت رکھی ہم نے اس میں اور ہم ہر

شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ﴿٨١﴾ وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ

شے کو جاننے والے ہیں اور (مطیع کئے) شیطانوں میں سے ایسے کہ غوطہ لگاتے (اور موتی نکالتے تھے)

ہو جاتا تھا۔ پس انہوں نے حلقہ دار زرہ کی ایجاد کی۔ ایجاد کی جو ہلکی پھلکی بھی ہوتی تھی اور بچاؤ کا کام بھی دیتی تھی۔

سلیمان کی حکومت

وَلِسُلَيْمٰنَ۔ یعنی ہم نے سلیمان کے لئے ہوا کو مسخر کیا۔ جہاں چاہتے تھے تیز چلتی تھی اور جہاں چاہتے تھے آہستہ چلتی تھی۔ ان کے فرمان کے ماتحت ہی وہ مناسب حرکت کرتی تھی۔ آپ ملک شام کے شہر بعلبک میں رہائش پذیر تھے اور بیت المقدس کی تعمیر جاری تھی۔ پس آمد و رفت کا سلسلہ روزمرہ جاری رہتا تھا کیوں نہ وہ زمین مبارک ہو جو اکثر انبیاء کے لئے محل بعثت اور جائے عبادت ہوئی۔ ہوا صبح کے وقت تخت سلیمان کو لے کر ایک ماہ کی مسافت پرے جاتی اور شام کو بھی ایک ماہ کی مسافت طے کرتی رہتی تھی۔ جب حضرت سلیمان گھر سے نکل کر تخت شاہی تک تشریف لاتے تھے تو پرندے سر کے اوپر سایہ فگن رہتے تھے اور تمام جنّ و انسان تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے پس شاہی کرسی پر تشریف رکھتے اور ارد گرد پورا لشکر ہوتا پس ہوا میں پوری آن بان کے ساتھ پرواز کرتے تھے۔

يَغُوْصُوْنَ۔ خداوند کریم نے حضرت سلیمان کیلئے شیطانوں کو مطیع و مسخر کہ دریاؤں اور سمندروں میں غوطہ زنی کر کے مختلف اقسام کے قیمتی و نایاب موتی و جواہر نکال لاتے تھے۔

وَيَعْمَلُوْنَ۔ غوطہ زنی کے علاوہ کاریگر قسم کے افراد بھی تھے جو آپ کے حکم سے مختلف فن کاریوں کا مظاہرہ کرتے تھے۔ مکانات و محلات کی تعمیر اور محرابوں وغیرہ کی صنعت میں وہ مہارت تامہ رکھتے تھے۔

وَكُنَّا لَهُمْ۔ یعنی ہم ہی اس کو حفظ کرنے والے تھے کہ سلیمان کی ملازمت سے بھاگ نہ جائیں یا یہ کہ اس بات کی ہم حفاظت کرتے تھے کہ کہیں تعمیر کی بجائے تخریبی قدم اٹھانے کی جرأت نہ کریں۔

وَيَعْمَلُونَ عَمَلًا دُونَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۲﴾

اس کے لئے اور اس کے علاوہ اور کاریگری بھی کرتے تھے اور ہم ان کے محافظ تھے

وَاَيُّوبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ

اور (یاد کر) ایوب کو جب پکارا اپنے ربّ کو تحقیق مجھے پہنچی ہے تکلیف اور تو سب

اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۸۳﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ

سے بڑا رحم کرنے والا ہے اور ہم نے قبول کیا اس کی دُعا کو اور دُور کی

مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً

وہ جو اس کو تکلیف تھی اور عطا کیا اس کو خاندان اور اتنے ان کے علاوہ بھی اپنی رحمت

حضرت ایوبؑ کا ذکر

اس سورہ مجیدہ میں بعض انبیاء کی آزمائش کا تذکرہ اور ان کے صبر و استقلال اور عزم و ضبط کا بیان اور بالآخر استجابت دُعا اور احسان و امتنان پروردگار کا ذکر ہے۔ پس اس ذیل میں حضرت ایوب علیہ السلام کے متعلق فرماتا ہے کہ اس نے تکلیف کے وقت اس طرح دعا کی اِنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ الخ یعنی میں تکلیف میں ہوں اور تو ارحم الرّاحمین ہے۔ رفع مصیبت کے لئے صرف اس کی رحمت کا تذکرہ طلب اور سوال کے لئے بہترین کنایہ ہے کتب سیر میں ہے ایک مرتبہ حضرت ایوب نے عرض کی تھی اے پروردگار میں تیرا عبادت گزار شاکر بندہ ہوں اور تو نے مجھے اس مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے تو خدا نے فضا میں بادل پیدا کئے اور اس کے ہر ہر ٹکڑے سے ندا آئی۔ اے ایّوب تو مجھے اپنی عبادت اور شکر جتلا رہا ہے۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ تجھے شاکر کس نے بنایا ہے؟ الخبر ملخصًا۔

وَاٰتَيْنٰهُ۔ جب حضرت ایوب کی مصیبت دُور ہوئی تو خدا نے اس کی مردہ اولاد کو زندہ کر دیا اور اتنی مقدار میں وہ عزیز بھی زندہ کر دیئے جو آزمائش سے قبل اپنی موت مر چکے تھے اسی طرح ہلاک شدہ مال و مویشی بھی واپس زندہ کر دیئے اور اسی قدر اور بھی عطا فرمائے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کے تین لڑکے اور سات لڑکیاں تھیں اور دوسری روایت میں ہے کہ سات لڑکے اور سات لڑکیاں تھیں۔ اور فرمایا یہ ہماری رحمت تھی۔ اور عبادت گذاروں کے لئے نصیحت تھی کہ مصیبت کے وقت اس طرح صبر و ضبط سے کام لیں۔ تاکہ انجام کار محمود ہو۔

تفسیر صافی میں ہے کہ حضرت ایّوب علیہ السّلام رومی تھے اور عیص بن اسحٰق کی نسل سے تھے۔ خداوند کریم

مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ

سے اور عبادت کرنے والوں کی نصیحت کے لئے اور اسمٰعیل

وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۸۵﴾

و ادریس و ذوالکفل کو (یاد کرو) سب صابروں میں سے تھے

وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ۭ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۶﴾

اور ان کو ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا تحقیق وہ نیکوں میں سے تھے

نے ان کو عہدہ نبوت پر فائز فرمایا اور مال و اولاد کثرت سے عطا فرما کر امتحان میں مبتلا کیا اور جسمانی و مالی و اہلی مصائب میں گھر جانے کے باوجود انہوں نے توکّل اور صبر کا دامن نہ چھوڑا اور شکرِ پروردگار میں رطب اللّسان رہے پس خدا نے ان کی مدح فرمائی تاکہ دوسروں کے لئے باعث نصیحت ہو۔

وَاِسْمٰعِيْلَ - بے آب و گیاہ علاقہ میں مبعوث ہوئے لیکن صبر و تحمّل سے فرائض تبلیغ انجام دیتے رہے ان کا ذکر پارہ ۱۶ رکوع نمبر ۷ سورہ مریم میں گزر چکا ہے۔

وَاِدْرِيْسَ - ان کا ذکر بھی سورہ مریم میں گذر چکا ہے۔

ذوالکفل کا ذکر

وَذَا الْكِفْلِ - اس کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ نبی نہ تھا لیکن مرد صالح تھا اس نے ایک نبی سے روزہ رکھنے رات کی عبادتِ خدا کرنے غصہ نہ کرنے اور حق پر عمل کرنے کا وعدہ کیا تھا اور اس پر قائم رہا تھا اس لئے خدا اس کی مدح فرما رہا ہے لیکن اکثرین کے نزدیک وہ نبی تھے لیکن ان کے نام میں اختلاف ہے (۱) اس کا نام ذوالکفل تھا (۲) اس کا نام الیاس تھا (۳) اس کا نام الیسع بن خطوب تھا۔ اس نے کنعان نامی بادشاہِ وقت کی کفالت لی تھی کہ اگر تو ایمان لائے گا تو میں جنت کا ضامن ہوں گا اور اسی مضمون کی تحریر بھی ان کو لکھ کر دے دی تھی۔ چنانچہ بادشاہ تائب ہوگیا۔ اسی لئے اس کو ذوالکفل کہا جاتا ہے (۴) تفسیر صافی میں عیون الاخبار سے منقول ہے۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ذوالکفل سے مراد یوس بن نون ہے (۵) تفسیر مجمع البیان میں کتاب النبوۃ سے منقول ہے شہزادہ عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی روائیت کرتا ہے کہ میں نے امام علی نقی علیہ السلام کو خط لکھا جس میں ذوالکفل کے متعلق دریافت کیا گیا کہ ان کا اسم مبارک کیا تھا اور یہ کہ وہ رسول تھا یا نہ ؟ تو آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ خدا نے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی مبعوث فرمائے جن میں سے تین سو تیرہ رسول تھے اور ذوالکفل انہی میں سے تھا اور یہ حضرت سلیمان بن داؤد کے بعد مبعوث برسالت ہوئے اور

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ

اور (یاد کرو) ذوالنون کو جو ناراض ہو کر گئے تو گمان کیا کہ ہم اس کے خلاف فیصلہ نہ کریں گے پس پکارا

عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ

تاریکیوں میں کہ سوائے تیرے کوئی معبود نہیں تو

سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ

پاک ہے تحقیق میں خسارہ پانے والوں میں سے ہوں پس ہم نے قبول کیا

وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۭ وَكَذٰلِكَ نُـنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾

اس کی دعا کو اور اس کو نجات دی غم سے اور اسی طرح ہم مومنوں کو نجات دیا کرتے ہیں

حضرت داؤد کی طرح لوگوں میں فیصلے کرتے تھے ان کا غصہ صرف اللہ ہی کے لئے ہوتا تھا اور اس کا نام عدیا بن ادارین تھا۔

حضرت ذوالکفل کا روضہ نجف اور کربلا کے درمیان دریائے فرات کے شرقی کنارہ پہ ایک بستی میں ہے آپ کے روضہ کے مجاور یہودی ہیں۔ رواق اور روضہ کے اندر جو کتبے موجود ہیں ان کا رسم الخط بہت پرانا ہے اور زبان بھی عربی نہیں کوئی دوسری ہے ہم ایک مرتبہ کربلا کی طرف پیدل جاتے ہوئے جب اس کی سیدھ میں پہنچے تو بذریعہ کشتی دریا کو عبور کر کے زیارت سے مشرف ہوئے تھے غالباً یہ ۱۳۷۳ھ کا واقعہ ہے۔

حضرت یونس کا ذکر

مُغَاضِبًا۔ یعنی اپنی قوم سے ناراض ہو کر چلے گئے کیونکہ کافی عرصہ تک تبلیغ فرماتے رہے لیکن وہ اپنے ضد پر قائم رہے۔ ان کا قصہ سورہ یونس میں تفسیر کی ساتویں جلد ص۱۸۷ پر گذر چکا ہے (پہلا ایڈیشن)

فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ۔ مامون عباسی نے حضرت امام رضا علیہ السلام پر عصمت انبیاء کے متعلق جو سوالات کئے تھے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ جو خدا کی قدرت پر یقین نہ رکھے مومن نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ خدا کی عدم قدرت کا ظن رکھتا ہو اور نبی بھی ہو؟ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ یہاں قدر سے مراد تنگی رزق ہے جس طرح دوسرے مقام پر ارشاد ہے وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ۔ یعنی جب خدا اس کو آزمائے اور اس کا رزق تنگ کر دے۔ پس مقصد یہ ہے کہ حضرت یونسؑ قوم سے ناراض ہو کر چلے گئے اور یہ ناراضگی ان کی صرف رضائے پروردگار کی خاطر ہی تھی کیونکہ ان کو قوم سے کوئی ذاتی رنجش نہیں تھی۔ پس ان کو

وَزَكَرِيَّآ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُۥ رَبِّ لَا تَذَرْنِى فَرْدًا

اور (یاد کرو) زکریا کو جب پکارا اپنے رب کو اے رب مجھے اکیلا (بے وارث)

وَأَنتَ خَيْرُ ٱلْوَٰرِثِينَ ﴿٨٩﴾ فَٱسْتَجَبْنَا لَهُۥ وَوَهَبْنَا لَهُۥ

نہ چھوڑ اور تو بہتر وارث ہے پس مان لی ہم نے اس کی دعا اور

يَحْيَىٰ وَأَصْلَحْنَا لَهُۥ زَوْجَهُۥٓ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا۟ يُسَٰرِعُونَ

دیا اس کو یحییٰ اور اس کی بیوی کو ہم نے ٹھیک کر دیا تحقیق یہ لوگ جلدی کرتے تھے

یقین تھا کہ میرا یہ فعل صحیح ہے اور اس کی بناء پر مجھے آزمائش میں لا کر خدا تنگی رزق میں مبتلا نہ فرمائے گا لیکن منشائے خداوندی اس کے خلاف تھی پس ایک عرصہ تک مچھلی کے شکم میں رہ کر خدا سے نجات کی درخواست کی جو مقبول ہوئی۔

فِى ٱلظُّلُمَٰتِ۔ تین پردوں کے اندر خدا کو پکارتے تھے۔ رات کا پردہ پانی کا پردہ اور تیسرا مچھلی کے شکم کا پردہ اور نون عربی میں مچھلی کو کہتے ہیں اور مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی وجہ سے ان کو ذوالنون کہا جاتا ہے۔

لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنتَ۔ عاملین اس کو آیت کریمہ کا نام دیتے ہیں اس آیت مجیدہ کا ورد بہت تاثیر رکھتا ہے۔ غمزدہ آدمی اس کا ورد رکھے تو غم دور ہو گا۔

طلب اولاد کے لئے عمل

تفسیر برہان میں کلینی سے منقول ہے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں ایک خراسانی نے بچہ نہ ہونے کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا گھر جا کر جب عورت سے ہمبستری کا ارادہ ہو تو پہلے وَذَا ٱلنُّونِ سے لے کر ٱلْوَٰرِثِينَ تک تین آیتیں پڑھ لو پھر ہمبستری کرو۔ انشاء اللہ خدا لڑکا دے گا۔ قصہ کی تفصیل سورہ صافات میں آئے گا۔ انشاء اللہ یعنی صرف مرد پڑھے لیکن اگر مرد و عورت دونو پڑھیں تو زیادہ بہتر ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے حارث بن مغیرہ کہتا ہے میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ میرا خاندان سب ختم ہو گیا ہے اور میرے ہاں بھی کوئی اولاد نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا سجدہ میں (سجدہ شکر) پڑھا کرو۔ رَبِّ هَبْ لِى مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۖ إِنَّكَ سَمِيعُ ٱلدُّعَآءِ رَبِّ لَا تَذَرْنِى فَرْدًا وَأَنتَ خَيْرُ ٱلْوَٰرِثِينَ۔ وہ کہتا ہے میں نے یہ عمل کیا تو خدا نے مجھے دو بیٹے عطا فرمائے ایک کا نام علی رکھا اور دوسرے کا نام حسین رکھا یہ عمل مرد اور عورت دونو کو کرنا چاہیے۔ سجدہ شکر کے اذکار معینہ پڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھیں اور ہر نماز کے بعد مسلسل پڑھتے رہیں نیز صرف ایک مرتبہ پڑھنا بھی کافی ہے۔

فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا

نیکیوں میں اور ہمیں پکارتے تھے شوق سے اور ڈر سے اور ہمارے لئے

لَنَا خٰشِعِيْنَ ﴿۹۰﴾ وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا

عاجزی کرنے والے تھے اور (یاد کرو) وہ عورت جس نے اپنے شرم کو محفوظ رکھا

فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۱﴾

پس پھونکا ہم نے اس میں اپنی روح کو اور بنایا ہم نے اس کو اور اس کے فرزند کو آیت عالمین کے لئے

اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّاَنَا رَبُّكُمْ

تحقیق یہ تمہاری جماعت ہے ایک جماعت اور میں تم سب کا رب ہوں پس میری

فَاعْبُدُوْنِ ﴿۹۲﴾ وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ؕ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ﴿۹۳﴾

عبادت کرو اور (یہود و نصاریٰ نے) ٹکڑے ٹکڑے کر دیا باہمی دین (الطور) سب ہماری طرف پلٹنے والے ہیں

اَصْلَحْنَا ۔ یعنی زکریا کو ہم نے اولاد دی کہ اس کی بیوی کے بانجھ پن کو ختم کر دیا اور اس کو صحت مند کر دیا اور بعضوں نے کہا ہے کہ وہ بوڑھی ہو چکی تھی اور خدا نے اس کو دوبارہ جوانی عطا فرمادی (مجمع البیان)

اِنَّهُمْ ۔ یعنی تمام وہ انبیاء جن کا سابق میں تذکرہ ہوا ہے۔

رَغَبًا وَّرَهَبًا ۔ یعنی ان کے دل میں ایک طرف میری محبت تھی اور دوسری طرف میرا ڈر تھا۔ جیسا کہ معصوم نے بھی مومن کامل الایمان کی یہی تعریف فرمائی ہے کہ مومن کا ایمان خوف اور رجا کے درمیان ہوتا ہے اگر وزن کیا جائے تو اس کا خوف اور رجا برابر ہوں گے۔

مِنْ رُّوْحِنَا ۔ حضرت عیسٰے کو خدا نے اپنی رُوح قرار دیا اور اللہ کی طرف نسبت عظمتِ شان اور رفعتِ مکان کی دلیل ہے۔

اٰيَةً ۔ یعنی حضرت مریم اور حضرت عیسٰے دونوں بذاتِ خود معجزہ تھے۔

اُمَّتُكُمْ ۔ یعنی یہ انبیاء سب کے سب ایک جماعت ہیں یا یہ کہ ان سب کا ایک ہی دین ہے۔ اور میں سب کا پروردگار ہوں۔

تَقَطَّعُوْا ۔ یعنی یہود و نصاریٰ نے دین میں تفرقہ پیدا کیا اور وہ ایک دوسرے سے بیزار ہوئے۔

حضرت یحییٰ کا زہد و تقویٰ

تفسیر برہان میں بروایت امالی ابن بابویہ سند کے ساتھ جناب رسالتمآبؐ سے منقول ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت یحییٰ کے زہد کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ بیت المقدس میں ریاضت کرنے والے علماء و عابدین کو دیکھا کہ اُونی قمیص پہنے ہوئے اُونی ٹوپی سر پر رکھے ہوئے ہمہ تن مصروفِ عبادت ہیں ان میں بعضوں نے ہنسلیاں چیر کر اُن سے رسّی گذار کر مسجد کے ستون سے اپنے آپ کو باندھ رکھا تھا پس گھر میں آکر ماں سے کہنے لگے۔ مجھے بھی ایک اُونی قمیص اور ٹوپی بنا دیجئے تاکہ میں بیت المقدس میں دوسرے عابدین کے ہمراہ شریکِ عبادت ہو جاؤں انہوں نے بات کو ٹالتے ہوئے جواب میں کہا جب اللہ کے نبی حضرت زکریا تشریف لائیں گے تو ان کے مشورہ سے میں یہ کام کر دوں گی جب آپ تشریف لائے تو بی بی نے حضرت یحییٰ کی بات دہرائی انہوں نے یحییٰ سے خطاب کر کے فرمایا بیٹا ابھی کم سن ہو۔ ایسا کیوں کرتے ہو تو یحییٰ نے جواب میں عرض کیا بابا جان! کیا آپ نہیں جانتے کہ موت تو مجھ سے چھوٹوں کو بھی نہیں چھوڑتی پس انہوں نے اس بات سے متاثر ہو کر اجازت دی اور ماں نے اُونی قمیص اور ٹوپی تیار کر کے پہنائی۔ پس حضرت یحییٰ بیت المقدس میں آکر مصروفِ عبادت ہو گئے آپ کے جسم نازنین کو اُونی کھردرے لباس نے کمزور کر دیا ایک دن اپنی جسمانی کمزوری کا جائزہ لے کر رو دیئے تو فوراً وحی ہوئی کہ اے یحییٰ کیا تم (اُونی قمیص کی درشتی اور) جسم کی کمزوری کو محسوس کر کے رو رہے ہو۔ مجھے اپنی عزت کی قسم اگر تم میرا عذاب دیکھتے تو لوہے کی قمیص پہننا بھی تمہیں آسان معلوم ہوتا پس اس قدر روئے کہ رخساروں کا گوشت ختم ہو گیا۔ ایک دن حضرت زکریا نے پوچھا بیٹے: اس قدر کیوں گریہ کرتے ہو؟ تو جواب میں عرض کی ابا جان آپ نے ہی تو مجھے رونے پر آمادہ کیا ہے کیا آپ نے فرمایا نہیں تھا کہ دوزخ اور جنت کے درمیان ایک وادی ہے جس کو اللہ کے ڈر سے رونے والے ہی عبور کر سکیں گے۔

حضرت یحییٰ کی والدہ نے اُون کے دو تھیلے رخساروں پر رکھنے کے لئے بنا دیئے تاکہ آنسو ان میں ٹپکتے رہیں۔ چنانچہ وہ لحظہ بہ لحظہ تربتر ہو جاتے تھے جب ان کو نچوڑتے تھے تو انگلیوں کے درمیان سے آنسو کا پانی بہتا تھا۔ ایک دن حضرت زکریا نے بیٹے کی آنسو کو دیکھ کر آسمان کی طرف سر بلند کر کے عرض کی اے میرے پروردگار! تو میرے فرزند کے گریہ کو دیکھ رہا ہے اور تو ارحم الراحمین ہے۔ ایک روایت میں میں نے دیکھا ہے۔ خدا کی جانب سے وحی ہوئی کہ تو نے عام فرزند طلب نہیں کیا تھا بلکہ تو نے ولی فرزند مانگا تھا۔ اور میرے ولی ایسے ہوا کرتے ہیں۔ اَوْ کَمَا قَالَ۔

آپ جب وعظ کے لئے منبر پر تشریف لے جاتے تھے تو پہلے دائیں بائیں دیکھتے تھے۔ اگر حضرت یحییٰ موجود ہوتے تو جنت و دوزخ کا تذکرہ قطعاً نہیں فرماتے تھے ایک دن آپ کا وعظ جاری تھا کہ حضرت یحییٰ

اپنا منہ لپیٹ کر داخل مسجد ہوگئے اور لوگوں میں مل کر بیٹھ گئے حضرت زکریا کو جب نظر نہ آئے تو انہوں نے دوزخ کا ذکر چھیڑ دیا کہ مجھے جبریل نے اللہ کی جانب سے خبر دی ہے کہ جہنّم میں ایک پہاڑ ہے جس کا نام غضبان ہے اور اس میں ایک وادی ہے جس کا نام سکران ہے اور اس میں ایک کنواں ہے جس کی گہرائی ایک سو برس کی مسافت کے برابر ہے اس میں آگ کے تابوت ہیں اور ان میں آگ کے صندوق ہیں اور ان میں آگ کے زنجیر جولان اور لباس ہیں۔ جب آپ اس مقام تک پہنچے تو حضرت یحییٰ سے برداشت نہ ہو سکا سر کو بلند کیا اور ایک چیخ ماری۔ پس مسجد سے نکل کھڑے ہوئے۔ حضرت زکریا نے بھی وعظ کو چھوڑ دیا اور پیچھے روانہ ہوئے۔ گھر میں آکر حضرت یحییٰ کی والدہ سے فرمایا کہ بیٹے کو تلاش کرو ورنہ وہ تو مر جائے گا۔ بی بی جب روانہ ہوئیں۔ تو بنی اسرائیل کے چند جوانوں نے دریافت کیا کہ کیا ماجرا ہے؟ تو بی بی نے صورتِ حال سے ان کو آگاہ کیا پس وہ بھی تلاش میں ساتھ نکل کھڑے ہوئے۔ ایک چرواہے کے پاس سے گذر ہوا تو اس سے پُوچھا کہ فلاں حلیئے کا کوئی جوان تونے دیکھا ہے؟ وہ کہنے لگا شاید تم یحییٰ بن زکریا کی تلاش میں ہو؟ کہنے لگی ہاں وہ میرا ہی تو فرزند ہے اس نے جواب دیا میں نے فلاں وادی میں اس کو دیکھا ہے کہ قدم پانی میں تھے اور سر آسمان کی طرف بلند تھا اور اپنے پروردگار سے مناجات کر رہے تھے پس وہاں پہنچے ماں نے بیٹے کے سر کو سینے سے لگایا اور قسمیں دے کر گھر لے آئی۔ حضرت زکریا نے فرمایا اس کو اپنے حال پر رہنے دیجئے۔ کیوں کہ اس کے دل سے پردے ہٹ چکے ہیں اس کو دنیاوی عیش و آرام سے کوئی واسطہ نہیں رہا۔ پس حضرت یحییٰ پھر اُونی کھردرا لباس پہن کر بیت المقدس میں مصروف عبادت ہوگئے۔ ملخصاً۔ اور تازیست بیت المقدس میں عبادت کرتے رہے۔ آخر کار ایک بادشاہ ظالم جو بنی اسرائیل کی عورتوں کے ساتھ زنا کیا کرتا تھا۔ کے ہاتھوں جام شہادت نوش فرمایا اور اس قصّہ کی تفصیل تفسیر کی تیسری جلد ص۱۴۲ پر مرقوم ہے۔

حضرت زکریا کی شہادت

تفسیر برہان میں منقول ہے کہ ابلیس بنی اسرائیل کی ہر بڑی مجلس اور بڑے اجتماع میں جاتا تھا اور خواہ مخواہ حضرت مریم کی بات چھیڑ کر حضرت زکریا کی طرف زنا کی نسبت دیتا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت زکریا کے متعلق بدگمانی عام ہوگئی تو آپ وہاں سے نکل کھڑے ہوئے پس شریر اور بدمعاش لوگوں کا گروہ بھی ان کے تعاقب میں پڑ گیا۔ آپ ایک وادی میں پہنچے جہاں درختوں کا ایک گھنا جنگل تھا اور درمیان میں ایک درخت تھا جس کے تنے میں حضرت زکریا کے لئے ایک شگاف پیدا ہوگیا اور آپ اس میں گھس گئے پس وہ شگاف مل گیا۔ تعاقب کرنے والے بدمعاشوں کے ہمراہ ابلیس بھی تھا جو بشکل انسانی ان میں شامل اور شریک تھا۔ اور وہ ان کو اسی درخت کے پاس لے آیا اور جڑ سے لے کر قدِ آدم تک اس کو ناپ کر دل کے مقام سے درخت کو کاٹنے کا مشورہ دیا۔ پس انہوں نے تیز دھار آلات سے درخت کو اسی مقام سے

کاٹ دیا اور حضرت زکریا کو وہ اسی حالت میں چھوڑ کر چلے گئے اور شیطان اپنی بات منوانے کے بعد ان سے جدا ہو کر غائب ہو گیا۔ پس خداوند کریم نے ملائکہ کی ایک جماعت کو بھیجا جنہوں نے غسل دیا اور تین دن تک اس پر نماز جنازہ پڑھتے رہے پھر دفن کر دیا گیا اور انبیاء کے جسم میں نہ تغیر ہوتا ہے (نہ بدبو پڑتی ہے) اور نہ ان کو مٹی کھاتی ہے۔ الخبر۔

نکتہ لطیفہ رَغَبًا وَّ رَهَبًا۔ کی تفسیر میں علامہ فیض کاشانی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ رغبت سے مراد اطاعت کی رغبت ہے نہ کہ ثواب جنت کی اور رہبت سے مراد گناہ کا ڈر ہے نہ کہ عذاب جہنم کا کیونکہ انبیاء کی شان اس سے اجل و ارفع ہے چنانچہ حضرت امیر علیہ السلام اپنے متعلق ارشاد فرماتے ہیں اِلٰهِیْ مَا عَبَدْتُكَ خَوْفًا مِّنْ نَارِكَ وَلَا طَمَعًا فِیْ جَنَّتِكَ وَلٰكِنْ وَجَدْتُكَ اَهْلًا لِّلْعِبَادَةِ فَعَبَدْتُكَ۔ یعنی اے اللہ میں تیری آگ کے ڈر سے تیری عبادت نہیں کرتا اور نہ جنت کے لالچ میں تیری عبادت کرتا ہوں۔ لیکن میں تو تجھے عبادت کے اہل سمجھتا ہوں اس لئے تیری عبادت کرتا ہوں۔ اور بروایت خصال حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ لوگ تین طریقوں سے اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ ایک طبقہ ثواب کی رغبت میں اس کی عبادت کرتا ہے اور یہ لالچیوں کی عبادت ہے۔ دوسرا طبقہ دوزخ کے ڈر سے اس کی عبادت کرتا ہے اور یہ غلامانہ عبادت ہے لیکن میں اس کی عبادت اس کی محبت کے لئے کرتا ہوں۔ اور یہ شریفانہ عبادت ہے اور بعض روایات میں لالچیوں کی جگہ پر پہلی قسم کو مزدوروں کی عبادت کہا گیا ہے۔

البتہ اللہ کے اولیاء کا دستور ہے کہ بعض عبادات و اعمال محض جنت کی خواہش اور دوزخ کے خطرہ سے بھی کرتے ہیں لیکن ذاتی اقتضا سے نہیں بلکہ اس لئے کہ ان کے محبوب یعنی خدا کو ایسا ہی پسند ہے۔ چنانچہ سید الاولیاء حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے کچھ مال وقف کر کے وقف نامہ کی عبارت اس طرح تحریر فرمائی ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد لکھتے ہیں۔ هٰذَا مَا اَوْصٰى بِهٖ وَقَضٰى بِهٖ فِیْ مَالِهٖ عَبْدُ اللّٰهِ عَلِیٌّ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ لِیُوْلِجَنِیْ بِهِ الْجَنَّةَ وَیَصْرِفَنِیْ بِهٖ عَنِ النَّارِ وَیَصْرِفَ النَّارَ عَنِّیْ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ۔ یعنی یہ وصیت نامہ اور فیصلہ ہے اپنے مال کے متعلق اللہ کے بندے علی کا صرف اللہ کی خوشنودی کے لئے تاکہ مجھے وہ جنت عطا کرے اور اس کی بدولت مجھے دوزخ سے الگ رکھے اور دوزخ کو مجھ سے الگ رکھے جس دن لوگوں کے چہرے سفید و سیاہ ہوں گے یا یوں سمجھئے کہ اللہ کا وصال و قرب اولیاء اللہ کی جنت ہے اور اس کی جدائی ان کا دوزخ ہے۔ انتہیٰ ما افادہ۔

واقعی ان کے نزدیک جنت کا معیار ہی کچھ اور ہے چنانچہ جناب رسالتمآب فرماتے تھے دنیا کی چیزوں میں سے جو چیزیں مجھے محبوب تر ہیں ان میں ایک نماز ہے اور یہی میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے گویا آپ کو جب

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ

پس جو عمل کرے نیکیوں سے اور وہ مومن بھی ہو تو انکار نہ ہوگا اس کے کام کا

وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ﴿۹۴﴾ وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۹۵﴾

اور تحقیق ہم اس کیلئے لکھنے والے ہیں اور حرام ہے اس بستی والوں پر جن کو ہم عذاب میں ہلاک کریں کہ وہ پلٹیں

دنیاوی الجھنوں سے کوفت محسوس ہوتی تھی تو سکون کے لئے نماز میں مشغول ہو جاتے تھے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کے صحابہ نے امام مظلوم کو دیکھا جس قدر مصائب و آلام بڑھتے جاتے تھے اسی قدر وصال پروردگار کے شوق میں چہرہ مبارک کا رنگ نکھرتا جاتا تھا۔ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کا قول ہے وَجَدْتُكَ رَبًّا كَمَا اَشْتَهِيْ فَاجْعَلْنِيْ عَبْدًا كَمَا تَرْتَضِيْ۔ اے اللہ میں نے تجھے وہ رب پایا ہے جس طرح میں چاہتا ہوں پس تو مجھے ایسا عبد بنا جس طرح تو چاہتا ہے ایک دوسرے مقام پر ارشاد ولایت ہے۔ كَفٰى بِيْ عِزًّا اَنْ اَكُوْنَ لَكَ عَبْدًا وَكَفٰى بِيْ فَخْرًا اَنْ تَكُوْنَ لِيْ رَبًّا اَوْ كَمَا قَالَ۔ یعنی میری عزت کے لئے یہ کافی ہے کہ میں تیرا عبد ہوں۔ اور میرے فخر کے لئے یہ کافی ہے تو میرا پروردگار ہے جبھی تو شہادت کے دن سر مبارک پر زہر آلود تلوار کا زخم پڑتے ہی اضطراب و پریشانی کے اظہار کی بجائے نہایت سکون و اطمینان سے فرمایا فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَه۔ یعنی کعبہ کے پروردگار کی قسم میں کامیاب ہو گیا ہوں۔

رکوع نمبر ۷

ثبوتِ رجعت

وَحَرٰمٌ۔ لا زائدہ ہے اور قریہ سے مراد اہل قریہ ہیں اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ حرام کا معنی واجب ہے اور لا زائدہ نہیں اور معنی یہ ہوگا کہ جس بستی والوں کو ہم نے معذب کیا ہے۔ ان کے لئے واجب ہے کہ وہ واپس نہ پلٹیں۔

تفسیر برہان وکافی میں بروایت قمی صادقین علیہما السلام سے منقول ہے کہ وہ رجعت کے زمانہ میں نہ پلٹیں گے پس آیت مجیدہ زمان رجعت کو ثابت کر رہی ہے کیونکہ قیامت کے دن تو ہر مومن و کافر کو پلٹایا جائے گا۔ عذاب شدہ لوگوں کا واپس نہ پلٹایا جانا صرف رجعت کے زمانہ کے لئے ہے اور رجعت پر اس قدر اعتقاد رکھنا کافی ہے کہ حضرت صاحب الزمان امام العصر مہدی علیہ السلام کا جب ظہور ہوگا تو حضرت عیسےٰ چرخ چہارم سے اتر کر ان کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے اور خالص مومن زندہ ہو کر ان کے ہمراہ ہوں گے اور خاص دشمنان آل محمد کو بھی زندہ پلٹا کر دنیاوی سزا دی جائے گی۔ پس رجعت حق اور اس کا عقیدہ ایمان ہے۔

حَتّٰۤى اِذَا فُتِحَتۡ يَاۡجُوۡجُ وَمَاۡجُوۡجُ وَهُمۡ مِّنۡ كُلِّ حَدَبٍ

یہاں تک کہ جب کھولا جائے گا یاجوج و ماجوج کو اور وہ ہر بلندی سے تیز نکلتے

يَّنۡسِلُوۡنَ ۝۹۶ وَاقۡتَرَبَ الۡوَعۡدُ الۡحَـقُّ فَاِذَا هِىَ شَاخِصَةٌ اَبۡصَارُ

ہوں گے اور قریب ہوگا سچا وعدہ پس ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے والی ہوں گی اُن لوگوں کی آنکھیں

الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ؕ يٰوَيۡلَنَا قَدۡ كُنَّا فِىۡ غَفۡلَةٍ مِّنۡ هٰذَا بَلۡ كُنَّا

جنہوں نے کفر کیا (کہیں گے) ہائے ہم اس انجام سے غفلت میں رہے بلکہ ہم ظلم کرنے

ظٰلِمِيۡنَ ۝۹۷ اِنَّكُمۡ وَمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ حَصَبُ

والے ہیں تحقیق تم اور جس کی تم عبادت کرتے ہو اللہ کے سوا سب دوزخ کا ایندھن

فُتِحَتۡ يَاۡجُوۡجُ - یعنی قیامت کے قریب زمانہ میں سدِ سکندری منہدم ہو جائے گی اور یاجوج و ماجوج کو پھیلنے کا موقع مل جائے گا۔ پس وہ ہر بلندی سے اترتے ہوئے اور ہر وادی سے نکلتے ہوئے نظر آئیں گے یعنی ہر طرف پھیل جائیں گے۔ لبعضوں نے اس سے ترک و مغل مراد لئے ہیں حالانکہ گزشتہ صدیوں میں اکثر ممالک میں ان کے اقتدار کا پرچم لہراتا رہا ہے تو ان کے پھیلاؤ کو علائم قیامت سے کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟ البتہ جو لوگ روس و چین مراد لیتے ہیں ان کی بات قرین قیاس ہے اگرچہ اس پر کوئی صحیح دلیل ناطق نہیں ہے نسول کا معنی ہے جلدی سے نکلنا اور نسل اسی مادہ سے ہے۔ پس يَنۡسِلُوۡنَ کا معنی ہے کہ جلدی سے نکلیں گے۔

فَاِذَا هِىَ - ضمیر مونث کو اصطلاح نحو میں ضمیر قصہ کہا جاتا ہے یہ صرف تحسین کلام کے لئے ہوتی ہے۔ یاجوج و ماجوج کے متعلق مزید وضاحتی بیان اسی جلد میں سورہ کہف کی تفسیر کے آخر انوار علمیہ میں صفحہ ۱۲۴ پر ملاحظہ کریں۔

مشرکین کا انجام

اِنَّكُمۡ وَمَا تَعۡبُدُوۡنَ - یعنی غیر اللہ کی عبادت کرنے والے بمعہ اپنے معبودوں کے جہنم کا ایندھن ہوں گے مَا کا اطلاق غیر ذوی العقول کے لئے ہوتا ہے یعنی غیر ذوی العقول پتھروں درختوں ستاروں اور شمس و قمر وغیرہ کی عبادت کرنے والے اپنے معبودوں کے ہمراہ دوزخ میں جائیں گے یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان معبودوں کو جہنم میں جلانے کی کیا وجہ ہے۔ جبکہ ان کا اس میں قصور نہیں نیز ان کے جلانے کا فائدہ بھی کچھ نہیں کیونکہ ان کو درد و تکلیف نہیں ہوتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ مشرکین کی حسرت اور ارمان کو زیادہ کرنے کے لئے ایسا کیا جائے گا۔ پس ان کا عذاب دگنا ہو جائے

جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿۹۸﴾ لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا

ہو کر اس میں داخل ہونے والے ہوں گے اگر یہ حقیقی معبود ہوتے تو اس میں نہ داخل ہوتے

وَرَدُوْهَا ؕ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۹۹﴾ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ

اور سب اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے ان کے لئے اس میں چیخ و پکار ہو گی کہ

فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ

خود کچھ نہ سُنیں گے تحقیق وہ لوگ جن کے لئے وعدہ ہو چکا ہے ہماری طرف سے اچھائی کا

اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا

تو وہ اس سے دُور رکھے جائیں گے نہ سنیں گے اس کی آواز اور وہ اپنی من بھاتی

گا - ایک دوزخ کی آگ کا عذاب اور دوسرا اس ارمان وحسرت کا عذاب کہ ہائے ہم نے اللہ کو چھوڑ کر ایسوں کی عبادت کیوں کی ۔

تفسیر صافی میں جناب رسالت مآبؐ سے منقول ہے کہ مشرکوں سے سوال ہوگا کہ تم نے اُن کی عبادت کیوں کی تو یہ عذر پیش ہوگا کہ تیری قرب ورضا مندی کے لئے ہم ان کو پوجتے رہے پس حکم ہوگا ان کو جہنم میں داخل کرو - اور ان کے معبودوں کو بھی جہنم میں ڈال دو - سوائے ان کے جو اس سے مستثنےٰ ہیں -

مشرکین کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو غیر جاندار چیزوں کی پوجا کرتے ہیں جس طرح بُت پرست ، ستارہ پرست سُورج پرست اور آتش پرست وغیرہ پس یہ عابد و معبود دونو جہنم میں داخل ہوں گے اور دوسرے وہ ہیں جو ملائکہ انبیاء اور آئمہ کی پوجا کرتے ہیں - پس اس قسم کے مشرک خود جہنم میں جائیں گے اور ان کے معبود مستثنیٰ ہوں گے ۔

تفسیر صافی میں بروایت قمی امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے جب یہ آیت اتری تو مشرکین مکّہ میں غیظ وغضب کی لہر دوڑی - ایک دفعہ اسی آیت کو زیر بحث لا کر مشرکین کی ایک جماعت اظہار خیال کر رہی تھی کہ اتنے میں عبداللہ بن زبعری آپہنچا - اس نے کہا میں محمدؐ سے مناظرہ کرتا ہوں - چنانچہ آپ تشریف لائے تو وہ کہنے لگا یہ آیت ہمارے اور ہمارے معبودوں کے متعلق ہے یا گذشتہ امتیں اور ان کے معبود بھی اس میں داخل ہیں ؟ آپ نے فرمایا تم اور تمہارے معبود اور گزشتہ امتیں اور ان کے معبود سب اس میں شامل ہیں - سوائے ان کے جن کو خدا نے مستثنےٰ کیا ہے ابن زبعری نے کہا پس میری جیت ہو گئی کیوں کہ تم لوگ عیسےٰ اور اس کی ماں کو نیک سمجھتے ہو حالانکہ عیسائی لوگ ان کی عبادت کرتے ہیں - اسی طرح لوگوں کی ایک جماعت فرشتوں کی پوجا بھی کرتی ہے تو یہ معبود بھی

جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ آپ نے فرمایا ایسا نہیں ہے پس قریشیوں نے شور مچا دیا اور ہنستے ہوئے کہنے لگے۔
ابن زبعری نے میدان جیت لیا ہے۔ آپ نے نہایت متانت اور حوصلہ سے فرمایا غلط بات کہہ کر شور نہ کرو میں
تو کہہ رہا ہوں۔ غیر اللہ کی عبادت کرنے والے اور ان کے معبود جہنم میں داخل کئے جائیں گے۔ سوائے ان کے
جن کو اللہ نے مستثنٰی کیا ہے۔ چنانچہ بعد والی آیت میں صاف اعلان ہے اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ۔ الخ۔ یہ
آیت معبودوں میں سے انبیاء و اوصیاء اور ملائکہ کا استثناء کرتی ہے کہ ان کے عبادت کرنے والے دوزخ
میں جائیں گے لیکن یہ خود جنت میں ہوں گے۔

جن لوگوں نے محمدؐ و آل محمدؐ کو خدائی صفات میں شریک کیا اور ہر معاملہ میں انہی کو حاجت روا اور مشکل کشا
قرار دیا یہ کہہ کر کہ خدا نے اپنی رضا ان کے حوالہ کر دی ہے اب یہی مختار کُل اور ناظم ممکنات ہیں جو مانگنا ہے انہی
سے مانگا جائے اور جو کچھ ملتا ہے دینے والے یہی ہیں حتٰی کہ بعض جہلا کہہ دیتے ہیں کہ خدا نے ان کو پیدا کیا ہے
لیکن باقی مخلوق کو پیدا کرنے والے یہ ہیں اسی طرح ان کا رازق خدا ہے اور باقی مخلوق کے رازق یہی ہیں۔ ہوائیں
چلانا۔ مینہ برسانا۔ سبزیاں اُگانا بچے پیدا کرنا اور مارنا وغیرہ کل کائناتی نظام ان کے حوالہ ہے۔ یہ عقیدہ سراسر شرک
ہے اور اس عقیدہ والے یقیناً مشرک ہیں اور ان کے ساتھ مشرکین والا برتاؤ ضروری ہے وہ جس چیز کو تر ہاتھ سے
چھو لیں یا جس تر چیز کو مس کریں وہ نجس ہو گی ان کے برتنوں میں کھانا حرام ہے۔ نیز رشتہ و ناطہ و جملہ احکام شرعیہ
میں وہ مشرکین کے حکم میں ہیں جو لوگ اس قسم کی تفویض کے قائل ہیں خود آئمہ نے ان پر لعنت بھیجی ہے اور ہمیں ان
سے بیزاری کا حکم دیا ہے بعض تو اس حد تک غلو کر جاتے ہیں کہ ہم ان کی عبادت کرتے ہیں اور وہ خدا کی عبادت
کرتے ہیں اور مشرکین مکہ کی طرح کہتے یہی ہیں کہ ہم خدا کی خوشنودی کے لئے یہ سب کچھ کرتے ہیں۔ پس ایسے
مشرکین خود دوزخ میں ہوں گے اور جن کی وہ عبادت کرتے تھے وہ خود چونکہ اس طرز عمل پر راضی نہ تھے بلکہ ان
سے بیزار تھے لہٰذا وہ مستثنٰی ہیں پس جس طرح حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا ماننے والے نہ عزیر کے محب رہے اور
نہ خدا کے محب رہے بلکہ مشرک بن گئے۔ نیز حضرت عیسٰی کو خدا کا بیٹا کہنے والے نہ عیسٰی کے دوست رہے
اور نہ خدا کے دوست رہے بلکہ مشرک قرار پائے۔ اسی طرح حضرت علی اور باقی آئمہ طاہرینؑ کو سابق طریقہ سے
خدائی صفات میں شریک ماننے والے نہ محمدؐ و آل محمدؐ کے محب ہیں اور نہ خدا کے دوست ہیں بلکہ مشرک و نجس ہیں
پس جس طرح عزیر کے سچے دوست وہ ہیں جو ان کو عبد خدا اور نبی مان کر ان کے احکام کو مانیں اور برائیوں سے بچیں
اور حضرت عیسٰی کے سچے محب وہ ہیں جو حضرت عیسٰی کو خدا کا بندہ و رسول مان کر اس کی صحیح طور پر اطاعت کریں۔
اسی طرح آل محمدؐ کا سچا شیعہ وہ ہے جو ان کو اللہ کے عبادت گذار بندے اور امام برحق و پیشوا صدق تسلیم کر کے
ان کی صحیح طور پر فرمانبرداری کرے پس اللہ حاجت روا ہے کہ وہ دیتا ہے اور آل محمدؐ کی حاجت روائی یہ ہے کہ وہ

ہمارے اور اللہ کے درمیان وسیلہ ہیں کیونکہ ان کی تعلیم سے ہی تو ہم نے اللہ کو پہچانا اور انہوں نے ہی تو ہمیں اللہ سے مانگنا سکھایا۔ تمام کائنات کا نظام اتم و اکمل اسی کی قدرتِ کاملہ کا کرشمہ ہے۔ مارنا، جلانا رزق خلق اور جملہ تکوینی امور اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں وہ نہ کسی سے مشورہ لیتا ہے اور نہ کسی کے مشورہ کا محتاج ہے۔ نبی رسول امام اور ولی سب اس کے محتاج ہیں اور وہ ان سب کا اور باقی کل مخلوق کا اکیلا حاجت روا ہے۔ ان کی یہ مشکل کشائی کیا کم ہے کہ انہوں نے ہمیں اس کا شناسا کیا بلکہ اس لحاظ سے وہ ملائکہ کے بھی مشکل کشا ہیں۔ پس وسیلہ کے درجہ میں ان کی امداد و نصرت اور حاجت روائی و مشکل کشائی کا عقیدہ ایمان ہے لیکن خدائی صفات میں شریک کرنا کفر ہے۔ اور وسیلہ کے درجہ سے گھٹانا نفاق ہے۔

تفسیر اہل بیت میں ہے کہ اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ۔ الخ حضرت علیؑ اور اس کے صحیح شیعوں کے حق میں اتری ہے اور اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے غیر اللہ کو خدا مانا وہ اور ان کے خدا سب جہنم کا ایندھن بنیں گے لیکن جس طرح عیسےٰ عزیر اور ملائکہ کو خدا یا خدا کی اولاد کہنے والے خود جہنم میں جائیں گے اور ان کے معبود مستثنیٰ ہوں گے۔ اسی طرح حضرت علی کو خدائی صفات میں شریک کرنے والے یا خدا ماننے والے خود تو جہنم میں جائیں گے۔ لیکن حضرت علی اور اس کے صحیح شیعہ اس سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ جس طرح عزیر و عیسےٰ و ملائکہ مشرکین کے طرزِ عمل پر راضی نہیں اسی طرح حضرت علی بھی غالیوں اور تفویض کا قول کرنے والوں پر راضی نہیں بلکہ بیزار ہیں۔

تفسیر صافی میں مجالس سے منقول ہے۔ حضرت رسالتمآبؐ نے فرمایا۔ اے علی تو اور تیرے شیعہ حوض کوثر پر ہوں گے تم اپنے دوستوں کو کوثر پلاؤ گے۔ اور جس کو تم نہ چاہو گے اس کو روک دو گے۔ جس وقت تمام لوگوں پر گھبراہٹ طاری ہو گی۔ تم عرش مجید کے سایہ میں فزع اکبر سے محفوظ رہو گے اور یہ آیت اِنَّ الَّذِیْنَ الخ تمہارے ہی حق میں نازل ہوئی ہے۔

بروایت محاسن امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے خدا قیامت کے روز ہمارے شیعوں کو مبعوث کرے گا خواہ گنہگار یا غیر گنہگار (شرک کو گناہ نہیں کہا جاتا بلکہ وہ تو ظلم عظیم ہے جس کی بخشش ناممکن ہے) کہ ان کے چہرے سفید نورانی ہوں گے۔ چلنا آسان ہو گا۔ سختیوں سے محفوظ ہوں گے اور یاقوتی ناقاؤں پر سوار ہو کر جنت کی سیر کریں گے۔ ان کے لباس بھی نورانی ہوں گے۔ ادھر لوگ حساب میں مشغول ہوں گے اور وہ آرام و سکون سے جنت کے دسترخوانوں پر مہمان ہوں گے۔

تفسیر مجمع البیان میں جناب رسالت مآبؐ سے منقول ہے تین قسم کے آدمی بروز محشر مسک کے ٹیلے پر کھڑے ہوں گے۔ حساب کی سختی سے محفوظ اور فزع اکبر سے پُر امن ہوں گے۔

اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَ

لذات ہیں ہمیشہ (مسرور میں) ہوں گے نہ ان کو غمناک کرے گی گھبراہٹ اور

تَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ يَوْمَ

ملیں گے ان سے فرشتے (اور کہیں گے) یہ تمہارا وہ دن ہے جس کا تم وعدہ کئے گئے تھے جس دن

نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ؕ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ

ہم پلٹیں گے آسمان کو مثل لپیٹنے دفتر کے خطوں کو جس طرح ہم نے ابتدا کی پیدا

(۱) جو لوگ قرآن کو خدا کے لئے سیکھیں اور قربۃً الی اللہ بیش نمازی کے فرائض انجام دیں۔

(۲) وہ لوگ جو خوشنودی خدا کے لئے اذان کہیں۔

(۳) وہ غلام جو اللہ کے حقوق کے ساتھ ساتھ اپنے آقاؤں کے حقوق ادا کریں۔

اَلْفَزَعُ الْاَكْبَرُ ۔ اس کے معنی میں متعدد اقوال ہیں۔

(۱) عذاب جہنم (۲) نفخ صور (۳) دوزخیوں کے لئے دوزخ بھیجنے کا حکم

(۴) موت کو ذبح کرنے کا وقت جبکہ دوزخیوں کو دوزخ اور جنتیوں کو جنت میں ہمیشہ رہنے کا حکم سنایا جائیگا

تَتَلَقّٰهُمْ ۔ تفسیر برہان میں کافی سے منقول ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو شخص سردی یا گرمی میں کسی غریب مومن کو کپڑے پہنائے، خدا پر حق ہوگا کہ: (۱) اس کو جنت کا لباس پہنائے گا (۲) اس پر سکرات الموت "وقت آسان کریگا (۳) اس کی قبر میں کشادگی پیدا کریگا (۴) جب قبر سے نکلے گا تو فرشتے اسکی ملاقات کریں گے اور اس کو جنت کی خوشخبری دیں گے۔

سِجِلّ ۔ دو سے ہوئے گتے جس میں مختلف خطوط کو بحفاظت رکھ دیا جاتا ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ سجل اس فرشتے کا نام ہے جس کے پاس تمام انسانوں کے اعمال نامے ہیں اور بعض مفسرین نے جناب رسالتمآب کے ایک کاتب کا نام سجل بتایا ہے۔

كَمَا بَدَاْنَا ۔ مقصد یہ ہے کہ جسطرح ہم ایجاد مخلوق پر قادر ہیں اسی طرح اس کے دوبارہ لوٹانے پر بدرجۂ اولیٰ قادر ہیں کیونکہ ایجاد سے اعادہ آسان ہے۔

اَلزَّبُوْرُ ص۱۵۸ ۔ اس کے معنی میں اختلاف ہے (۱) زبور سے مراد تمام کتب سماویہ اور ذکر سے مراد لوح محفوظ یعنی لوح محفوظ کے بعد ہم نے تمام کتب میں یہ فیصلہ بیان کر دیا۔ (۲) زبور سے مراد تورات سے بعد میں اترنے والی کتابیں اور ذکر سے مراد تورات ہے (۳) زبور سے مراد زبور داؤد اور ذکر سے مراد تورات ہے (۴) ذکر کا معنی قرآن مجید اور بعد کا لفظ لغات اضداد سے ہے۔ یہاں اس کا معنی ہے پہلے۔

اَنَّ الْاَرْضَ ص۱۵۸ ۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس جگہ زمین سے مراد جنت کی زمین ہے جس کے وارث نیک لوگ ہوں گے بعض لوگوں نے کہا ہے کہ زمین سے مراد یہی زمین ہے اور مقصد یہ ہے کہ ایک وقت آئیگا کہ مسلمان فاتحانہ انداز سے پوری روئے زمین پر پھیل جائیں گے پس مشرق و مغرب میں

نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِى الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ

کرنے کی اسی طرح اس کو پلٹائیں گے ہمارا وعدہ ہے تحقیق ہم کر سکتے ہیں اور تحقیق لکھ دیا ہم نے زبور میں ذکر کے بعد کہ تحقیق زمین کے

اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِىَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ فِىْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ؕ ﴿۱۰۶﴾

وارث ہوں گے ہمارے نیک بندے تحقیق اس میں تبلیغ ہے عبادت گذار لوگوں کے لئے

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰۤى اِلَىَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ

اور ہم نے تجھ کو نہیں بھیجا مگر رحمت جہانوں کے لئے کہہ دے سوائے اس کے نہیں مجھے وحی کی گئی کہ تمہارا معبود صرف ایک ہے

اسلام کا علم لہراتا ہوا نظر آئے گا۔ اور امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت قائم علیہ السلام کے زمانہ میں آپ کے اصحاب کا پوری روئے زمین پر تسلّط ہوگا چنانچہ کتب عامہ و خاصہ سے یہ بات حد تواتر کو پہنچتی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ اگر دنیا کی زندگی ایک ہی دن کیوں نہ باقی رہ جائے خداوند کریم اس ایک دن کو طول دے گا اور میری اہلبیت سے ایک مرد کو مبعوث کریگا جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیگا جس طرح کہ وہ جور و ظلم سے بھر چکی ہوگی ایک روایت میں ہے کہ اس کا نام میرا نام ہوگا اور ام سلمہؓ سے منقول ہے حضورؐ نے فرمایا کہ مہدی میری عترت سے اور فاطمہ کی نسل سے ہوگا۔ آہ کس قدر پُر کیف ہے یہ دور جس کو آنکھیں دیکھ رہی ہیں اور کتنا پر کیف و پُر سرور اور پر سکون ہوگا وہ دَور جس کو کان بے چینی سے سُنتے ہیں اور قلوب بے چینی سے منتظر ہیں جبکہ عدل کی بساط بچھی ہوگی۔ سلطان عادل کی شاہی ہوگی۔ ہر چہار سو امن و سکون کا دلکش سماں ہوگا ظلم و جور کے استبدادی شکنجوں میں پسے ہوئے ناچار مظلوم لوگوں کی دادرسی ہوگی۔ زمین انصاف کا گہوارہ ہوگی اور اس کے تمام خزانوں کے استعمال کرنیکا ہر انسان کو حق حاصل ہوگا۔ اَللّٰهُمَّ عَجِّلْ فَرَجَ آلِ مُحَمَّدٍ۔

اِنَّ فِىْ هٰذَا۔ یعنی مومنوں کیلئے ثواب کا ذکر اور کافروں کیلئے عذاب کا ذکر باعثِ تبلیغ ہے اور راہِ راست پر لانے کا موجب ہے ان لوگوں کیلئے جو عابد ہوں اور تفسیر مجمع البیان میں کعب سے مروی ہے کہ امت محمدیہ میں پانچ وقت کے نمازی اور ماہِ رمضان کے روزہ دار عابدین میں سے شمار ہیں

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ۔ یعنی حضور کا وجود ذی جود تمام جہانوں کے لئے باعثِ رحمت ہے اس لئے کہ آپ کی تخلیق نہ ہوتی تو پوری کائنات کو معرض وجود میں نہ لایا جاتا جیسا کہ حدیث قدسی میں مشہور ہے۔ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ اگر تم نہ ہوتے تو آسمان کو پیدا نہ کرتا اور مقصد یہ ہے کہ جہانوں کو پیدا نہ کرتا پس نعمتِ وجود کے لحاظ سے حضورؐ کا وجود سب کیلئے رحمت ہے آپ مومنوں کے لئے دنیا و آخرت میں رحمت ہیں۔ لیکن کافروں اور مشرکوں کے لئے فقط دنیا میں رحمت تھے اس لئے کہ سابقہ امتوں کی طرح انکار کرنے کے باوجود ان کو گرفتار عذاب نہیں کیا گیا۔

نیز آپکی بعثت سب بنی آدم کیلئے باعثِ رحمت تھی۔ لیکن جنہوں نے فائدہ نہیں اٹھایا۔ ان کی اپنی کور باطنی اور ہٹ دھرمی کا نتیجہ ہے ورنہ حضورؐ کی جانب سے کوئی بخل نہیں تھا جس طرح ایک اچھی دوائی کا وجود ہر ایک کیلئے مفید ہوتا ہے لیکن اگر کوئی اس کو استعمال نہ کرے تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ دوائی اس کیلئے غیر مفید تھی بلکہ کہا جائے گا کہ وہ بد بخت تھا جس نے کر سکنے کے باوجود اس کو استعمال نہ کیا۔

تفسیر صافی میں بروایت احتجاج حضرت امیر المومنینؑ سے منقول ہے جبکہ ایک زندیق نے سوال کیا کہ حضورؐ رحمۃ للعالمین کیسے تھے حالانکہ دنیا

فَهَلْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴿١٠٨﴾ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُلْ آذَنتُكُمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ ۖ وَإِنْ أَدْرِي

پس کیا تم مان لو گے؟ پس اگر انکار کریں تو کہہ دو میں نے تم کو خبر دے دی ہے برابر اور میں نہیں جانتا کہ

أَقَرِيبٌ أَم بَعِيدٌ مَّا تُوعَدُونَ ﴿١٠٩﴾ إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُونَ ﴿١١٠﴾

قریب ہے یا بعید جس کا تم وعدہ کئے گئے ہو تحقیق وہ جانتا ہے جہر کو باتوں سے اور جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو

بھر میں ایمان کے دشمن مذاہب کافی تھے اور آخر دم تک اپنے کفر و عناد پر ڈٹے رہے اور اب تک ہیں اگر آپ کا وجود رحمت ہوتا تو سب کے سب ہدایت یافتہ ہو چکے ہوتے اور عذاب دوزخ سے چھٹکارا پا جاتے۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ خداوند کریم نے آپ کو اس دنیا میں انذار کے لئے مبعوث فرمایا۔ گذشتہ انبیاء تصریح پر مبعوث تھے نہ کہ کنایہ کے رنگ میں چنانچہ ان میں سے ایک نبی جب اللہ کا صریح حکم سناتا تھا تو جو لوگ اس کو قبول کرتے تھے پس باامن رہتے تھے اور جو اس کو ٹھکراتے تھے وہ گرفتار عذاب کر لئے جاتے تھے اور ان پر وہ عذاب فوراً نازل ہو جاتا تھا جس کا وہ نبی وعدہ کرتا تھا مثلاً زمین گرد ہونا یا زلزلہ اور آندھی وغیرہ یعنی وہ عذاب کی اقسام جن میں گذشتہ امتیں گرفتار کر لی گئیں۔

حضرت رسالتمآب اور اس کے صحیح جانشین چونکہ صبر عطا کئے گئے ہیں جو گذشتہ انبیاء میں نہیں تھا پس خدا نے ان کو تعریض اور اور کنایہ کے احکام دے کر مبعوث فرمایا نہ کہ تصریحی احکام سے کہ ایسا کرو ورنہ عذاب آئے گا۔ چنانچہ حضورؐ نے اپنے وصی اور خلیفہ کے متعلق تصریح کی بجائے کنایہ اور تعریض سے کام لیا مثلاً فرمایا مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَا عَلِيٌّ مَوْلَاهُ۔ یعنی جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے اور فرمایا هُوَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوسٰى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي۔ یعنی علی کی نسبت مجھ سے دی ہے جو ہارون کی موسےٰ سے تھی فرق اتنا ہے کہ میرے بعد نبی کوئی نہ ہوگا۔ مہمل اور بے معنی کلام کرنا حضورؐ کی شان نہیں پس جب علی کو ہارون سے تشبیہ دی تو نبوت اور اخوت میں تشبیہ یقیناً نہیں تھی پس ماننا پڑے گا کہ جس طرح ہارون موسےٰ کے خلیفہ و جانشین تھے اس طرح حضرت علیؑ حضورؐ کے خلیفہ و جانشین ہیں۔ اگر یہ فرماتے کہ میں فلاں کو تم میں اپنا خلیفہ بنا رہا ہوں اگر مانو گے تو درست ورنہ عذاب نازل ہوگا تو اس صورت میں تاقیامت سلسلۂ تبلیغ و انذار جاری نہ رہتا بلکہ پہلے سے انکار کرنے والے گرفتار عذاب ہو جاتے اور بعد کا قصہ ہی ختم ہو جاتا۔ بخلاف اس کے موجودہ طرز تبلیغ میں تاقیامت انذار کا سلسلہ جاری ہے۔

بروایت علل حضرت امام محمد علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب حضرت قائم آل محمدؐ ظہور فرمائیں گے تو حمیرا کو واپس لایا جائیگا۔ اور اس پر حد قائم ہوگی اور جناب فاطمہؑ کے دشمنوں سے انتقام لیا جائے گا۔ راوی نے دریافت کیا کہ حمیرا پر کس کی حد جاری ہوگی تو آپ نے فرمایا اس نے رسولخداؐ کے فرزند حضرت ابراہیم کی والدہ پر تہمت لگائی تھی۔ پھر راوی نے پوچھا کہ حضورؐ نے حد کیوں جاری نہ فرمائی تو آپ نے فرمایا حضور رحمت بن کر آئے تھے اور قائم آل محمد دشمنان محمدؐ و آل محمدؐ کے لئے نقمت بن کر آئیں گے۔

آذَنْتُكُمْ۔ یعنی میں نے تم کو پوری پوری اطلاع دے دی ہے اور یہ تمہارے ساتھ ہمارا اعلان جنگ ہے۔ پھر یہ نہ کہنا کہ ہمیں توحید کے متعلق پورا سمجھایا نہ گیا اور ہم غافل تھے۔

وَاِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۱۱﴾ قٰلَ رَبِّ احْكُمْ

اور میں نہیں جانتا کہ شاید تمہاری آزمائش ہو اور نفع ایک وقت تک کے لئے ہے — کہا اے رب تو حکم کر

بِالْحَقِّ ؕ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ ع

حق کے ساتھ — اور ہمارا رب رحمان جائے طلب مدد ہے اُوپر اس کے جو تم بیان کرتے ہو۔

فِتْنَةٌ ۔ یعنی قیامت کی تاخیر یا گرفتار بلا ہونے میں دیر شاید تمہاری آزمائش اور امتحان کے لئے ہے ۔ تاکہ تمہیں توبہ کرنے کا موقع مل جائے ۔

رَبِّ احْكُمْ ۔ حضور کا دستور تھا کہ جب کفار کے ساتھ جنگ کرنے جاتے تو یہ کلمہ زبان پر جاری فرماتے تھے ۔ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ یعنی عَلٰى دَفْعِ مَا تَصِفُوْنَ ۔ یعنی جو خدا کی تم صفات بیان کرتے ہو ہم اس کے لئے خدا سے مدد کے طلبگار ہیں اور وہی ہماری اور ہمارے مسلک کی تائید کے لئے امداد کرنے والا ہے ۔

سورہ انبیاء کی تفسیر ختم ہوئی ۔ اس کے بعد سورہ حج کی تفسیر کتاب کی دسویں جلد میں آئے گی ۔

وَالحمد لِلّٰہِ رَبِّ العالمین

اس نویں جلد کی تحریر سے آج شب جمعہ ۹½ بجے شب ۱۰ ماہ رمضان ۱۳۸۸ھ بمطابق ۲۹ نومبر ۱۹۶۸ء و ۱۴ مگھر ۲۰۲۵ب فارغ ہوا ہوں اور اللہ سے دعا مانگتا ہوں کہ مجھے اپنی کتاب مجید کی تفسیر کے اتمام کی توفیق مرحمت فرمائے

وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ حَسْبِيْ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهِ الطَّاهِرِيْنَ وَ اَنَا عَبْدُهُ الرَّاجِيْ اِلٰى رَحْمَةِ رَبِّهٖ حسین بخش بن ملک اللہ بخش عفی اللہ عنہ وَعَنْ اٰبَائِهٖ وَعَنْ جمیع المؤمنین بحق محمد و آلہ المعصومین

التماس سورہ فاتحہ برائے تمام مرحومین

۱] شیخ صدوقؒ
۲] علامہ مجلسیؒ
۳] علامہ اظہر حسین
۴] علامہ سید علی نقیؒ
۵] بیگم و سید عابد علی رضوی
۶) بیگم و سید احمد علی رضوی
۷) بیگم و سید رضا امجد
۸) بیگم و سید علی حیدر رضوی
۹) بیگم و سید سبط حسن
۱۰) بیگم و سید مردان حسین جعفری
۱۱) بیگم و سید جبار حسین
۱۲) بیگم و مرزا توحید علی
۱۳) سید حسین عباس فرحت
۱۴) بیگم و سید جعفر علی رضوی
۱۵) سید انعام حسین زیدی
۱۶) سیدہ ممتاز زہرہ
۱۷) سیدہ رضویہ خاتون
۱۸) سید نجم الحسن
۱۹) سید مبارک رضا
۲۰) سید تہنیت حیدر نقوی
۲۱) بیگم و مرزا احمد ہاشم
۲۲) سید باقر علی رضوی
۲۳) بیگم و سید باسط حسین
۲۴) سید عرفان حیدر رضوی
۲۵) بیگم و اخلاق حسین
۲۶) سید ممتاز حسین
۲۷) بیگم و سید اختر عباس
۲۸) سید محمد علی
۲۹) سیدہ رضیہ سلطان
۳۰) سید مظفر حسنین
۳۱) سید باسط حسین نقوی
۳۲) غلام محی الدین
۳۳) سید ناصر علی زیدی
۳۴) سید وزیر حیدر زیدی
۳۵) ریاض الحق
۳۶) خورشید بیگم